(۱۹) ایضاً، الصّف، ۲۳۰ تا ۲۴۷

(۲۰) ایضاً، ص ۳

(۲۱) تفسیر ماجدی، الصف، ص ۴۴

(۲۲) ایضاً، ص ۵۴

(۲۳) ایضاً، تفسیر فاتحہ حاشیہ ۱۹

(۲۴) ایضاً، البقرہ ۸۷

(۲۵) ایضاً، البقرہ ۱۰۶

(۲۶) ایضاً، البقرہ ۱۱۳

(۲۷) ایضاً، المائدہ ۵۰

(۲۸) البقرہ آیت ۹۰

(۲۹) تفسیر ماجدی تفسیر البقرہ حاشیہ ۳۰۳

(۳۰) البقرہ آیت ۳۰

(۳۱) تفسیر ماجدی، البقرہ حاشیہ ۱۱۱

(۳۲) النحل آیت ۱۸

(۳۳) تفسیر ماجدی، النحل ۱۸

(۳۴) ایضاً، المائدہ ۴۷

(۳۵) ایضاً، المائدہ ۱۰۴

(۳۶) ایضاً، الشعراء ۸۵

(۳۷) ایضاً، حم السجدہ ۴۰

(۳۸) ایضاً، البقرہ ۵۰

(۳۹) ایضاً، البقرہ ۱۵۸

(۴۰) ایضاً، البقرہ ۲۱۶

(۴۱) آپ بیتی، ص ۲۹۷

(۴۲) مفتی محمد تقی عثمانی/ نقوش رفتگاں/ مکتبہ معارف القرآن 2004 ص ۸۰

(۴۳) تفسیر ماجدی، ص ۳۴

(۴۴) مولانا سلیم اللہ خان صاحب/ نفحات التنقیح / مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی، ۱۴۲۳ھ۔ 2002ء/ ص ۱۸۸

(۴۵) معارف القرآن ۵/ ۲۲۵

(۴۶) تفسیر ماجدی، الکہف ص ۹۴

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور تفہیم القرآن

عنبرین عتیق

ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

ABSTRACT

Abu Ala Maududi was the most eminent muslim scholar of 20th century. He was a journalist, theologion muslim revivalist leader and political philosoper and 20th century Islamist thinker of Indo Pak. He wrote over 120 books. His magnum opus was the 30 years in progress translation (tafsir) in urdu, of the Quran. The Tafhim ul Quran Tafhim is a combination of orthodox and modernist interpretations and has influenced modern Islamic thoughts of new era. It is different from tradiational exegesses in several ways. It is more than a tradiational commentary on the scripture as it contains discussions and debates regarding economics, sociology, history and politics.

The Tafhim deals exclusively with issues faces by the modern world in general and the muslim community in particular. It became widely read through out the subcontinent and has been translated to several languages.

مختصر تعارف

سید ابوالاعلیٰ مودودی کا سن ولادت 1321ھ مطابق 1903ء ہے۔ جائے پیدائش اورنگ آباد دکن ہے اور آبائی تعلق

سادات کے سلسلہ چشتیہ سے ہے۔

آپ نے اردو، فارسی اور عربی کے ساتھ ساتھ فقہ اور حدیث کی تعلیم اتالیق کے ذریعے گھر پر حاصل کی۔ بعد ازاں مدرسہ فرقانیہ اورنگ آباد سے آٹھویں کا امتحان پاس کیا۔ سید صاحب نے 1914ء میں مولوی کا امتحان دیا اور آپ کو مولوی عالم کی جماعت میں داخلہ کروا دیا گیا، جہاں آپ مولانا حمید الدین فراہی کی سرپرستی میں رہے۔

1920ء میں تعلیم کی تکمیل کے بعد ایک صحافی کی حیثیت سے انہوں نے اپنے کیریئر کا آغاز کیا اور پھر متعدد اخباروں میں ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا اور بطور صحافی ملکی حالات کا براہ راست مطالعہ کیا۔ سیاسی تصورات میں سید صاحب مولانا جوہر کے خیالات سے زیادہ ہم آہنگ ہے۔ آپ نے اس دور میں انگریزوں کے خلاف اٹھنے والی ساری تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مولانا جوہر کی فرمائش پر آپ نے 24 سال کی عمر میں "الجہاد فی الاسلام" جیسی معرکۃ الآراء کتاب لکھی جس کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے فرمایا

"اسلام کے نظریہ جہاد اور اس کے قانون صلح و جنگ پر یہ ایک بہترین تصنیف ہے اور میں ہر ذی علم آدمی کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اس کا مطالعہ کرے۔"

مسلمانوں کی اصلاح کے لئے 1932ء میں حیدر آباد سے رسالہ "ترجمان القرآن" جاری کیا۔ 1935ء سے 1947ء کا درمیانی دور ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ایک نہایت نازک دور تھا۔ اس دور میں مولانا نے اپنی تحریروں سے مسلمانوں کا حوصلہ بلند رکھا اور اصلاح و تعمیر کا سلسلہ جاری رکھا۔ 1941ء میں جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی۔ 1947ء میں انہوں نے پاکستان میں حقیقی اسلامی مملکت کے قیام کی ان تھک کوششیں کیں۔ یہ ایک حد تک انہی کی تبلیغ کا نتیجہ تھا کہ 1949ء میں قرارداد مقاصد منظور ہوئی۔ 1950ء میں بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ میں اسلامی شقیں منضبط ہوئیں اور 1956ء کے آئین میں اسلامی دفعات شامل کی گئیں۔ پاکستان میں نفاذ اسلام کے لئے ان کی مساعی نے انہیں اقتدار میں آنے والی مختلف حکومتوں سے متصادم کیا اور انہیں قید و بند کی صعوبتوں سے بھی گزرنا پڑا۔

تشکیل جماعت اسلامی کے 6 ماہ بعد، 1942ء میں مولانا نے تفہیم القرآن کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر کا سلسلہ شروع کیا۔ تیس سال کی طویل محنت کے بعد 1972ء میں یہ کام تکمیل پذیر ہوا۔ 76 برس کی عمر میں 22 ستمبر 1979 کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ (1)

تالیف تفہیم القرآن کا تاریخی پس منظر

مولانا نے جب مسلمانان ہند کا تجزیہ کیا تو اس وقت مسلمان حالت غلامی میں تھے اور استعمار کے زیر اثر تھے۔ مسلمانوں کے حالات پر ایک طرف حالی کی مرثیہ خوانی تھی تو دوسری طرف علامہ اقبال کی امنگیں اور امید تھی۔

مسلمانوں کی مذہبی قیادت مدارس کے ہاتھ میں تھی جہاں فقہی و کلامی بحثوں نے، مذہب کے عوامی مظاہر اور مقامی رسومات کی توجیہہ و تصویف میں مسلمانوں کو الجھا رکھا تھا۔

دوسری طرف جدید تعلیمات کا مبلغ علم صرف سطحی معلومات اور فنی اصطلاحات تک محدود تھا۔ اجتہاد، روشن خیالی اور تنقیدی

روح میں سے کسی کو بھی دخل نہ تھا۔

البتہ فکری انحراف کی راہیں کھلی تھیں، جنہیں مغربی فکر کے اساتذہ، عیسائی مشنری اور مغربی اقدار سے مرعوب بعض مسلم افراد مستحکم کر رہے تھے۔ آریہ سماجی اور عیسائی، اسلام پر پوری طاقت سے حملہ کر رہے تھے۔

اصلاح کے نام پر کئی لوگ اور جماعتیں سرگرم تھیں۔ اصلاح کے ایجنڈے الگ الگ تھے۔ ایک طرف اہل تصوف تھے۔ جہاں محدود علمی کوششوں کے ساتھ نذرانوں اور عقیدت کا بازار گرم تھا۔ مجدد الف ثانی کی طرح کوئی قائدانہ رول نہ ادا کر پایا۔ دیوبندی اور بریلوی مناظروں اور مباحثوں کی محفلیں جاری و ساری تھیں۔ دوسری طرف جدید تعلیمات اور مغربی استعمار سے مرعوب طبقہ اسلام کی نئی تشریح و توضیح میں مصروف تھا۔ اس دور میں ان تمام مکاتب فکر کے تحت قرآن کی متعدد تشریح و تفسیر سامنے آئیں جہاں مخصوص اور محدود نظریہ فکر پر کام کیا گیا۔ (2)

سید مودودی بطور مفسر

سید صاحب نے جب تفسیر پر کام شروع کیا تو ان کے سامنے سارا تاریخی پس منظر ہی تھا اور معاصر تفسیری کاوشیں بھی۔ انہوں نے تفہیم القرآن کے دیباچہ میں لکھا کہ قرآن مجید کے تفسیر و ترجمہ پر اتنا کام ہو چکا ہے کہ محض سعادت و برکت کیلئے نیا ترجمہ و تفسیر شائع کرنا درست نہیں بلکہ آدمی ان کسر کو پوری کرے جو سابق مترجمین و مفسرین کے کام میں رہ گئی ہو۔

نیز ان کی تفسیر و تفہیم اس عام تعلیم یافتہ طبقہ کیلئے ہے جو قرآن کی روح تک پہنچنا چاہتے ہوں۔ (3)

اس مقصد کے لئے مولانا نے آزاد ترجمانی کا ڈھنگ اپنایا۔ آپ نے قرآن کو ایسے طریق زندگی کے طور پر پیش کیا جو پوری ہمہ گیریت کے ساتھ عہد جدید پر منطبق ہو سکے۔ اسلامی مسائل پر ان کی نظر بالکل مختلف تھی۔ جو ٹھوس اور نا قابل تردید دلائل پر مبنی تھی اور تخلیقی بھی۔ ان کی آراء اور خیالات دوسروں کے مقابلے میں زیادہ سلجھے ہوئے تھے۔ (4)

مولانا مودودی بطور مفکر، مصلح اور مدبر

مولانا مودودی نے روایتی مذہبی طبقہ اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے درمیان وسیع خلیج کو پر کیا اور اصلاح قوم کے لئے اسلام کی راہ وسط کو اجتہادی طریقہ کار سے اجاگر کیا۔ آپ نے تفسیر قرآن، تشریح احادیث اور تعلیم فقہ کے ساتھ اجتہادی بصیرت سے دور حاضر کے جملہ اہم علوم اور مسائل کے بارے میں اسلامی فکر کے اساسی اصول پیش کیا۔ مولانا مودودی بیسویں صدی کی تاریخ میں ایک مفکر، ایک مصلح اور ایک مدبر کی حیثیت سے منفرد مقام رکھتے ہیں۔ (5)

مودودی مکتبہ فکر

قرآن کی بنیادی اصطلاحات:

مولانا مودودی نے قرآن فہمی کے لئے سب سے پہلے "الہٰ"، "رب"، عبادت اور دین کو قرآن کی بنیادی اصطلاحات قرار دیا۔ (6)

غور و فکر و تدبر

مولانا ایک عام انسان کو قرآن فہمی کی دعوت دیتے ہیں۔ ان کے مطابق قرآن صحیفہ ہدایت ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے

کیلئے غور وفکر اور مطالعہ کا خاص انداز ہونا چاہیے۔(7)

شعور عبدیت

مودودی کتب فکر انسان میں ایک نیا شعور عبدیت پیدا کرتا ہے۔(8)

تحریک اسلامی:۔قرآن محض ایک الہامی کتاب نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ وہ ابدی ہدایت ہے جو اسلام کی دعوت دینے والی اور ایک تحریک برپا کرنے والی کتاب ہے جو ایک نظریاتی ملت کی تعمیر کرتی ہے۔(9)

امتیازات خصوصیات

1۔مقدمہ تفہیم القرآن قرآن فہمی کی کلید:۔

سید مودودی نے اپنے تفسیر کے مقدمے میں قرآن کریم سے متعلق ان سوالات کا جواب دیا ہے جو بالعموم ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں اور ان سارے شبہات کو رفع کیا ہے۔ جو مخالفین کی طرف سے پھیلائے جاتے ہیں۔ مثلاً قرآن کا موضوع کیا ہے؟ اس کا مخاطب کون ہے؟ اس کے تدریجی نزول کے کیا اسباب ہیں؟ اس کو اس کے نزول کی ترکیب سے کیوں مرتب نہیں کیا گیا؟ اس میں ایک عام کتاب کی طرح تصنیفی ترتیب کیوں نہیں پائی جاتی؟ اس کا انداز علمی سے زیادہ خطیبانہ کیوں ہے؟ قرآن کو سمجھنے کی عملی تدابیر کیا ہیں اور ان سے استفادہ کیونکر ممکن ہے؟ قرآن جس دعوت کے ساتھ نازل ہوا ہے اسے کس طرح برپا کیا جاسکتا ہے؟ یوں تفہیم القرآن مقدمہ قرآن فہمی کے لئے ایک کلید کی حیثیت رکھتا ہے۔(10)

2۔ہر سورۃ کا جامع تعارف:

سید مودودیؒ کے اسلوب تفسیر کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کی ہر سورۃ کی ابتداء میں انتہائی مفصل اور جامع مقدمہ تحریر کرتے ہیں اس میں وہ سورۃ کے نام، اسباب نزول اور اس مرحلے کا ذکر فرماتے ہیں جس میں وہ سورۃ نازل ہوئی تھی، اور بیان کردہ مرکزی مضمون پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔

3۔اسلوب بیان:

تفہیم القرآن کی اہم خصوصیت اس کی زبان اور مؤلف کا انداز بیان ہے۔ زبان شستہ وشگفتہ ہے۔ اور انداز بیان موثر و دلنشین ہے۔ گہری علمی بحثیں اور خشک موضوعات بھی دلکش انداز تحریر سے دلچسپ اور سہل معلوم ہوتے ہیں۔(11)

4۔آزاد ترجمانی:

مولانا مودودی نے لفظی ترجمے کے بجائے آزاد ترجمانی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ لفظی ترجمے کے لئے وہ بزرگوں کی خدمات کے قائل ہیں۔ لفظی ترجمے کے غیر موثر ہونے کے لئے وہ چار امور کا ذکر فرماتے ہیں جن میں زبان کی تاثیر کا فقدان قرآن کی تقریری انداز نزول کا خاص پس منظر اور قرآن کی مخصوص اصلاحی زبان قابل ذکر ہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے آزاد ترجمانی کا اسلوب اپنایا۔(12)

سید مودودی فرماتے ہیں:

''میں نے اس قرآن کے الفاظ کو اردو کا جامہ پہنانے کے بجائے یہ کوشش کی ہے کہ قرآن کی ایک عبارت

> کو پڑھ کر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے اور جو اثر میرے دل پر پڑتا ہے اسے حتی الامکان صحت کے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کردوں۔ اسلوب بیان میں ترجمہ پن نہ ہو۔ عربی مبین کی ترجمانی اردوئے مبین میں ہو تقریر کا ربط فطری طریقے سے تحریر کی زبان میں ظاہر ہو اور کلام الٰہی کا مطلب و مدعا صاف صاف واضح ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا شاہانہ وقار اور زور بیان میں جہاں تک بس چلے ترجمانی میں منعکس ہو جائے"(13)

5۔عصری تفسیر:

"تفہیم القرآن" عصری تفسیر" ہے۔ مولانا نے دینی و اعتقادی مباحث پیش کرتے وقت ایسا اسلوب اختیار کیا ہے کہ عام ناظر اس کتاب کو پڑھتے ہوئے قرآن کا مفہوم و مدعا صاف صاف سمجھتا چلا گیا ہے۔ اور اپنے دور کی زبان اور فکر میں قرآن کا پیغام پا گیا ہے۔(14)

مولانا مودودی کے بقول مفسرین کی کوشش قابل قدر ہیں مگر وہ آج کی ضروریات پورا کرنے اور تشنگی رفع کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں۔ چاہئے یہ کہ موجودہ دور کے لحاظ سے تفسیر لکھی جائے جس سے مناسب طور پر استفادہ کیا جا سکے۔(15)

6۔تفسیر بالماثور کا اہتمام:

سید مودودی اپنی تفسیر میں تفسیر بالماثور کا خصوصی اہتمام فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں وہ کسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سب سے پہلے قرآن وکریم کی دیگر متعلقہ آیات سے استدلال کرتے ہیں پھر صحیح احادیث اور اقوال صحابہ سے اور اس کے بعد تابعین کے اقوال سے یوں تفہیم القرآن میں تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث کا غیر معمولی اہتمام کیا گیا ہے۔(16)

7۔فقہی مسائل میں مسلکی عصبیت سے اجتناب:

سید مودودی کے اسلوب تفسیر کی اہم خصوصیت فقہی احکام اور قوانین سے متعلق آیات کریمہ کی تشریح کے حوالے سے ان کا خصوصی انداز ہے۔ سید مودودی احکام سے متعلق آیات کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے کبھی تو فقہا کی آرا باہمی موازنے کے بغیر جوں کا توں بیان کر دیتے ہیں۔ کبھی ان آرا کا قرآن وحدیث کی روشنی میں آپس میں موازنہ کر کے خاص رائے کو راجح قرار دیتے ہیں لیکن ایسا خاص مسلکی تعصب کی بنا پر نہیں کیا جاتا بلکہ راجح رائے کے صحیح اور ٹھوس ہونے کی بنا پر واضح دلائل کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ یوں فقہی احکامات سے متعلق آیات کی تفسیر محض اپنے مسلک کو صحیح ثابت کرنے کے لئے نہیں کی جاتی بلکہ صحیح رائے تک پہنچنے کے لئے کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تفہیم القرآن کی افادیت تمام مسالک میں یکساں ہے۔(17)

تفہیم القرآن میں اسلامی مکاتب فکر اور فرقوں کے مابین قربت وہم آہنگی کی روش کو اختیار کیا گیا ہے۔ یہ تفسیری تلخ فرقہ وارانہ مناقشت پیدا کرنے والے مسلمانوں کو متحد رکھنے اور اسلامی معاشرے میں فرقہ واریت اور تعصب کو ختم کرنے کی کوششوں کا ایک بڑا جلیل القدر حصہ ہے۔(18)

8۔دعوت دین کی اہمیت اور تقاضوں کو اجاگر کرنا:

مولانا تفسیر میں متعلقہ آیات کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے دین کی دعوت اور اس کے اصول و مقاصد اور تقاضوں کی پیش

کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں سید مودودی نے دعوت کے اصول ومبادی کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ دعوت کے اسلوب اور داعی کی صفات کے بارے میں سیرت طیبہ اور احادیث کی روشنی میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔ یوں تفہیم القرآن کا مطالعہ انسان کو دعوت حق کے اس کام کے لئے عملاً بھی تیار کرتا ہے جس کو پورا کرنے کیلئے نبی کریمؐ نے یہ قرآن پیش کیا۔(19)

9۔اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات:

تفہیم القرآن میں اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات ثابت کیا گیا ہے۔ نیز اسلامی حکومت کے قیام کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسلامی ریاست کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے۔ دین وسیاست کی علیحدگی کے جاہلانہ تصور کی نفی کی گئی ہے۔ اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ اسلام ہی دین فطرت ہے، جو ہر دور میں انسانوں کے لئے فلاح وکامرانی کی ضمانت فراہم کرتا ہے اور انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں کے لئے رشدوہدایت کا سرچشمہ ہے۔(20)

10۔قرآنی قصص سے استدلال:

سید مودودی کے اسلوب تفسیر کی نمایاں خصوصیت قرآنی قصص سے استدلال کا خصوصی اسلوب ہے۔ اس سلسلے میں مولانا کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن کریم میں بیان کردہ مختلف قصوں کا دعوت دین کے ان مراحل سے جن میں وہ نازل ہوئے براہ راست تعلق ہوتا ہے۔ تمام قرآنی قصص موقع کی مناسبت سے نازل کئے گئے ہیں تاکہ سابقہ انبیاء کے واقعات کی روشنی میں ان کی رہنمائی اور تربیت کی جاسکے۔ نیز سید مودودی نے اپنی تفسیر میں اسرائیلیات سے ماخوذ انبیاءؑ سے منسوب ایسے قصوں اور حکایات کی سختی سے تردید بھی کی ہے جو ان کے مقام اور قدرومنزلت کے منافی ہیں۔(21)

11۔مختلف مقامات کے نقشے اور تصاویر:

سید مودودی اپنی تفسیر میں بعض آیات کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے ان آیات میں مذکورہ مقامات کے نقشے بھی پیش کرتے ہیں تاکہ آیات کریمہ کے مفہوم بیان کرنے میں آسانی رہے۔ وہ واحد مفسر ہیں جنہوں نے اس مقصد کے لئے ارض قرآن کا باقاعدہ سفر کیا تاکہ ان علاقوں کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں جن کا ذکر قرآن کریم میں ہوا ہے۔(22)

12۔اہل کتاب کی مقدس کتابوں سے استشہاد:

اہل کتاب کی مقدس کتابوں تورات وانجیل وغیرہ کا حوالہ بالعموم یا تو اس لئے دیتے ہیں کہ ان کتابوں کا تحریف شدہ ہونا ثابت کیا جاسکے یا پھر ان مستشرقین اور مخالفین کے الزامات کو رد کرنے کیلئے استشہاد کرتے ہیں کہ نبیؐ نے قرآن اہل کتاب کی مقدس کتب یا ان کے علماء سے سیکھا ہے۔ علاوہ ازیں وہ ان کتب میں موجود خلاف واقع اور متضاد امور کی نشاندہی کیلئے بھی دیتے ہیں۔ بعض اوقات یہ ثابت کرنے کے لئے بھی کہ کس طرح ان لوگوں نے اپنے انبیاء پر جھوٹے اور بے بنیاد الزام لگا کر ان کی توہین کی۔(23)

13۔فروعی مباحث سے اجتناب:

وہ تفسیر میں ایسے موضوعات کو نہیں چھیڑتے جو دین میں بنیادی اہمیت کے حامل نہ ہوں یا جن کا مسلمانوں کی انفرادی زندگی کے کسی اہم پہلو سے براہ راست تعلق نہ ہو۔(24)

14۔گمراہ کن تاویلات پر گرفت:

سید مودودی تفسیر کے دوران ایسے مفسرین کی تاویلات کا بھرپور نوٹس لیتے ہیں جو قرآن کریم کی بعض آیات کو اپنے اپنے فرقوں کے گمراہ کن عقائد کی تائید میں استعمال کرتے ہیں۔اس سلسلے میں سید مودودی کا اسلوب یہ ہے کہ وہ پہلے خود ان لوگوں کی تاویلات ان کے اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں پھر قرآن وحدیث اور قوی عقلی دلائل سے ان کا جواب دیتے ہیں تاکہ کوئی ایسا موقع باقی نہ رہ جائے کہ وہ اپنے مخصوص مقاصد کے لئے قرآنی آیات کو استعمال کرسکیں۔اس سلسلے میں وہ نقد وجرح کے دوران اپنے اسلوب میں شائستگی کا پوری طرح التزام کرتے ہیں۔(25)

15۔جدید علمی نظریات اور فلسفوں کا ابطال:

وہ تفسیر میں متعلقہ آیات کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے جدید مغربی تہذیب کے پیدا کردہ مادہ پرستانہ اور لادینی نظریات کا ٹھوس علمی تجزیہ کرکے ان کا باطل ہونا ثابت کرتے ہیں، مثلاً ہیگل کا نظریہ (تاریخ کی جدلی تعبیر) مارکس کا نظریہ تاریخ (تاریخ کی مادی تعبیر) ڈارون کا نظریہ ارتقاء، میکاولی کا نظریہ لادینی سیاست اور فرائیڈ کا نظریہ جنسی نفسیات وغیرہ۔سید مودودی نے اپنی تفسیر میں ان جدید جاہلی فلسفوں کو قوی عقلی دلائل سے باطل ثابت کیا ہے۔(26)

16۔لغات القرآنیہ/اشعار عرب کا استعمال:

لغات قرآنیہ یعنی مفردات قرآن کے اصل مفاہیم متعین کرنے میں لغت کی امہات الکتب مثلاً لسان العرب اور قاموس وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

مثال:

"الھکم التکاثر" کی تفسیر میں فرمایا گیا۔"الھکم" "لھو" سے ہے جس کے اصل معنی غفلت کے ہیں۔لیکن عربی زبان میں یہ لفظ ہر اس شغل کیلئے بولا جاتا ہے جس سے آدمی کی دلچسپی اتنی بڑھ جائے کہ وہ اس میں منہمک ہوکر دوسری اہم تر ین چیزوں سے غافل ہوجائے۔(27)

عربی زبان کی فصاحت وبلاغت کو بیان کرنے کے لئے مولانا نے تفہیم القرآن میں جابجا اشعار عرب کا حوالہ بھی دیا ہے جیسے سورۃ الرحمٰن میں، لفظ الاء کی وضاحت اور بیان عربی اشعار کی مدد سے کی گئی ہے۔(28)

سورۃ الفیل کے تاریخی پس منظر میں عبدالمطلب کے اشعار کا حوالہ دیا گیا ہے۔(29)

17۔ضمیمہ جات تفہیم القرآن:

تمام ضمیمہ جات تفہیم القرآن میں عقلی استدلال کے ذریعہ لوگوں کے شبہات کو رفع کیا گیا ہے۔جیسے ختم نبوت کے سلسلے میں ضمیمہ سورۃ الاحزاب۔(30)

18۔مستشرقین کے اعتراضات کا جواب:

مولانا مودودی نے تفہیم القرآن میں موجودہ دور کے فتنوں، مغربی تہذیب کے جلو میں آنے والے لادینی اور مادہ پرستانہ

فلسفوں اور دیگر نئے نئے چیلنجوں کا جواب بھی قرآن کی روشنی میں دیا ہے۔ ان کی تفسیر کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ انہوں نے مستشرقین عیسائی مشنریوں اور مغرب زدہ طبقے کے باطل نظریات کو دلائل کے ساتھ رد کیا ہے۔ (31)

19۔ محرفین قرآن کی تحریفات کا رد:

جدید زمانے کے محرفین قرآن کی تحریفات کا زوردار رد کیا گیا ہے اور ان کے عقائد باطلہ کی تردید میں قرآنی آیات سے استدلال کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے اسلامی اقدار و نظریات کے خلاف کام کرنے والی مختلف تنظیموں اور گروہوں کے باطل عقائد و نظریات اور افکار و تاویلات کا موثر مدلل جواب دینے کا اہتمام بھی کیا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے یہ سب کچھ روایت و درایت کا خاص اہتمام کرتے ہوئے کیا ہے۔ (32)

20۔ نظم قرآن:

تفہیم القرآن کی ایک خصوصیت "نظم قرآن" کا تصور ہے۔ نظم قرآن تفسیر کا ایک اہم موضوع رہا ہے۔ مفسرین نے بالعموم سورتوں کے باہمی ربط آیات کو متعین کرنے کی سعی کی ہے۔ بعض نے پوری سورت کو ایک وحدت تصور کر کے اس کا عمود متعین کرنے کی کوشش کی ہے اور سورت کے تمام مضامین اور آیات کو اس عمود سے ربط کو ظاہر کیا ہے۔ تفہیم القرآن میں بھی ان کی جھلک نظر آتی ہے۔

تفردات تفہیم القرآن

1۔ فقہی مسائل اور اعتدال و اجتہاد۔

تفاسیر میں بالعموم مفسرین اپنے مسلک کے مطابق تعبیر کو فوقیت دیتے ہیں لیکن مولانا مودودی مسلکاً حنفی ہونے کے باوجود بعض اوقات حنفی مسلک سے اختلاف فرماتے ہیں۔

مولانا کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قرآن کا مطالعہ تمام تعصبات سے خالی الذہن ہو کر کرنا چاہئے۔ قرآن کی آیات اور ان کے سیاق و سباق سے جو بات عیاں ہوتی ہے اسی کو اختیار کرنا چاہئے۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت یا شافعیت کا پابند ہوں۔"(33)

بلکہ مزید اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں۔

"میرے نزدیک صاحب علم آدمی کے لئے تقلید ناجائز اور گناہ ہے بلکہ اس سے بھی شدید تر چیز ہے"(34)

تفہیم القرآن میں اعتدال و توازن اور اجتہادی بصیرت کے نمونے جابجا دیکھے جا سکتے ہیں۔

2۔ طلاق اور خلع:

الطلاق مرتن فامساک بمعروف او تسریح باحسان ط و لایحل لکم ان تاخذو مما اتیتموھن شیا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ فان خفتم الایقیما حدود اللہ فلا جناح

علیہما فیما افتدت بہ ط تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظالمون. (35)

''طلاق دو بار ہے پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے سے رخصت کر دیا جائے اور رخصت کرتے ہوئے ایسا کرنا تمہارے لئے جائز نہیں کہ جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ البتہ یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ زوجین کو اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ سکنے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ وہ دونوں حدود الٰہی پر قائم نہ رہ سکیں گے تو ان دونوں کے درمیان یہ معاملہ ہو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے شوہر کو کچھ معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کر لے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔ ان سے تجاوز نہ کرو اور جو لوگ حدود الٰہی سے تجاوز کریں وہی ظالم ہیں۔''

تفسیر میں طریق طلاق، علیحدگی کے آداب اور خلع کے اصول پر جو کچھ لکھا ہے ملاحظہ فرمائیں:

''رہی یہ صورت کہ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے ڈالی جائیں جیسا کہ آج کل جہلاء کا عام طریقہ ہے تو یہ شریعت کی رو سے سخت گناہ ہے۔ نبیؐ نے اس کی بڑی مذمت فرمائی ہے اور حضرت عمرؓ سے یہاں تک ثابت ہے کہ جو شخص بیک وقت اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتا آپ اس کو دُرّے لگواتے۔''(36)

طلاق کی صورت میں علیحدگی کے آداب کا ذکر کرتے ہوئے اسلام کی اخلاقی روح کو موثر انداز میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یعنی مہر اور زیور اور کپڑے وغیرہ جو شوہر اپنی بیوی کو دے چکا ہو ان میں سے کوئی بھی چیز واپس مانگنے کا اسے حق نہیں۔ یہ بات ویسے بھی اسلام کے اخلاقی اصولوں کی ضد ہے کہ کوئی شخص کسی ایسی چیز کو جسے وہ دوسرے شخص کو ہدیہ یا تحفہ کے طور پر دے چکا ہو واپس مانگے۔ اس ذلیل حرکت کو حدیث میں اس کتے کے فعل سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنی ہی قے کو خود چاٹ لے۔''(37)

خلع کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں:

''شریعت کی اصطلاح میں اسے خلع کہتے ہیں کہ ایک عورت شوہر کو کچھ دے دلا کر اس سے طلاق حاصل کرے۔''(38)

خلع کی صورت میں عدت صرف ایک حیض ہے۔ دراصل یہ عدت ہے ہی نہیں بلکہ یہ حکم محض استبراءِ رحم کے لئے دیا گیا ہے تاکہ دوسرا نکاح کرنے سے پہلے اس امر کا اطمینان ہو جائے کہ عورت حاملہ نہیں ہے۔''(39)

ان دونوں آراء پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس جگہ مولانا نے فقہ حنفی سے اختلاف فرمایا ہے۔ احناف کے بقول علیحدگی کے وقت شوہر تحفہ میں دیئے ہوئے زیور اور کپڑے واپس لے سکتا ہے۔

فان کان النشوز من قبلہ یکرہ لہ ان یاخذ منھا عوضاً وان اردتم استبدال مکان زوج.

وان کان النشوز منها اکثر مما اعطاها. (40)

اسی طرح جمہور علماء کے نزدیک خلع کی عدت وہی ہے جو طلاق کی ہے۔

واذ طلق الرجل امراته طلاق بائنا او رجعیا او وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق وهی حرة فمن تحیض فعدتها ثلثة اقراء. واذ فعل ذلک وقع بالخلع تطلیقة بائنة ولزمها المال. (41)

3۔ حلالہ اور مودودیؒ:

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره. فان طلقها فلا جناح علیهما ان یتراجعا ان ظنا ان یقیما حدود الله. (42)

"پھر اگر دوبارہ طلاق دینے کے بعد شوہر نے عورت کو تیسری بار طلاق دیدی تو وہ عورت پھر اس کے لئے حلال نہ ہوگی الا یہ کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو اور وہ اسے طلاق دیدے تب اگر پہلا شوہر اور یہ عورت دونوں یہ خیال کریں کہ حدود الٰہی پر قائم رہیں گے تو ان کے لئے ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

فقہاء احناف کے نزدیک جس شخص نے مطلقہ عورت کو پہلے شوہر کے لئے حلال کرنے کی نیت سے نکاح کیا تو اس کا نکاح صحیح ہے اور شرط فاسد کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہی محققین کی بھی رائے ہے۔(43)

اگر چہ امام ابو حنیفہ کی طرف سے یہ بات منسوب ہے کہ وہ تحلیل کی شرط کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور اگر وہ طلاق سے انکار کرے تو قاضی وقت اسے مجبور کر سکتا ہے۔(44)

صاحب ہدایہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

واذا تزوجها بشرط التحلیل فالنکاح مکروه بقوله علیه السلام لعن الله المحلل والمحلل له. (45)

صاحب ہدایہ نے مکروہ کی اصطلاح استعمال کی ہے، فاسد کی نہیں۔ گویا یہ نکاح صحیح ہے اس لئے یہ بحث کی گئی ہے کہ دوسرا شخص اگر جماع کرنے کے بعد طلاق دے تو یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی یا نہیں؟

صاحب ہدایہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فان طلقها بعد وطیها حلت للاول لوجود الدخول فی نکاح صحیح اذ النکاح لایبطل بالشرط. وعن ابی یوسف انه یفسد النکاح لانه فی معنی الموقت فیه ولایحل علی الاول للفساده وعن محمد انه یصح النکاح لما بینا ولایحلها علی الاول لانه استعجل ما اخره الشرع فیجازی بمنع مقصوده کما فی قتل المورث. (46)

مالکیہ کے ہاں حلالہ کی نیت سے کیا ہوا عقد فاسد ہے۔(47)

شافعیہ کے ہاں بھی تحلیل کی شرط سے عقد باطل ہو جائے گا۔(48)

حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے۔(49)

مولانا مودودی کی رائے کے مطابق:

''احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص محض اپنی بیوی کو اپنے لئے حلال کرنے کی خاطر کسی سے سازش کے طور پر نکاح کرے اور پہلے یہ طے کر لے کہ وہ نکاح کے بعد اسے طلاق دے دے گا۔ تو یہ سراسر ایک ناجائز فعل ہے۔ ایسا نکاح، نکاح نہ ہوگا محض ایک بدکاری ہوگی اور ایسے سازشی نکاح و طلاق سے عورت ہرگز اپنے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی''۔(50)

4۔ حدود زنا اور مودودی:

زنا کے سلسلے میں فقہاء کے اختلافات اور ان کے دلائل کا تجزیہ کرنے کے بعد جو رائے دی ہے وہ محض مسلکی رعایت نہیں بلکہ محققانہ فیصلہ ہے۔ فرماتے ہیں:

''ان تمام روایات پر مجموعی نظر ڈالنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مسلک ہی صحیح ہے۔ یعنی زنا بعد احصان کی سزا رجم ہے اور محض زنا کی حد صرف 100 کوڑے ہیں۔ تازیانے اور جلاوطنی کو جمع کرنے پر تو عہد نبوی سے لے کر عہد عثمانی تک کبھی عمل ہی نہیں ہوا۔ رہا تازیانے اور جلاوطنی کو جمع کرنا تو اس پر کبھی عمل ہوا ہے اور کبھی نہیں ہوا۔ اس سے مسلک حنفی کی صحت ثابت ہوتی ہے۔''

5۔ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا مسئلہ:

فلما اتھا نودی یموسیٰ انی انا ربک فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی. (52)

''وہاں پہنچا تو پکارا گیا۔ اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں جوتیاں اتار دے۔ تو وادی مقدس طویٰ میں ہے۔

سید مودودی اسی آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

''غالباً اس واقعہ کی وجہ سے یہودیوں میں یہ شرعی مسئلہ بن گیا ہے کہ جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ نبیؐ نے اس غلط فہمی کو رفع کرتے فرمایا'' خالفوا الیھود فانھم لایصلون فی نعالھم ولا خفافھم۔(53) یہودیوں کے خلاف عمل کرو کیونکہ وہ جوتے اور چمڑے کے موزے پہن کر نماز نہیں پڑھتے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ضرور جوتے پہن کر نماز پڑھنی چاہیے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے اس لئے دونوں طرح عمل کرو۔ ابوداؤد میں عمرو بن عاص کی روایت ہے کہ انہوں نے نبیؐ کو دونوں طرح نماز پڑھتے

دیکھا۔(54)

(55)مولانا مزید فرماتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام اوزاعی، اسحاق بن راہویہ وغیرہ کے مطابق جوتا ہر حال میں مٹی سے پاک ہو جاتا ہے۔ مگر امام شافعی کا مشہور قول اس کے خلاف ہے۔ وہ جوتا پہن کر نماز پڑھنے کو ادب کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اگر چہ یہی سمجھا گیا ہے کہ ان کے نزدیک جوتا مٹی پر رگڑنے سے پاک نہیں ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مسجد نبوی میں چٹائی تک کا فرش نہ تھا بلکہ کنکریاں بچھی ہوئی تھیں لہٰذا ان احادیث سے استدلال کر کے اگر کوئی شخص آج کی مسجدوں کے فرش پر جوتے لے جانا چاہے تو یہ صحیح نہ ہوگا۔ البتہ گھاس پر یا کھلے میدان میں جوتے پہنے پہنے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو میدان میں نماز جنازہ پڑھتے وقت بھی جوتے اتارنے پر اصرار کرتے ہیں وہ دراصل احکام سے ناواقف ہیں۔(56)

6۔صلوٰۃ الوسطیٰ:

حافظو علی الصلوت. والصلوٰۃ الوسطی وقومو للہ قانتین. (57)

اپنی نمازوں کی نگہداشت رکھو۔ خصوصاً ایسی نماز کی جو محاسن صلوٰۃ کی جامع ہو۔

مولانا مودودی کے مطابق "صلوٰۃ الوسطیٰ" کی ترجمانی "خصوصاً ایسی نماز جو محاسن صلوٰۃ کی جامع ہو" کرتے ہیں تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

"اصل میں لفظ صلوٰۃ الوسطیٰ ہے۔ اس سے مراد بعض مفسرین نے صبح کی نماز لی ہے اور بعض نے ظہر کی۔ بعض نے مغرب کی اور بعض نے عشاء کی لیکن ان میں سے کوئی قول بھی نبی کریمؐ سے منقول نہیں صرف اہل تاویل کا استنباط ہے۔"(58)

مفسرین کے نزدیک اکثر صحابہ، تابعین اور ائمہ دین کی رائے کے مطابق، اس سے مراد "نماز عصر" ہے۔

"انها العصر لانها بين صلاتي النهار. وصلاتي ليل وهو المروه عن علي والحسن وابن عباسؓ، وابن مسعودؓ وخلق كثير وعليه الشافعيه ولا كثرون صححو انها صلوة العصر" (59)

جدید دور کی تمام تفاسیر میں مفسرین اس سے مراد "نماز عصر" لیتے ہیں۔

7۔انکار سجدہ ابلیس:

واذ قلنا للملئكة اسجدو لادم فسجدو الا ابليس ط ابى واستكبر وكان من الكفرين.(60)

"پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ تو سب جھک گئے مگر ابلیس نے انکار کیا وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا۔

مولانا تفسیر میں فرماتے ہیں:

"غالباً ابلیس سجدے سے انکار کرنے میں اکیلا نہ تھا بلکہ جنوں کی ایک جماعت نافرمانی پر آمادہ ہو گئی تھی اور ابلیس کا نام صرف اس لئے لیا گیا کہ وہ ان کا سردار تھا اور بغاوت میں پیش پیش تھا۔ لیکن اس آیت کا دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کافروں میں سے تھا۔ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جنوں کی ایک جماعت پہلے سے ہی موجود تھی جو سرکش و نافرمان تھی اور ابلیس کا تعلق اسی جماعت سے تھا۔" (61)

ابلیس کے بارے میں یہ تفسیر اب تک نہ کی گئی ہے۔

8۔ حضرت آدم و حوا کا جنت سے نکالا جانا:

وقلنا یادم اسکن انت وزوجک الجنۃ وکلا منھا حیث شئتما ولا تقربا ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظلمین. (62)

"پھر ہم نے آدم سے کہا کہ تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ مگر اس درخت کا رخ نہ کرنا ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے"

یہاں اس آیت کی تفسیر میں مولانا "مرتبہ انسانیت" کی نہایت منفرد تاویل پیش کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

"یہ حقیقت انسان کے ذہن نشین کرانا تھی کہ تمہارے لئے مرتبہ انسانیت کے لحاظ سے جنت ہی لائق و مناسب مقام ہے۔ لیکن شیطانی ترغیبات کے مقابلے میں اگر تم اللہ کی فرمانبرداری کے راستے سے منحرف ہو جاؤ گے تو جس طرح ابتدا میں اس سے محروم کئے گئے تھے۔ اسی طرح آخر میں بھی اس سے محروم ہو جاؤ گے" (63)

نیز آگے حواشی میں ظلم کی وضاحت بھی نہایت بہترین پیرائے میں فرماتے ہیں:

"ظالم کا لفظ نہایت معنی خیز ہے۔ ظلم دراصل حق تلفی کو کہتے ہیں۔ ظالم وہ ہے جو کسی کی حق تلفی کرے۔ جو شخص خدا کی نافرمانی کرتا ہے وہ حقیقت میں تین بڑے بنیادی حقوق تلف کرتا ہے۔ اولاً خدا کا حق، کیونکہ وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی فرمانبرداری کی جائے۔ ثانیاً ان چیزوں کا حق جن کو اس نے نافرمانی کے ارتکاب میں استعمال کیا۔ ثالثاً خود اپنا حق کیونکہ اس پر اس کی ذات کا یہ حق تھا کہ وہ اسے تباہی سے بچائے۔" (64)

9۔ امت وسط کی وضاحت:

وکذلک جعلنکم امۃ وسطاً (65)

"اور ہم نے اسی طرح تمھیں ایک امت وسط بنایا ہے"

یہاں مولانا "امت وسط" کی وضاحت تحویل قبلہ کی آیت کو بنیاد بنا کر کر رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

"دراصل بیت المقدس سے کعبے کی طرف سمت قبلہ کا پھرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو دنیا کی پیشوائی کے منصب سے باضابطہ معزول کیا اور امت محمدیہ کو اس پر فائز کر دیا"۔(66)

10۔آیات نکاح کی وضاحت:

فانکحو ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و ربع فان خفتم الا تعدلو فو احدہ (67)

"تو جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر لو۔ لیکن اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو۔"

اس آیت کی تفسیر میں مولانا فرماتے ہیں:

"اس بات پر فقہائے امت کا اجماع ہے کہ اس آیت کی رو سے تعدد ازواج کو محدود کیا گیا ہے اور بیک وقت چار سے زائد بیویاں رکھنے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے"

مزید فرماتے ہیں:

"بعض لوگ اہل مغرب کی مسیحیت زدہ رائے سے مغلوب و متاثر ہو کر یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن کا اصل مقصد تعدد ازواج کے طریقے کو (جو مغربی نقطۂ نظر سے فی الاصل برا طریقہ ہے) مٹا دینا تھا۔ مگر چونکہ یہ طریقہ بہت زیادہ رواج پا چکا تھا۔ اس لئے اس پر صرف پابندیاں عائد کر کے چھوڑ دیا گیا۔ لیکن اس قسم کی باتیں محض ذہنی غلامی کا نتیجہ ہیں۔ تعدد ازواج کا فی نفسہ ایک برائی ہونا بجائے خود ناقابل تسلیم ہے۔ کیونکہ بعض حالات میں یہ چیز ایک تمدنی اور اخلاقی ضرورت بن جاتی ہے اگر اس کی اجازت نہ ہو تو پھر وہ لوگ جو ایک عورت پر قانع نہیں ہو سکتے حصار نکاح سے باہر شہوانی بد امنی پھیلانے لگتے ہیں۔ (68)

11۔انبیاء کے قتل کی تصدیق:

ویقتلو ن النبیین بغیر الحق(69)

"اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرنے لگے۔"

اس آیت کی تفسیر میں مولانا بائبل کی مدد لیتے ہوئے ان تمام انبیائے بنی اسرائیل کا ذکر فرماتے ہیں جن کو بنی اسرائیل نے ظلم و زیادتی سے جھٹلایا اور ناحق قتل کر دیا۔(70)

12۔روایات کا ناقدانہ جائزہ

مولانا مودودی کے اسلوب تفسیر میں احادیث، آثار و روایات کو موقع بموقع استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن کہیں بھی حقائق

قرآنی کو نظر انداز نہیں ہونے دیا۔ مولانا نے احادیث کے قبول ورد میں سلف صالحین ہی کے قواعد وضوابط کو بنیاد بنایا ہے اور کوئی روایات اگر قرآن کی حقانیت سے ٹکراتی ہے تو اسے بلا تامل رد کیا ہے، یہ مسلک مسلک تحقیق ہے مسلک انکار نہیں ہے۔

تفہیم القرآن میں نقد روایات کے حوالے سے کئی مثالیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ (71)

جیسے واقعہ سلیمانؑ:

ولقد فتنا سلیمٰن و القینا علی کرسیه جسداً ثم اناب (72)

''اور سلیمان کو بھی ہم نے آزمائش میں ڈالا اور اس کی کرسی پر ایک جسد لا کر ڈال دیا''

یہاں فتنہ سلیمانؑ کے بارے میں مفسرین نے چار مختلف مسلک اختیار کئے، جن کو مولانا نے عقلی دلائل کی بنا پر مسترد کر دیا اور تفسیر بالرائے سے یہاں ایک منفرد تاویل پیش کی۔ وہ فرماتے ہیں:

''ان کے دل میں غالباً یہ خواہش تھی کہ ان کے بعد ان کا بیٹا جانشین ہو اور حکومت و فرمانروائی آئندہ ان ہی کی نسل میں باقی رہے اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فتنہ قرار دیا اور اس پر وہ اس وقت متنبہ ہوئے جب ان کا ولی عہد رحعام ایک ایسا نالائق نوجوان بن کر اٹھا جس کے چلن صاف بتا رہے تھے کہ وہ داؤد کی سلطنت چار دن بھی نہ سنبھال سکے گا۔ ان کی کرسی پر جسد لا کر ڈالے جانے کا مطلب غالباً یہی ہے کہ جس بیٹے کو وہ اپنی کرسی پر بٹھانا چاہتے تھے وہ ایک کندہ ناتراش تھا'' (73)

13۔ جدوجہد کی وضاحت:

یا ایھاالذین امنو اتقو اللہ و ابتغۃ الیہ الوسیلہ و جاھدو فی سبیلہ لعلکم تفلحو ن. (74)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ سے ڈرو اور اس کی جناب میں باریابی کا ذریعہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جدوجہد کرو شاید کہ تمہیں کامیابی نصیب ہو جائے۔

اسی آیت کی تفسیر میں مولانا ''جدوجہد'' کی بہترین وضاحت فرماتے ہیں جو انفرادیت کی حامل ہے وہ فرماتے ہیں۔

''یہ آیت بندہ مومن کو ہر محاذ پر چوکھی لڑائی لڑنے کی ہدایت کرتی ہے۔ ایک طرف ابلیس لعین اور اس کا شیطانی لشکر ہے۔ دوسری طرف آدمی کا اپنا نفس اور اس کی سرکش خواہشات ہیں۔ تیسری طرف خدا سے پھرے ہوئے بہت سے انسان ہیں جن کے ساتھ آدمی ہر قسم کے معاشرتی، تمدنی اور معاشی تعلقات میں بندھا ہوا ہے۔ چوتھی طرف وہ غلط مذہبی، تمدنی اور سیاسی نظام ہیں جو خدا سے بغاوت پر قائم ہوئے ہیں اور بندگی حق کے بجائے، بندگی باطل پر ہر انسان کو مجبور کرتے ہیں۔ (75)

14۔ ادیان کی بحثیں:

قرآن تقابل ادیان کا سب سے پہلا ماخذ ہے۔ مولانا عبدالحق حقانی اور مولانا عبدالماجد دریابادی کے ہاں ادیان کی بحثیں موجود ہیں لیکن ایک کے ہاں مناظرانہ اسلوب ہے تو دوسرے ہاں اختصار ہے۔ مولانا حمید الدین فراہی کے ہاں اسمٰعیل کی

قربانی کے سلسلے میں محققانہ مواد موجود ہے۔لیکن مولانا مودودی نے اس سلسلے میں بھی منفرد اسلوب اختیار کیا ہے۔تفہیم القرآن میں اہل کتاب کے ماخذات کے تاریخی اور عقائدی پہلوؤں سے جائزہ لیا گیا ہے۔تقابل ادیان کے طالب علم کے لئے تفہیم میں اتنا مواد موجود ہے جو اسے کئی ماخذ سے بے نیاز کر دیتا ہے۔یہودیوں کی نسل پرستی،عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث،کفارہ اور مصلوبیت مسیح ایسے موضوعات ہیں جن پر محققانہ معلومات فراہم کی گئی ہے۔(76)

i۔اہل کتاب کا غلو

غلو کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں:

''یہاں اہل کتاب سے مراد عیسائی ہیں اور غلو کے معنی ہیں کسی چیز کی تائید وحمایت میں حد سے گزر جانا۔یہودیوں کا جرم یہ تھا کہ وہ مسیح کے انکار اور مخالفت میں حد سے گزر گئے اور عیسائیوں کا جرم یہ ہے کہ وہ مسیح کی عقیدت ومحبت میں حد سے گزر گئے۔(77)

ii۔کلمہ کی وضاحت:

کلمہ عیسائی علم کلام کی اساس ہے۔جس کی وضاحت مولانا یوں فرماتے ہیں:

''اصل میں لفظ کلمہ استعمال ہوا ہے۔مریم کی طرف کلمہ بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مریم کے رحم پر یہ فرمان نازل کیا کہ کسی مرد کے نطفے سے سیراب ہوئے بغیر حمل کا استقرار قبول کر لے۔عیسائیوں کو ابتداً مسیح کی پیدائش بےپدر کا یہی راز بتایا گیا تھا مگر انہوں نے یونانی فلسفہ سے گمراہ ہوکر پہلے لفظ کلمہ کو کلام یا نطق (Logos) کا ہم معنی سمجھا پھر اس کلام ونطق سے اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت کلام مراد لے لی۔پھر یہ قیاس قائم کیا کہ اللہ کی اس ذاتی صفت نے مریم کے بطن میں داخل ہوکر وہ جسمانی صورت اختیار کی جو مسیح کی شکل میں ظاہر ہوئی۔اس طرح عیسائیوں میں مسیح کی الوہیت کا فاسد عقیدہ ہوا اور اس تصور نے جڑ پکڑی کہ خدا نے خود اپنے آپ کو یا اپنی ازلی صفات میں سے نطق وکلام کی صفات کو مسیح کی شکل میں ظاہر کیا۔''(78)

iii۔عقیدہ تثلیث کی وضاحت

عقیدہ تثلیث کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں:

''یعنی تین الٰہوں کے عقیدے کو چھوڑ دو خواہ وہ کسی شکل میں بھی تمہارے اندر پایا جاتا ہو۔حقیقت یہ ہے کہ عیسائی بیک وقت توحید کو بھی مانتے ہیں اور تثلیث کو بھی۔مسیح کے صریح اقوال جو اناجیل میں ملتے ہیں ان کی بنا پر کوئی عیسائی اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ خدا بس ایک ہی خدا ہے اور اس کے سوا دوسرا خدا نہیں ہے۔ان کے لئے یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہے کہ توحید اصل دین ہے مگر وہ جو ایک غلط فہمی ابتدا میں ان کو پیش آ گئی تھی کہ کلام اللہ نے مسیح کی شکل میں ظہور کیا اور روح اللہ نے اس میں حلول کیا اس کی وجہ سے

انہوں نے مسیح اور روح القدس کی الوہیت کو بھی خداوند عالم کی الوہیت کے ساتھ ماننا خواہ مخواہ اپنے اوپر لازم کرلیا۔ اس زبردستی کے التزام سے ان کے لئے یہ مسئلہ ایک ناقابل حل چیستان بن گیا کہ عقیدہ توحید کے باوجود عقیدہ تثلیث کو اور عقیدہ تثلیث کے باوجود عقیدہ توحید کو کس طرح نباہیں۔ تقریباً 18 سو برس سے مسیحی علماء اسی خود پیدا کردہ مشکل کو حل کرنے میں سر کھپا رہے ہیں۔" (79)

iv۔ عقیدہ کفارہ کی وضاحت

مولانا مودودی نے عقیدہ کفارہ کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے یہاں کفارہ کے عقیدے کی تردید نہیں کی کیونکہ عیسائیوں کے ہاں یہ کوئی مستقل عقیدہ نہیں بلکہ مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دینے کا شاخسانہ ہے اور اس سوال کی ایک صوفیانہ فلسفیانہ توجیہ ہے کہ جب مسیح خدا کا اکلوتا تھا تو وہ صلیب پر چڑھ کر لعنت کی موت کیوں مرا۔ لہٰذا اس عقیدے کی تردید کردی جائے اور اس غلط فہمی کو دور کردیا جائے کہ مسیح سولی پر چڑھائے گئے تھے۔ (80)

اعتراضات تفہیم القرآن

علمائے تفسیر کے اصول تفسیر:

علمائے پاک نے تفسیر کرنے کے بنیادی اصول یہ وضع فرماتے ہیں۔

☆تفسیر الماثور

تفسیر القرآن بالقرآن   تفسیر القرآن بالحدیث   حذف اسانید

☆تفسیر بالرائے:

مولانا مودودی کے مطابق:

"ہمارے نزدیک قرآن کے الفاظ سے زائد کوئی مطلب لینا چار ہی صورتوں میں درست ہوسکتا ہے۔ یا تو قرآن ہی کی عبارت میں اس کے لئے کوئی قرینہ موجود ہو۔ یا قرآن میں کسی دوسرے مقام پر اس کی طرف کوئی اشارہ ہو یا کسی صحیح حدیث میں اس اجمال کی شرح ملتی ہو یا اس کا کوئی قابل اعتبار ماخذ ہو۔ جہاں ان میں سے کوئی چیز بھی نہ ہو وہاں محقق بطور خود ایک قصہ تصنیف کرکے قرآن کی عبارت میں شامل کردینا ہمارے نزدیک درست نہیں۔" (81)

مولانا مودودی نے اپنے بیان کردہ اصول سے ہی نہیں بلکہ ماقبل مفسرین کے اصول وقواعد سے بہت سی جگہوں پر انحراف کیا ہے اور تفہیم القرآن میں ان کی تفردات بکثرت ہیں۔

i۔ وقت سحری

وکلو واشربو حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر .(82)

"تیز راتوں کو کھاؤ پیو۔ یہاں تک کہ تم کو سیاہی شب کی دھاری سے سپیدہ صبح کی دھاری نمایاں نظر آ جائے۔

وقت سحری کے بارے میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔

"آج کل لوگ سحری اور افطار دونوں کے معاملے میں شدت احتیاط کی بنا پر کچھ بے جا تشدد برتنے لگے ہیں مگر شریعت نے ان دونوں اوقات کی ایسی حد بندی نہیں کی کہ چند سیکنڈ یا چند منٹ ادھر ادھر جانے سے آدمی کا روزہ خراب ہو جاتا ہے۔ سحر میں سیاہی شب سے سپیدہ سحر کا نمودار ہونا اچھی خاصی گنجائش اپنے اندر رکھتا ہے اور ایک شخص کے لئے یہ بالکل صحیح ہے کہ اگر عین طلوع فجر کے وقت اس کی آنکھ کھلی ہو تو جلدی سے اٹھ کر کچھ کھا پی لے۔"(83)

اس کے بعد مولانا حدیث نبویؐ کا سہارا لیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص سحری کھا رہا ہو اور اذان کی آواز آ جائے تو فوراً نہ چھوڑ دے بلکہ اپنی حاجت بھر کھا لے۔"(84)

مولانا کی تشریح سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اذان فجر کے بعد سحری کھانے کی گنجائش ہے۔ جبکہ احادیث کا مطلب اس کے برخلاف ہے۔

حقیقت یہ ہے اس جگہ مودودی صاحب سے فہم حدیث میں کوتاہی ہوتی ہے کیونکہ حضورؐ کے زمانے میں تہجد کی بھی اذان کا طریقہ تھا اور پھر جب صبح صادق ہو جاتی تو پھر دوبارہ اذان فجر دی جاتی تھی۔ جس اذان کا مودودی صاحب حدیث میں ذکر فرماتے ہیں اس سے اذان تہجد مراد ہے نہ کہ اذان فجر۔(85)

اس تشریح کی تائید چند احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

عن عائشہ ان رسولؐ قال لا یمنعکم اذان بلال عن سحورکم فانه ینادی بلیل فکلو واشربو حتی تسمع ابن ام مکتوم فانه لا یوذون حتی یطلع الفجر۔(86)

اس سے مراد ہوا کہ اس سے مراد اذان فجر نہیں ہے بلکہ ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

لایغرنکم نداء بلال وھذا البیاس حتی یتفجر الفجر۔(87)

ایک دوسری روایت میں ہے۔

عن انسؓ قال فسحرنا مع رسول اللہ ثم قمنا الی الصلوۃ قال انس قلت لیزید کم کان قدر بین الاذان والسحور قال قدر خمسین آیة۔(88)

شاید مولانا کی نظر سے یہ احادیث نہ گزری ہوں گی۔

2۔ واقعہ نمرود کی تشریح

الم تر الذی حاج ابراهیم فی ربه ان اله الله الملک اذ قال ابراهیم ربی الذی یحیی و

یمیت قال انا احی و امیت. (89)

''کیا تم نے اس شخص کے حال پر غور نہیں کیا جس نے ابراہیم سے جھگڑا کیا تھا جھگڑا اس بات پر کہ ابراہیم کا رب کون ہے اور اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو حکومت دے رکھی تھی جب ابراہیم نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے تو اس نے جواب دیا زندگی اور موت میرے اختیار میں ہے۔

مولانا اسی آیت پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''نمرود کا دعویٰ خدائی بھی اسی دوسری قسم کا تھا۔ وہ اللہ کے وجود کا منکر نہ تھا۔ اس کا دعویٰ یہ نہ تھا کہ زمین و آسمان کا خالق اور کائنات کا مدبر وہ خود ہے۔'' (90)

حالانکہ اسی آیت میں قرآن نے نمرود کے خدائی دعوے کو بیان فرمایا ہے۔ ''انا احی وامیت''۔

3۔ سلطان مبین کی وضاحت

و اتینا موسی سلطاناً مبینا. (90)

''اور ہم نے موسیٰ کو صریح فرمان عطا کیا''

سلطان مبین سے مراد وہ احکام ہیں جو حضرت موسیٰ کو تختیوں پر لکھ کر دیے گئے تھے۔ (92)

سورۃ اعراف میں اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

''تبرکات جو ان صندوق میں رکھے ہوئے تھے ان سے مراد پتھر کی وہ تختیاں ہیں جو طور سینا پر حضرت موسیٰ کو دی گئی تھیں اس کے علاوہ توریت کا اصل نسخہ بھی اس میں تھا جسے حضرت موسیٰ نے خود لکھوا کر بنی اسرائیل کے سپرد کیا تھا۔'' (92)

دوسرے مفسرین ''سلطان مبین'' سے مراد وہ نبی کی خاص شان میں لیتے ہیں جس سے مخلوق ان کے حکم میں آجاتی ہے۔ (93)

شاہ عبدالقادر ''سلطان مبین'' سے مراد ''غلبہ صریح'' لیتے ہیں۔ (94)

4۔ سجدۂ تلاوت

ان الذین عند ربک لایستکبرون عن عبادتہ ویسبحونہ ولہ یسجدون (95)

''جو فرشتے تمہارے رب کے حضور تقرب کا مقام رکھتے ہیں وہ کبھی اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں آ کر اس کی عبادت سے منہ نہیں موڑتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اس کے آگے جھکے رہتے ہیں''

اس آیت کے تحت مولانا لکھتے ہیں:

''سجدہ تلاوت کے لئے جمہور (علماء) اپنی شرائط کے قائل ہیں۔ جو نماز کی شرطیں ہیں یعنی باوضو ہونا، قبلہ رخ ہونا اور نماز کی طرح سجدہ میں زمین پر سر رکھنا۔ لیکن جتنی احادیث سجود تلاوت کے باب سے ہم کو ملی

ہیں ان میں کہیں ان شرطوں کے لئے دلیل موجود نہیں ہے۔ ان سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آیت سجدہ سن کر جو شخص جہاں جس حال میں ہو جھک جائے خواہ باوضو ہو یا نہیں۔ استقبال قبلہ ممکن ہو یا نہیں، خواہ زمین پر سر رکھنے کا موقع ہو یا نہ ہو"۔(96)

حالانکہ ابن عمر کا فتویٰ یہ ہے:

"لایسجد الرجل الاھو طاھر (97)

5۔عصائے موسیٰ اور سحر

واحینا الی موسی ان الق عصاک فاذھی تلقف مایا فکون فوقع الحق وبطل ماکانو یعلمون۔ (98)

ہم نے موسیٰ کو اشارہ کیا کہ پھینک اپنا عصا۔ اس کا پھینکنا تھا کہ آن کی آن میں وہ ان کے جھوٹے طلسم کو نگلتا چلا گیا۔ اس طرح جو حق تھا وہ حق ثابت ہوا اور جو کچھ انہوں نے بنا رکھا تھا وہ باطل ہو کر رہ گیا۔

اس آیت مبارکہ کی تشریح میں مولانا لکھتے ہیں:

"یہ گمان کرنا صحیح نہیں کہ عصا ان لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گیا جو جادوگروں نے پھینکی تھیں اور سانپ، اژدھے بن کر نظر آ رہی تھیں۔ قرآن جو کہ رہا ہے وہ یہ ہے کہ عصا نے سانپ بن کر ان کے طلسم فریب کو نگلنا شروع کر دیا جو انہوں نے تیار کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سانپ جدھر جدھر گیا وہاں سے جادو کا اثر کافور ہوتا چلا گیا جس کی بدولت لاٹھیاں اور رسیاں سانپ کی طرح لہراتی نظر آ رہی تھیں اس کی ایک گردش میں جادوگروں کی ہر لاٹھی لاٹھی اور ہر رسی رسی بن کر رہ گئی۔"(99)

اس اقتباس اور سورۃ طہٰ میں مودودی صاحب کی رائے یہی ہے کہ عصائے موسیٰ نے سانپ بن کر جادو کے اثر کو رفع کیا جبکہ لاٹھیاں اور رسیاں بدستور اپنی جگہ برقرار رہیں۔

نگلنے کا معنی قرآن سے یہی ثابت ہے کیونکہ "تلقف" کے معنی حقیقی جلدی سے کسی چیز کو نگل جانے کے آتے ہیں۔"

"فوقع الحق وبطل" "بطل" سے بھی یہی ثابت ہے کہ جو چیز سامنے تھی وہ اپنی اصل ہی کے اعتبار سے ختم ہو گئی۔ اس کا وجود بھی برقرار نہ رہا۔(100)

مفسرین اس کی مزید تشریح اس طرح کرتے ہیں:

فقال السحرۃ لو کان ھذا سحر البقیت حبالنا وعصیاً (101)

یہاں تو جادوگروں کے جادو کا اثر تو ختم ہو ہی گیا تھا بلکہ ان کی لاٹھیاں اور رسیاں بھی سرے سے غائب ہو گئی تھیں اور ان کا نام ونشان نہ رہا۔

6۔سود اور اس کی بیماریاں واقعہ احد کے تناظر میں:

یا ایھا الذین امنو تاکلو الربو اضعافا مضعفة، و اتقو الله لعلکم تفلحون. (102)

''اے لوگوں جو ایمان لائے ہو یہ بڑھتا چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو امید ہے فلاح پاؤ گے''

اس آیت کی تفسیر میں مولانا فرماتے ہیں:

''احد کی شکست کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ مسلمان عین کامیابی کے موقع پر مال کی طمع سے مغلوب ہو گئے اور اپنے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے بجائے غنیمت لوٹنے میں لگ گئے۔''

آگے فرماتے ہیں:

''سود خواری جس سوسائٹی میں موجود ہوتی ہے اس کے اندر سود خواری کی وجہ سے دو قسم کے اخلاقی امراض پیدا ہوتے ہیں سود لینے والوں میں حرص، طمع، بخل اور خود غرضی اور سود دینے والوں میں نفرت، غصہ اور بغض و حسد وغیرہ۔ احد کی شکست میں ان دونوں قسم کی بیماریوں کا کچھ نہ کچھ حصہ شامل تھا۔''(103)

قرآن مجید میں واقعہ احد کے حوالے سے ان بیماریوں کا کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ اشارہ ہے۔

7۔ فرشتوں کی جنگ

اذ یوحی ربک الی الملائکة انی معکم فثبو الذین امنو سالقی فی قلوب الذین کفر والرعب فاضربو فوق الاعناق و اضربو کل بنان.''(104)

اور وہ وقت جب تمہارا رب فرشتوں کو اشارہ کر رہا تھا کہ ''میں تمہارے ساتھ ہوں تم اہل ایمان کو ثابت قدم رکھو۔ میں ابھی ان کافروں کے دلوں میں رعب ڈالے دیتا ہوں۔ پس تم ان کی گردنوں پر ضرب اور جوڑ جوڑ پر چوٹ لگاؤ۔

اس کی تاویل مولانا یوں فرماتے ہیں:

''جو اصولی باتیں ہم کو قرآن کے ذریعے سے معلوم ہوئی ہیں ان کی بنا پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ فرشتوں سے قتال کا یہ کام نہیں لیا گیا ہوگا کہ وہ خود حرب و ضرب کا کام کریں بلکہ شاید اس کی یہ صورت ہوگی کہ کفار پر جو ضرب مسلمان لگائیں وہ فرشتوں کی مدد سے ٹھیک بیٹھے اور کاری لگے۔''(105)

یہاں فرشتوں کے قتل کفار سے مولانا نے انکار کیا ہے حالانکہ اس سلسلے میں متعدد روایات ہیں۔(106)

8۔ عصمت حضرت یوسف پر تنقید

قال جعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ العلیم (107)

(یوسف نے کہا) ملک کے خزانے میرے سپرد کیجئے میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں۔

اس کی وضاحت میں مولانا فرماتے ہیں:

''یہ محض وزیر مالیات کے منصب کا مطالبہ نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگ (مفسرین راقم) سمجھتے ہیں بلکہ یہ

ڈکٹیٹر شپ کا مطالبہ تھا۔(108)وہ قریب قریب وہی پوزیشن تھی جو اس وقت اٹلی میں مسولینی کو حاصل ہے۔''(109)

یہاں انبیاء میں سے ایک نیک پاکباز صالح پیغمبر کو مخلوق خدا کے ایک ظالم کافر انسان سے تشبیہہ دی گئی ہے۔

9۔حقیقت خضر

فوجدا عبدا من عبادنا اتیناہ رحمۃ من عندنا و علمناہ من لدنا علما۔ (110)

وہاں انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور اپنی طرف سے ایک خاص علم عطا کیا تھا۔

مولانا اس کی تفسیر میں حضرت خضر کی انسانیت سے انکار کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''پس نبی کا یہ ارشاد کہ انہوں نے ایک مرد کو پایا حضرت خضر کے انسان ہونے پر صریح دلالت نہیں کرتا اس کے بعد ہمارے لئے اس پیچیدگی کو رفع کرنے کی صرف یہی ایک صورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم خضر کو انسان نہ مانیں''(111)

علامہ ابن کثیر دمشقی (المتوفی 774ھ) لکھتے ہیں:

ھذا سھو الخضر علیہ السلام کمادلت علیہ الاحادیث الصحیۃ (112)

دوسری بات یہ کہ اگر خضر انسان نہیں فرشتے تھے تو انہوں نے کھانا کیوں طلب فرمایا۔

حتی اذا اتیاھل قریۃ استطعما اھلھا (113)

''یہاں تک کہ ایک بستی میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا۔ حالانکہ جب حضرت ابراہیم کے پاس فرشتے خوشخبری لے کر آئے تو ان کے کھانا نہ کھانے کی بناء پر حضرت ابراہیم نے ان کو پہچانا کہ وہ فرشتے ہیں۔

ولقدجاء ت رسلنا ابراھیم بالبشری قالو سلما۔ قال سلم فما لبث ان جاء بعجل حنیذ۔ فلما را ایدیھم لاتجعل الیہ نکرھم منھم خیفۃ قالو لاتخف ان ارسلنا الی قوم لوط۔ (114)

جمہور علماء کا فیصلہ یہ ہے:

والصحیح انہ نبی جزم بہ جماعۃ وقال الثعلبی ھو نبی علی جمیع الاقوال (الی قولہ) و حزم بہ ابن الجوزی فی کتابہ (115)

ابن جوزی جیسا آدمی جو ذرا ذرا سی بات پر جرح کرتا ہے وہ بھی حزم کے ساتھ کہہ دے کہ حضرت خضر نہ صرف انسان تھے بلکہ نبی بھی تھے۔

مولانا نے جس حدیث کا حوالہ دیا اس کے الفاظ یہ ہیں:

اذ جاءه رجل فقال يعلم مكان رجل اعلم منك (116)

اس حدیث میں کوئی قرینہ ہے کہ جس سے ثابت ہو کہ رجل سے مراد غیر انسان ہے اس واقعہ کی ابتداء یہ ہے۔

و اتيناه رحمة من عندنا و علمنه من لدنا علما. (117)

اس جگہ ''رحمۃ'' سے مراد مفسرین نے ''نبوت'' سے لی ہیں۔ (118)

10۔ فہم قرآن میں مودودی کے نزدیک معیار حدیث

اس سلسلے میں مولانا مودودی لکھتے ہیں:

''کوئی روایت جو رسول کی طرف منسوب ہو اس کی نسبت کا صحیح و معتبر ہونا بجائے خود زیر بحث ہوتا ہے آپ کے نزدیک ہر اس روایت کو حدیث رسول مان لینا ضروری ہے جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں۔ ہم سند کی صحت کو حدیث کے صحیح ہونے کی لازمی دلیل نہیں سمجھتے۔ ہمارے نزدیک سند کسی حدیث کی صحت معلوم کرنے کا واحد ذریعہ نہیں۔ بلکہ وہ ان ذرائع میں سے ایک ہے جن سے کسی روایت کے حدیث رسول ہونے کا ظن غالب حاصل ہوتا ہے''(119)

اس عبارت میں مولانا مودودی نے اپنا موقف متعین کر لیا ہے کہ وہ محدثین کے مقابلہ میں اپنی ایک مستقل حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے مطابق تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے قرآن و سنت کی تعلیم نہ دی جائے۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

''قرآن و سنت کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر و سنت کے پرانے ذخیروں سے نہیں ان کے پڑھانے والے ایسے ہونے چاہئیں جو قرآن و سنت کے مغز کو پا چکے ہیں۔''(120)

مولانا مودودی اس ضمن میں فہم قرآن کے لئے تفسیر کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

''قرآن کے لئے تفسیر کو حاجت نہیں ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے جس نے بنظر غائر قرآن کا مطالعہ کیا ہو اور جو بہ طرز جدید قرآن پڑھنے اور سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہو۔''(121)

مولانا کے مطابق قرآن فہمی کا بہترین طریقہ یہ ہے:

''قرآن کو پوری طرح سمجھنے کی بہترین صورت صرف یہ ہو سکتی ہے کہ اس کا خواہشمند پہلے تو یہ سمجھے کہ یہ الہام اس پر نازل ہو رہا ہے اور پھر وہ یہ سمجھ کر پڑھے کہ وہ خود اس کلام کو نازل کر رہا ہے اور میں نے قرآن کو سمجھنے کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔''(122)

یہاں پر مولانا قرآن فہمی کے لئے حدیث کو حتمی معیار نہیں سمجھتے جب کہ علم تفسیر کی چوتھی شرط حدیث کا جاننا ہے۔ ظاہر قرآن فہمی کے لئے ایک مفسر کو علم حدیث پر جب تک مہارت تامہ نہ حاصل ہو اس کے لئے قرآن کا افہام تفہیم نہ صرف یہ کہ دشوار ہے بلکہ ناممکن ہے۔

الرابع تعیین مبہم وتبیین مجمل و سبب نزول و نسخ و یوخذ ذلک من علم الحدیث. (123)

لیکن مولانا مودودی کا نقطۂ نظر یہ ہے۔

''یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے کہ بخاری میں جتنی احادیث درج ہیں ان کے مضامین کو بھی جوں کا توں بلا تنقید قبول کر لینا چاہئے اس سلسلے میں یہ بات جان لینی ہے کہ کسی روایت کے سنداً صحیح ہونے کے لئے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا نفس مضمون بھی ہر لحاظ سے صحیح اور جوں کا توں قابل قبول ہو'' (124)

مسلمانوں کے نزدیک احادیث کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کے نزدیک حدیث صحیح وہ ہے جو معتبر راویوں کی پوری احتیاط و دیانتداری کے ساتھ، سند متصل کے نقل ہوئی اور جس کے راویوں اور خود اس روایت میں کوئی عیب اور نقص (علت وشذوذ) نہ ہو''(125)

مولانا نے اپنے اس قول کے برعکس تفہیم القرآن میں متعدد جگہ حدیث صحیح کو ترک کر کے اپنی رائے اور تحقیق کو مستند مانا ہے اور بعض جگہوں پر صحیح حدیث کو ترک کر کے بائبل کی عبارت کو ترجیح دی ہے۔

جبکہ اناجیل اربعہ کے متعلق مولانا عبدالماجد دریابادی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''جہاں تک اناجیل اربعہ کا سوال ہے (جو عہد جدید کہی جاتی ہیں) تو ان کا معاملہ عہد عتیق سے بھی گیا گزرا ہے۔ اس کی تدوین اور انکے مولفین کے بارے میں بڑی پیچیدگیاں اور دشواریاں اور شک وشبہ پایا جاتا ہے اور ان کے اور حضرت مسیحؑ کے درمیان ایک بڑی خلیج حائل ہے۔ جس کا پاٹنا اور جسے عبور کرنا کسی بھی محقق اور مورخ کے امکان میں نہیں رہ گیا ہے۔''(126)

مولانا ابوالحسن ندوی انجیلوں کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یہ انجیلیں مسلمانوں کے دوسرے اور تیسرے درجہ کے مجموعہ ہائے حدیث وسنن کا استناد اور اعتماد و اعتبار بھی نہیں رکھتیں چہ جائے کہ وہ صحاح ستہ کے برابر ہوں۔ اس لئے کہ یہ کتابیں اپنے مولفین سے رسول اللہؐ تک مسلسل اور متصل سند اور سلسلہ رکھتی ہیں۔''(127)

خود مولانا مودودی تحریف بائبل کا اعتراف کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

''بائبل میں جو چار انجیلیں قانونی اور معتبر قرار دے کر شامل کی گئیں ہیں ان میں سے کسی کا لکھنے والا بھی حضرت عیسیٰؑ کا صحابی نہ تھا اور ان میں سے کسی نے یہ دعویٰ بھی نہیں کیا تھا کہ اس نے حضرت عیسیٰؑ کے صحابیوں سے حاصل کردہ معلومات اپنی انجیل میں درج کی ہیں ان کا کوئی حوالہ انہوں نے نہیں دیا ہے کہ جس سے یہ پتہ چل سکے کہ راوی نے آیا خود وہ واقعات دیکھے اور وہ اقوال خود سنے یا ایک یا چند واسطوں

سے یہ باتیں اسے پہنچی ہیں۔" (128)

مگر اس اعتراف حقیقت کے باوجود مولانا نے تفہیم القرآن میں بائبل کے صفحے نقل کئے ہیں جن کا محرف ہونا اس حقیقت سے ثابت ہے۔ دوسری طرح احادیث شریفہ کو رد کیا ہے جن پر محدثین نے بڑی محنت سے چھان بین کی ہے۔

تفہیم القرآن میں احادیث پر تنقید

تفہیم القرآن میں مولانا مودودی نے جہاں احادیث پر عدم اعتماد کا اظہار کیا اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

☆ جنگ بدر کی احادیث پر جرح

1۔ سورۃ انفال کے حاشیہ 4 میں غزوہ بدر کے متعلق سیرت و مغازی کی روایت پر نقد و جرح فرمائی ہے۔ (129)

2. التائبون العبون الحمدون السائحو .... (130)

ترجمہ: اللہ کی طرف بار بار پلٹنے والے، اس کی بندگی بجالانے والے، اس کی تعریف کے گن گانے والے، اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے ....

مفسرین نے السائحون کی تفسیر میں الصائمون روزہ رکھنے ..... کی تاویل و روایت کو اہمیت دی ہے جبکہ مولانا اس جگہ آزاد ترجمانی کرتے ہوئے السائحون کی تشریح "اس کی خاطر گردش کرنے" سے لی ہے۔ مزید تفسیر میں فرماتے ہیں:

"یہاں سیاحت سے مراد محض گھومنا پھرنا نہیں بلکہ ایسے مقاصد کے لئے زمین میں نقل و حرکت کرنا ہے جو پاک اور بلند ہوں جن میں اللہ کی رضا مطلوب ہو۔ مثلاً اقامت دین کے لئے جہاد، کفر زدہ علاقوں سے ہجرت، دعوت دین، اصلاح خلق اور طلب علم صالح اور مشاہدہ آثار الٰہی اور تلاش رزق حلال۔" (131)

3. اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیھم (132)

ترجمہ: کیا ان لوگوں کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا تمام روایات و اسناد کی تردید کرتے ہوئے اس بات کا مدلل اعلان کرتے ہیں کہ حضورؐ ناخواندہ تھے اور لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ اس ضمن میں وہ صلح حدیبیہ سے متعلق ساری احادیث کی تردید فرماتے ہیں جو اس بارے میں ہیں کہ حضورؐ نے معاہدہ لکھتے ہوئے رسول اللہ کا لفظ کاٹ کر محمد بن عبداللہ لکھا تھا۔

لہٰذا اس بات کی بھی تردید فرماتے ہیں کہ حضورؐ وفات سے پہلے لکھنے پڑھنا جان چکے تھے کہ وہ سنداً ضعیف روایات ہیں۔ (133)

4. والقینا علی کرسیه جسداً ثم اناب (134)

ترجمہ: "اور سلیمان کو بھی ہم نے آزمائش میں ڈالا اور اس کی کرسی پر ایک جسد لاکر ڈال دیا۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا تمام احادیث اور روایات کی نفی فرماتے ہوئے تفسیر بالرائے سے ایک مختلف ہی تاویل پیش فرماتے ہیں۔ (135)

5۔ سورۃ الدھر کے زمانہ نزول کے متعلق حضرت علیؓ کی نذر اور خیرات والی حدیث/ روایت کو عقل کے منافی سمجھتے ہیں اور اس کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ (136)

حرفِ آخر

مولانا مودودی ایک کثیر الجہت شخصیت تھے۔ انہوں نے بطور مفسر عصر حاضر کو فہم قرآن کا ایک نیا اسلوب اور منہاج عطا کیا۔ عصر حاضر میں اسلام کی تعلیمات کو سمجھنے اور عمل پیرا ہونے کے لئے نئے مکتبہ فکر کا آغاز کیا۔ انہوں نے اسلام کے سیاسی، معاشی، معاشرتی واخلاقی اور تہذیبی موضوعات پر موثر لٹریچر فراہم کیا۔ انہوں نے 120 سے زائد کتب لکھیں اور ان میں سب سے منفرد اور نمایاں تفہیم القرآن کی تالیف ہے۔ جس کو مکمل ہونے میں تیس سال کا عرصہ درکار رہا۔ انہوں نے تفہیم القرآن کی تفسیر کے ذریعے قرآن کو ایسے طریق زندگی کے طور پر پیش کیا جو پوری ہمہ گیریت کے ساتھ عہد جدید پر منطبق ہو سکے۔ انہوں نے روایتی مذہبی طبقہ اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی اس خلیج کو پر کیا جو کہ علامہ اقبالؒ کا خواب تھا۔ انہوں نے اجتہادی بصیرت کے ساتھ اسلامی فکر کے اساسی اصولوں کو جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے پیش کیا۔

مولانا مودودی نے تفہیم القرآن کے ذریعے عام تعلیم یافتہ انسان کو قرآن فہمی میں غور وفکر اور تدبر کی راہ دکھلائی انہوں نے آزادتر جمانی کی مدد لیتے ہوئے قاری کے ذہن میں موجود تمام شک وشبہ کو رفع کیا اور شعور عبدیت کا نیا احساس پیدا کیا۔

مولانا مودودی کے مطابق قرآن ایک زندہ جاوداں کتاب ہے جو ہر دور میں تحریک برپا رکھتا ہے اور نظریاتی ملت کی بنیاد بنتا ہے۔ گویا تفہیم القرآن تحریک اسلامی کا صحیفہ ہدایت بن گئی ہے۔

تفہیم القرآن کا اسلوب بیان نہایت موثر اور سادہ و رواں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تفہیم القرآن اردوئے مبین کا شاندار نمونہ ہے۔ تفہیم القرآن میں اجتہادی بصیرت اور فقہی مسائل میں اعتدال وتوازن کے جابجا نمونے دیکھے جا سکتے ہیں۔ نیز ضعیف اور اسرائیلی روایات کا ناقدانہ جائزہ لیا گیا ہے۔ کلامی مسائل اعتدال وتوازن سے نظر ڈالی گئی ہے۔ تفہیم القرآن میں عصری علوم اور فکر جدید کے مطابق قرآن کی تشریح وتفسیر کی گئی ہے۔ تفہیم القرآن کو جس اعتبار سے تمام معاصر تفاسیر میں ایک امتیازی شان حاصل ہے وہ فکری اصلاح ہے۔ سید مودودی نے جدید سیاسی، معاشرتی اور معاشی اصول وقواعد اور افکار وکلیات پر جرح وتنقید کر کے اسلام کے سیاسی، معاشرتی اور معاشی اصولوں کی تشریح وتوضیح اس انداز سے کی ہے کہ ان تصورات کی صداقت سے انکار ممکن نہیں تفہیم القرآن میں مستشرقین ومتحرفین کے گمراہ کن تاویلات کی کڑی جانچ پڑتال کی گئی ہے۔ غرض جدید دور میں تفہیم القرآن کی تالیف اسلام کی جامعیت اور ابدیت کا موثر ابلاغ ہے قرآن فہمی کی نئی راہ ہے۔ اسلام کا کوئی طالب علم اس کی فیض یابی سے محروم نہیں رہ سکتا۔

حوالہ جات

1۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، چوہدری عبدالرحمن عبد، اسلامک پبلیکیشنز

2۔ سید مودودی بحیثیت مفسر، ڈاکٹر خالد علوی، الفیصل ناشران کتب

3۔ ایضاً

4۔ صدی کا سالار اعلیٰ، مضمون از پروفیسر شریف المجاہد، جسارت میگزین 28-22 ستمبر 2013ء

5۔ مولانا مودودی مفکر، مصلح اور مدبر، پروفیسر خورشید احمد ماہنامہ ترجمان القرآن مئی 2004ء

6۔ قرآن کی چار بنیادی اصطلاحات، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامک پبلیکیشنز طبع سوم 2000ء

7۔ مقدمہ تفہیم القرآن، جلد اول

8۔ ایضاً

9۔ ایضاً

10۔ ایضاً

11۔ سید مودودی بحیثیت مفسر، ڈاکٹر خالد علوی

12۔ مقدمہ تفہیم القرآن، جلد اول

13۔ ایضاً

14۔ تفہیم القرآن ایک عصری عمرانی تفسیر، سید محمد علی ایازی، ترجمان القرآن مئی 2004ء

15۔ مقدمہ تفہیم القرآن۔ جلد اول

16۔ سید مودودی کا تفسیری اسلوب، پروفیسر الیف الدین ترابی، ترجمان القرآن مئی 2004ء

17۔ ایضاً

18۔ تفہیم القرآن ایک عصری عمرانی تفسیر، سید محمد علی ایازی، ترجمان القرآن مئی 2004ء

19۔ سید مودودی کا تفسیری اسلوب۔ پروفیسر الیف الدین ترابی، ترجمان القرآن مئی 2004ء

20۔ ایضاً

21۔ ایضاً

22۔ ایضاً

23۔ ایضاً

24۔ ایضاً

25۔ ایضاً

26۔ ایضاً

27۔ تفہیم القرآن۔ ج 6۔ سورۃ التکاثر۔ حاشیہ 1

28۔ تفہیم القرآن۔ ج 6۔ سورۃ الرحمٰن۔ حاشیہ 12

29۔ تفہیم القرآن۔ ج 6۔ سورۃ الفیل۔ پس منظر

30۔ تفہیم القرآن۔ ج 4۔ سورۃ الاحزاب۔ تفسیر

31۔ سید مودودی کا تفسیری اسلوب۔ پروفیسر الیف الدین ترابی۔ ماہنامہ ترجمان القرآن جون 2004ء

32۔ ایضاً

33۔ رسائل و مسائل۔ ج 1۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ اسلامک پبلیکیشنز۔ ص 235

34۔ ایضاً۔ ج 1۔ ص 244

35۔ سورۃ بقرہ۔ آیت 229

36۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ بقرہ۔ حاشیہ 250

37۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ بقرہ۔ حاشیہ 251

38۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ بقرہ۔ حاشیہ 251

39۔ ایضاً

40۔ الھدایہ۔ باب الخلع۔ ص 158

41۔ الھدایہ۔ باب الطلاق۔ ج 2۔ ص 127

42۔ سورۃ بقرہ۔ آیت 230

43۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ۔ ج 2۔ ص 132

44۔ ایضاً

45۔ الھدایہ۔ ج 2۔ ص 380۔ ابن ماجہ۔ کتاب النکاح۔ باب المحلل والمحلل لہ۔ ج 1/ ص 266

46۔ الھدایہ۔ ج 2۔ ص 380

47۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ۔ ج 4۔ ص 80

48۔ ایضاً

49۔ ایضاً

50۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ بقرہ۔ حاشیہ 230

51۔ تفہیم القرآن۔ ج 3۔ سورۃ النور۔ حاشیہ 2۔ ص 340

52۔ سورۃ طٰہٰ۔ آیت 14

53۔ ابوداؤد۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ فی النعل۔ 427/1 ابن ماجہ۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ فی النعال۔ 330/1

54۔ ایضاً

55۔ تفہیم القرآن۔ ج 3۔ سورۃ طٰہٰ۔ حاشیہ 7۔ ص 89

56۔ ایضاً

57۔ سورۃ بقرہ 238

58۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ بقرہ۔ حاشیہ 263

59۔ روح المعانی۔ البقرہ۔ ج 2۔ آیت 238

60۔ سورۃ بقرہ۔ آیت 34

61۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ بقرہ۔ حاشیہ 47

62۔ سورۃ بقرہ۔ آیت 35

63۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ بقرہ۔ حاشیہ 48

64۔ ایضاً = = حاشیہ 49

65۔ سورۃ بقرہ۔ آیت 143

66۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ البقرہ۔ حاشیہ 144

67۔ سورۃ النساء۔ آیت 3

68۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ النساء۔ حاشیہ 5

69۔ سورۃ البقرہ۔ آیت 61

70۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ بقرہ۔ حاشیہ 79

71۔ سید مودودی بحیثیت مفسر۔ ڈاکٹر خالد علوی

72۔ سورۃ ص۔ آیت 34

73۔ تفہیم القرآن۔ ج 4۔ سورۃ ص۔ حاشیہ 36

74۔ سورۃ المائدہ۔ آیت 35

75۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ المائدہ۔ حاشیہ 59

76۔ سید مودودی بحیثیت مفسر۔ ڈاکٹر خالد علوی

77۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ النساء۔ حاشیہ 211

78۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ النساء۔ حاشیہ 212

79۔ ایضاً = = = حاشیہ 215

80۔ ایضاً۔ = = = حاشیہ 216

81۔ تفہیم القرآن۔ ج 4۔ سورۃ ص۔ حاشیہ 35۔ ص 334

82۔ سورۃ البقرہ۔ آیت 187

83۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ البقرہ۔ حاشیہ 194

84۔ ایضاً

85۔ تفسیرات تفہیم۔ مفتی عزیز الرحمٰن۔ بجنوری زمزم پبلیکیشنز کراچی 2000ء ص 55

86۔ صحیح بخاری شریف۔ ج 1۔ باب الاذان۔ حدیث 403

87۔ معجم الکبیر۔ الامام الطبرانی۔ ج 7۔ رقم 981

88۔ الجامع المسلم۔ الامام مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ رقم 47

89۔ سورۃ بقرہ۔ آیت 258

90۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ بقرہ۔ حاشیہ۔ 291

91۔ سورۃ النساء۔ آیت 153

92۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ النساء۔ حاشیہ 184

☆92۔ تفہیم القرآن۔ ج2۔ سورۃ الاعراف۔ حاشیہ 101

93۔ تفسیر حقانی المعروف فتح المنان۔ ج2۔ سورۃ النساء۔153

94۔ تفسیر موضح القرآن سورۃ النساء۔153

95۔ سورۃ الاعراف۔ 206

96۔ تفہیم القرآن۔ ج2۔ سورۃ الاعراف۔ حاشیہ 157

97۔ مسند ابن ابی شیبہ لامام یعقوب بن شیبہ البصری المتوفی 206ھ۔ کتاب الطہارۃ، دارالفکر۔

98۔ سورۃ الاعراف۔ آیت 117،118

99۔ تفہیم القرآن۔ ج2۔ سورۃ الاعراف حاشیہ 90

100۔ لغات القرآن۔ ج2۔ ص36

101۔ تفسیر بیضاوی۔ ج2۔ روح المعانی ج2

102۔ سورۃ البقرہ۔ آیت 130

103۔ تفہیم القرآن۔ ج1۔ سورۃ البقرہ۔ حاشیہ 98،99

104۔ سورۃ الانفال۔ آیت 12

105۔ تفہیم القرآن۔ ج2۔ سورۃ الانفال۔ حاشیہ 10

106۔ صحیح بخاری شریف۔ ج2۔ کتاب المغازی۔ رقم 479 مترجم۔ علامہ وحید الزمان۔ اسلامی کتب خانہ

107۔ سورۃ یوسف۔ آیت 55

108۔ مسولینی۔ اٹلی کا مشہور حکمران فسطائی جماعت کا لیڈر، 1921ء کو اقتدار میں آنے کے بعد ہمسایوں سے مختلف علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔
(انقلاب عالم محمد نعیم صدیقی ص29)

109۔ تفہیمات۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ ج2۔ ص122۔ طبع پنجم

110۔ سورۃ الکہف۔ آیت 65

111۔ تفہیم القرآن۔ ج3۔ سورۃ الکہف حاشیہ 60

112۔ تفسیر ابن کثیر۔ الامام حافظ عماد الدین ابن کثیر۔ متوفی 774۔ سورۃ الکہف 65

113۔ سورۃ الکہف۔ آیت 77

114۔ سورۃ ہود۔ آیت 69،70

115۔ عینی شرح بخاری۔ ج1۔ ص17

116۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج3۔ الکہف 65

117۔ سورۃ الکہف 65

118۔ تفسیر مظہری۔ مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ ج7۔ الکہف 65، دارالاشاعت کراچی

119۔ رسائل و مسائل۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ ج1۔ ص290

120۔ تنقیحات۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ ص126

121۔ ایضاً = = = ص212

122۔ نوائے پاکستان۔ ص4۔ کالم6۔ 4 ستمبر 1955 اخبار دعوت دہلی۔ ج11

123۔ روح المعانی۔ ج1۔ ص6

124۔ رسائل ومسائل۔ ج2۔ ص44

125۔ مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔ مجلس نشریات اسلام کراچی 1401ھ

126۔ تفسیر ماجدی۔ مولانا عبدالماجد دریابادی

127۔ مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی۔ ص128

128۔ تفہیم القرآن۔ ج5۔ الصف۔ حاشیہ4۔ ص467

129۔ تفہیم القرآن۔ ج2۔ سورۃ انفال۔ حاشیہ4

130۔ سورۃ التوبہ۔ آیت 122

131۔ تفہیم القرآن۔ ج2۔ سورۃ التوبہ۔ حاشیہ 109

132۔ سورۃ العنکبوت۔ آیت 51

133۔ تفہیم القرآن۔ ج3۔ سورۃ العنکبوت۔ حاشیہ 91

134۔ سورۃ ص۔ آیت 34

135۔ تفہیم القرآن۔ ج4۔ سورۃ ص۔ حاشیہ 36

136۔ تفہیم القرآن۔ ج6۔ سورۃ دہر۔ شان نزول

تفسیرِ قرآن میں کتبِ سابقہ سے اخذ و استدلال کے اسالیب

محمد خبیب / ڈاکٹر محمد عبداللہ

Methods of Derivation in Tafsir-al-Quran from the Previous Revealed Books.

The Holy Quran leads human beings to the right path and especially addresses the followers of previous books. Holy Quran cites previous heavenly books on various aspects. The Holy Quran's such act proves that inspite of various fluctuations in these books, there are still some evidences that can make the facts clear the effective mode of inviting others followers is that Quranic verse's explanation and commentary should be made from theirs heavenly books so that it is acceptable to them. The Quranic verses which cite other heavenly book's orders, situations and incidents, should be made argumentative from their books only. while making such verses argumentative with previous heavenly books, the Quranic Explanator should keep in view some certain modes. For instance, the predictions in their books about Holy Prophet (P.B.U.H) should be explained, plagiarised situations and events should be rectified, charges levelled against prophets should be rejected and finally the fluctuations made in previous heavenly books

should be pin pointed. The eloquence and Maturity of Quranic words and their supremacy should be made clear in comparison with previous Heavenly books. The objections levelled upon Quran should be rejected by giving arguments from their books. Quranic easiness and fortunes should be made clear in connection with previous heavenly books. By preaching describing pure 'Oneness' to the doubted followers From contradictory statements of heavenly books, chance should be provided to them to surrender before Quran by providing them satisfied information. The authors explained methodes of derivations with solid examples.

نسل انسانی کی رشد و ہدایت کے لیے جہاں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کا سلسلہ جاری کیا وہیں ان پر مختلف اوقات میں کتب وصحائف بھی نازل فرمائے۔ تاکہ انبیاء کرام ہر قوم میں انہی کی زبان میں تشریح و توضیح کر سکیں۔ یہ کتب وصحائف ایک لحاظ سے قرآن مجید کے لیے نزول تمہید کے ہیں اور قرآن مجید ان سب کا جامع ہے۔ اگرچہ قرآن حکیم نے ان کتب کے لیے ہدایت اور نور جیسے الفاظ بھی استعمال فرمائے ہیں لیکن یہ کتب اپنے ماننے والوں کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ چنانچہ قرآن میں ہی اللہ تعالیٰ نے سابقہ امم کی رہنمائی کے لیے اپنی طرف سے نازل کردہ کتب کا تذکرہ فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰةَ وَ الْاِنْجِیْلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ. (۱)

اس سے پہلے وہ انسانوں کی ہدایت کے لیے تورات اور انجیل نازل کر چکا ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے پہلے انسانوں کے لیے دین کی بنیادی چیزیں مقرر فرمائی تھیں ویسے ہی مسلمانوں کے لیے بھی قرآن مجید کو منبع رشد و ہدایت قرار دیا اور ساتھ ہی اس کی عملی تعبیر و تشریح کے لیے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ حضور اکرمؐ نے ان پر عمل پیرا ہونے والوں کو گمراہ نہ ہونے کی نوید سنائی فرمایا:

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ. (۲)

گمراہی سے بچنے کا ذریعہ دو ہی چیزیں قرار دی گئیں وہ قرآن اور اس کی تعبیر و تشریح یعنی سنت رسول ہیں۔ قرآن امت محمدیہ کے لیے رشد و ہدایت کا منبع ہے۔ اسی لیے ہر دور میں قرآن مجید کے اجمال اور مبہمات کی تفسیر و توضیح کے لیے کوششیں کی گئیں۔ صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

قرآن پاک کی بعض آیات مبارکہ اہل اسلام کو یہود و نصاریٰ کے علماء، تورات، زبور اور انجیل کی طرف رجوع کی دعوت

دیتی ہیں تاکہ ایسے حقائق کا پتہ چلایا جا سکے جو سابقہ کتب سماویہ میں ہیں اور قرآن نے بھی ان کی وضاحت کی ہے لیکن اہل کتاب ان سے آنکھیں چرائے ہوئے ہوئے ہیں یا پھر انکار کیے بیٹھے ہیں ایسے حقائق سے متعلق ان سے سوال کیا جائے یا ان کی کتب سے ان کے سامنے دلائل واضح کیے جائیں تاکہ یہ دلائل ان کی ہدایت کا ذریعہ بن سکیں یا پھر ان پر حجت قائم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ۔(۳)

اور ہمارے ان نبیوں سے پوچھو! جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا کہ کیا ہم نے سوائے رحمان کے اور معبود مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے؟

انبیاء کرام سے سوال کرنے کا مطلب، انبیاء کرام کی کتب سے سوال کرنا ہے۔ جیسا کہ ابوزکریا یحیٰ بن زیاد الدیلمیؒ لکھتے ہیں:

أن یسأل أهل التوراة والانجیل، فإنهم إنما یخبرونه عن کتب الرسل التی جاءوا بها، فإذا سأل الکتب فکأنه سأل الأنبیاء.(۴)

یعنی تورات وانجیل کا علم رکھنے والوں سے سوال کرے، کیوں کہ وہ اسے رسولوں کی انہی کتابوں سے جواب دیں گے جو وہ لے کر آئے تھے۔ لہٰذا جب اس نے کتب سے سوال کیا تو گویا اس نے انبیاء کرام سے سوال کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنھما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَلِّغُوا عَنِّی وَلَوْ آیَةً، وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِی إِسْرَائِیلَ وَلَا حَرَجَ، وَمَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.(۵)

میرا پیغام لوگوں تک پہنچاؤ اگر چہ ایک بات ہی کیوں نہ ہو، بنی اسرائیل سے بیان کرو اور اس میں کوئی حرج نہیں، جس نے جان بوجھ کر میرے متعلق جھوٹ بولا اسے اپنا ٹھکانا دوزخ بنالینا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کئی مقامات پر سابقہ صحف سماویہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور حضورؐ کے فرامین بھی اسی بات پر دلالت کرتے ہیں بخلاف اس کے کہ تورات وانجیل میں تحریف ہو چکی ہے لیکن قرآن کریم کا ان کتب کا حوالہ دینا یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کتب میں ان باتوں کے شواہد اب بھی موجود ہیں جن سے حقائق واضح ہو سکتے ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو قرآن کبھی ان کتب کا حوالہ نہ دیتا، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ونبوت، تمام انبیا کی اساس توحید، اہل کتاب کی کتب سماویہ میں تحریف وتبدل وغیرہ کے متعلق قرآن میں حوالہ دیا گیا ہے۔ تفسیر قرآن میں تورات وانجیل کی ان آیات کو اہل کتاب پر حجت کے قیام، استشہاد اور استدلال کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا تفسیر قرآن میں بائبل سے اخذ واستدلال کے لیے دائرہ کار، نوعیت اور اسلوب کا تعین ضروری ہے۔ زیر نظر مقالہ میں ان اسالیب پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

ا۔ قرآن میں مذکور سابقہ کتب مقدسہ کے حوالہ جات کو مدلل کرنا

عبدالحق حقانی "تفسیر حقانی" میں رقمطراز ہیں:

قرآن مجید میں اکثر جگہ تورات وانجیل وزبور وصحف ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کا ذکر آیا ہے اور ان کی مدح اور تصدیق اور کتاب الٰہی ہونا بیان کیا ہے، اور بعض مضامین کا حوالہ ان کی طرف دیا ہے۔(۶)

ایک اسلوب یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تورات، زبور اور انجیل کا حوالہ دیا ہے وہاں وہ حقائق تحریف وتبدل کے باوجود بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہوں گے، ورنہ قرآن کا ان کتب میں موجود ہونے کا حوالہ دینا بے معنی ہے اور اگر ان حوالہ جات کی اصل تک مفسر قرآن نہ پہنچے تو تفسیر کا حق ادا ہوگا نہ اس تفسیر کا مطالعہ کرنے والے کی تشفی، جیسے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے سامری کے فریب میں آکر شرک میں مبتلا ہونے والی قوم کا کوہ طور سے واپسی پر محاسبہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے معافی کی اپیل کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے معتبر آدمیوں سمیت کوہ طور پر بلا کر زلزلہ کے شدید جھٹکوں سے ہلایا تو موسیٰ نے اپنے رب سے نہایت دردمندی سے التجا کی تو اللہ تعالیٰ موسیٰ سے مخاطب ہوئے:

> قَالَ عَذَابِيٓ أُصِيبُ بِهِۦ مَنْ أَشَآءُ ۖ وَرَحْمَتِى وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَٱلَّذِينَ هُم بِـَٔايَـٰتِنَا يُؤْمِنُونَ ☆ ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ٱلرَّسُولَ ٱلنَّبِىَّ ٱلْأُمِّىَّ ٱلَّذِى يَجِدُونَهُۥ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِى ٱلتَّوْرَىٰةِ وَٱلْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَىٰهُمْ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَـٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ ٱلْخَبَـٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَٱلْأَغْلَـٰلَ ٱلَّتِى كَانَتْ عَلَيْهِمْ.(۷)
>
> جواب میں ارشاد ہوا سزا تو میں جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں مگر میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اسے میں ان لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے، زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے، جو لوگ ایسے نبی امی کی اتباع کریں گے جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات وانجیل میں لکھا ہوا ملے گا، وہ انہیں نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا اور ان کے لیے پاک چیزیں حلال کرے گا اور ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہرائے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اتارے گا جو ان پر لدے ہوں گے اور وہ بندشیں کھولے گا جن میں وہ جکڑے ہوں گے۔

ان آیات مبارکہ نے تورات اور انجیل میں موجود جس مکتوب کا حوالہ دیا ہے، اور تورات وانجیل کے متضاد بیانات سے تذبذب کا شکار اہل کتاب کو پورے یقین اور جرأت کے ساتھ پیغام قرآن پہنچانے کے لیے ضروری ہے کہ تورات اور انجیل سے قرآن کا یہ حوالہ مدلل کیا جائے۔ یہود و نصاریٰ کو انہی کی مذہبی کتب سے قرآن کے اس حوالہ کی وضاحت کے ساتھ دین اسلام کی طرف مائل کیا جاسکتا ہے۔ سابقہ صحف سماویہ میں بہت سارے مقامات پر شواہد اب بھی موجود ہیں۔

مثلاً بنی اسرائیل کو موسیٰ کا خطاب تورات میں ان الفاظ میں درج ہے:

خداوند تمہارا خدا تمہارے لیے تمہارے اپنے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی بات ضرور سننا۔(۸)

حضرت موسیٰ سے پہلے آنے والے انبیاء نے بھی بنی اسرائیل کو یہ بشارت دی ہوئی تھی اور وہ لوگ آپس میں ایسی باتوں کا اعادہ بھی کرتے رہتے تھے۔ حضرت موسیٰ نے اپنے خطاب کے دوران ان کی اس بات کو خداوند کی زبانی درست قرار دیتے ہوئے فرمایا:

اور خداوند نے مجھ سے کہا وہ جو کہتے ہیں ٹھیک ہی کہتے ہیں ، میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور وہ انہیں وہ سب کچھ بتائے گا جس کا میں اسے حکم دوں گا۔ اگر کوئی شخص میرا کلام جسے وہ میرے نام سے کہے گا نہ سنے گا تو میں خود اس سے حساب لوں گا۔(۹)

تورات کی کتاب استثنا میں ایک اور مقام پر مندرج ہے:

خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر ظاہر ہوا ، اور کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا ، وہ جنوب سے اپنی پہاڑی ڈھلانوں میں سے لاتعداد مقدسوں کے ساتھ آیا۔(۱۰)

قدسیوں کی تعداد بائبل کے قدیم تمام نسخوں میں دس ہزار ہے لیکن جدید اردو نسخوں میں سے کسی میں دس لاکھ، کسی میں لاکھوں اور کسی میں لاتعداد کر دی گئی ہے، لیکن E.S.V اور R.S.V بائبل میں اب بھی دس ہزار ہی ہیں:

He come from the ten thousand of Holy ones.

آپ کی نبوت اور ختم نبوت کے متعلق حضرت داؤد کے ایک نغمے میں مندرج ہے۔

میں تیری یاد کو پشت در پشت قائم رکھوں گا اس لیے قومیں ابد الآباد تک تیری ستائش کریں گی۔(۱۱)

زبور کے لفظ 'ستائش' کی وضاحت کرتے ہوئے عبدالماجد دریابادیؒ لکھتے ہیں:

ستائش ہی کو عربی میں حمد کہتے ہیں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاف ترجمہ ہے ستودہ کا۔(۱۲)

سیدنا مسیحؑ کی حضور کے متعلق پیشین گوئی انجیل متی میں ان الفاظ میں درج ہے:

یسوع نے ان سے کہا کیا تم نے پاک کلام میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ کام خداوند نے کیا ہے اور ہماری نظر میں تعجب خیز ہے؟ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور ان لوگوں کو جو پھل لائیں گے دے دی جائے گی اور جو کوئی اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا لیکن جس پر یہ گرے گا اسے پیس کر رکھ دے گا۔(۱۳)

انجیل یوحنا میں حضور کے متعلق حضرت عیسیٰ کے فرامین اس طرح بیان ہوئے ہیں:

اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔۔۔۔ اب میں تم سے اور زیادہ باتیں نہیں کروں گا کیونکہ اس دنیا کا سردار آ رہا ہے۔(۱۴)

مجھے تم سے اور بھی بہت کچھ کہنا ہے مگر ابھی تم اسے برداشت نہ کر پاؤ گے لیکن جب وہ روح حق آئے گا تو وہ ساری سچائی کی طرف تمہاری رہنمائی کرے گا وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا بلکہ تمہیں صرف وہی بتائے گا جو وہ سنے گا اور مستقبل میں پیش آنے والی باتوں کی خبر دے گا۔(۱۵)

انجیل برنباس میں واضح طور پر آمد مصطفیٰ اور صفات مصطفیٰ کا تذکرہ ہے، چند اقتباسات پیش خدمت ہیں:

کیونکہ تمام انبیاء نے جن کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار ہے جن کو کہ اللہ نے دنیا میں بھیجا۔ انہوں نے معموں میں تاریکی کے ساتھ باتیں کی ہیں لیکن عنقریب میرے بعد تمام نبیوں اور پاک آدمیوں کی روشنی آئے گا تب وہ تمام نبیوں کے اقوال کی تاریکی پر نور چمکائے گا کیوں کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔(۱۶)

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک نبی جب وہ آتا ہے تو وہ فقط ایک ہی قوم کے لیے اللہ کی رحمت کی نشانی اٹھا کر لاتا ہے اور اسی وجہ سے ان انبیاء کا کلام اس قوم سے آگے نہیں بڑھا جس کی جانب وہ بھیجے گئے تھے لیکن رسول اللہ جب آئے گا اللہ اس کو وہ چیز عطا کرے گا جو کہ اس کے ہاتھ کی انگشتری کی مانند ہے، پس وہ زمین کی ان تمام قوموں کے لیے اخلاص اور رحمت لائے گا جو کہ اس کی تعلیم کو قبول کریں گی اور عنقریب وہ ظالموں پر ایک زور کے ساتھ آئے گا اور بتوں کی عبادت کو مٹا دے گا کہ شیطان ذلیل وخوار ہوگا۔ کیونکہ اللہ نے ابراہیم سے ایسا ہی وعدہ کیا ہے اور کہا: تو دیکھ کہ میں تیری نسل سے تمام زمین کے قبیلوں کو برکت دوں گا اور جس طرح کہ تو نے اے ابراہیم بتوں کو توڑ کر پارہ پارہ کر دیا ہے ویسے ہی تیری نسل کرے گی۔ یعقوب نے جواب دیا اے استاد ہم کو بتا کہ یہ عہد کس سے کیا گیا ہے۔۔۔۔ تحقیق یہ عہد اسمٰعیل کے ساتھ کیا گیا ہے نہ کہ اسحٰق کے ساتھ۔(۱۷)

بے شک اگر موسیٰ کی کتاب سے حق محو نہ کیا گیا ہوتا تو اللہ ہمارے باپ داؤد کو دوسری کتاب کبھی نہ دیتا۔ اور اگر داؤد کی کتاب نہ بگاڑ دی گئی ہوتی تو اللہ اپنی انجیل میرے حوالے نہ کرتا۔ اس لیے کہ پروردگار ہمارا معبود غیر متغیر ہے اور البتہ اس نے ایک ہی پیغام تمام انسانوں کے لیے کہا ہے پس جب رسول اللہ آئے گا وہ اس لئے آئے گا کہ ہر اس چیز کو جسے میری کتاب میں سے بدکاروں نے خراب کر دیا ہے اسے پاک کرے۔(۱۸)

اسی بنا پر قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل حضورؐ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ ھُمْ وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ.(۱۹)

درج بالا بحث سے یہ بات پایہ ثبوت پہنچتی ہے کہ دوران تفسیر ایسی آیات جن کا قرآن نے کتب سابقہ میں موجود ہونے کا حوالہ دیا ہے وہاں سے اخذ واستدلال اور استشہاد کیا جائے اور یہ اسلوب استدلال اہل اسلام کے لیے اطمینان کا باعث اور اہل کتاب کے لیے ہدایت کی طرف رہنمائی کا باعث ہے۔

۲۔ مسخ شدہ حالات وواقعات کی تصحیح

تفسیر قرآن کے دوران کتب سابقہ سے اخذ واستدلال کرتے ہوئے دوسرا اسلوب یہ مدنظر رکھنا چاہیے کہ بائبل کی ہر وہ

بات جو قرآن وسنت سے ٹکراتی ہے وہ فرامین الٰہی "یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ مِنْم بَعْدِ مَوَاضِعِه" اور "یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْهِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ" کے روشنی میں "وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ" کے تحت غیر درست ہے۔ مثلاً اہل اسلام کا غیر متزلزل ایمان ہے کہ ہر نبی معصوم ہوتا ہے لیکن اگر کتب سابقہ عقیدہ "عصمت انبیاء" کے منافی کوئی بات کرتی ہیں تو اس آیت کو کلام الٰہی قرار نہیں دیا جا سکتا جیسے کتب سابقہ میں حضرت نوحؑ، حضرت لوطؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ وغیرہم پر مختلف قسم کے الزامات عائد کیے گئے ہیں، حضرت اسماعیلؑ کی بجائے حضرت اسحٰقؑ کو ذبیح اللہ کہا گیا ہے، یہاں استدلال کا جواز صرف ایک صورت میں بنتا ہے کہ کتب سابقہ کی ایسی آیات کی صریح الفاظ میں وضاحت کی جائے۔

اس اسلوب کی روشنی میں کتب سابقہ نے جن واقعات کو مسخ کر دیا، قرآن کی تفسیر وتوضیح میں سابقہ صحف سماویہ سے استدلال کر کے ان کی تصحیح کی جا سکتی ہے، جس سے کتب سابقہ کے متضاد بیانات سے متذبذب اہل کتاب کو اطمینان بخش معلومات فراہم کر کے قرآن کے آگے سپر انداز ہونے کا موقع فراہم کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا کتب سابقہ کا ایک تحریف شدہ واقعہ کتب سابقہ ہی کی روشنی میں دیکھتے ہیں جس میں یہود نے ذبیح اللہ کی اولاد کا شرف حاصل کرنے کے لیے حضرت اسماعیلؑ کی جگہ حضرت اسحاقؑ کا نام داخل کر دیا لیکن تورات کی ایک دوسرے مقامات پر بول بول کر بتاتی ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاقؑ نہیں بلکہ حضرت اسماعیلؑ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ☆ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ☆ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ☆ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ☆ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ☆ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ☆ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ☆ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ☆ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ☆ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ☆ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ☆ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ☆ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ☆ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ (۲۰)
>
> ابراہیمؑ نے کہا: میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں وہی میری رہنمائی کرے گا۔ اے پروردگار مجھے ایک بیٹا عطا کر جو صالحوں میں سے ہو۔ ہم نے اس کو ایک حلیم لڑکے کی بشارت دی۔ وہ لڑکا جب اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو ابراہیم نے اس سے کہا۔ بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب تو بتا، تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: ابا جان جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے، اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔ آخر کار جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا تو ہم نے ندا دی کہ اے ابراہیم! تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر

> اس بچے کو چھڑا لیا اور اس کی تعریف وتوصیف ہمیشہ کے لیے بعد کی نسلوں میں چھوڑ دی، سلام ہے ابراہیم پر، ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا اور ہم نے اسحاق کی بشارت دی جو نبی ہونے والا تھا نیکوکاروں میں سے۔

تورات میں ذبیح اللہ حضرت اسحٰقؑ ہی تھے لیکن یہ واقعہ بھی تحریف وتبدیل کا شکار ہوا۔ اولاد ذبیح اللہ کا شرف پانے کے لالچ میں تورات میں کچھ مقامات پر نام تو تبدیل کر دیے لیکن نشانات اور شواہد چھوڑ گئے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل ہیں۔ تورات سے اخذ واستدلال کرکے اس اہم تاریخی واقعہ کو روز روشن کی طرح عیاں کیا جا سکتا ہے جس سے تورات کی تحریف اور قرآن کی سچائی کھل کر سامنے آجاتی ہے اور اہل کتاب کو دلائل کے ساتھ قرآن کے سامنے سر جھکانے کا موقع فراہم کیا جا سکتا ہے۔ تورات کا بیان اس طرح ہے:

> خدا نے ابرہام کو آزمایا۔ اس نے اس سے کہا: ابرہام! اس نے جواب دیا: میں حاضر ہوں تب خدا نے کہا: اپنے اکلوتے بیٹے اضحاق کو جسے تو پیار کرتا ہے ساتھ لے کر موریاہ کے علاقے میں جا اور وہاں کے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا اسے سوختنی قربانی کے طور پر نذر کر۔(۴۱)

تورات کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت اسحاقؑ کی قربانی مانگی گئی تھی جو حضرت ابراہیم کے اکلوتے فرزند تھے لیکن تورات دوسرے کئی ایک مقامات پر وضاحت کرتی ہے کہ حضرت ابراہیم کے بڑے فرزند حضرت اسماعیلؑ ہیں اور چھوٹے حضرت اسحاقؑ۔ لہٰذا اگر حضرت اسحاقؑ کی قربانی مانگی گئی تھی تو وہ اکلوتے نہ تھے اور کبھی بھی اکلوتے نہ رہے۔ ایک دوسرا مقام ملاحظہ کریں:

> ابرام کی بیوی ساری کی کوئی اولاد نہ ہوئی لیکن اس کی ایک مصری خادمہ تھی جس کا نام ہاجرہ تھا چنانچہ ساری نے ابرام سے کہا خداوند نے مجھے تو اولاد سے محروم رکھا ہے لیکن تو میری خادمہ کے پاس جا شاید اس سے میرا گھر آباد ہو جائے۔۔۔ وہ ہاجرہ کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی۔۔۔۔ خداوند کے فرشتہ نے اس سے یہ بھی کہا کہ تو اب حاملہ ہے اور تیرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا تو اس کا نام اسماعیل رکھنا۔۔۔۔ اور ابرام سے ہاجرہ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا اور ابرام نے اس بیٹے کا نام جو ہاجرہ سے پیدا ہوا تھا اسماعیل رکھا۔ جب ابرام سے ہاجرہ کے ہاں اسماعیل پیدا ہوا تب ابرام چھیاسی برس کا تھا۔(۴۲)

ایک اور مقام پر مندرج ہے:

> ابرہام ننانوے برس کا تھا جب اس کا ختنہ ہوا اور اس کا بیٹا اسماعیل تیرہ برس کا تھا۔ ابرہام اور اس کے بیٹے اسماعیل کا ختنہ اسی دن ہوا۔(۴۳)

حضرت اسحاقؑ، حضرت اسماعیلؑ سے چودہ سال بڑے ہیں۔ تورات میں مذکور ہے:

> جب اس کے ہاں اس کا بیٹا اضحاق پیدا ہوا تب ابرہام سو برس کا تھا۔(۴۴)

تورات کی درج بالا تمام روایات کو دیکھتے ہوئے واضح ہوتا ہے کہ چودہ برس تک حضرت ابراہیم کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ

اکلوتے رہے اور قربانی اکلوتے فرزند کی مانگی گئی ہے تو وہ حضرت اسماعیلؑ ہی ہیں نہ کہ حضرت اسحٰقؑ اور حضرت اسحٰقؑ تو کبھی اکلوتے رہے ہی نہیں۔ یہاں تورات میں تضاد سامنے آتا ہے۔ اب تورات سے ایک اور وضاحت دیکھئے:

تب خداوند نے کہا: اپنے اکلوتے بیٹے اضحاق کو جسے تو پیار کرتا ہے ساتھ لے کر موریا کے علاقے میں جا اور وہاں کے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا، اسے سوختنی قربانی کے طور پر نذر کر۔ دوسرے دن صبح سویرے ابرہام نے اٹھ کر اپنے گدھے پر زین کسا اور اپنے خادموں میں سے دو کو اور اپنے بیٹے اضحاق کو ساتھ لیا۔ جب اس نے سوختنی قربانی کے لیے حسب ضرورت لکڑیاں کاٹ لیں تو وہ اس مقام کی طرف چل دیا جو خدا نے اسے بتایا تھا۔ تیسرے دن ابرہام نے اوپر نگاہ کی اور وہاں سے دور اسے وہ مقام دکھائی دیا۔ اس نے اپنے خادموں سے کہا تم یہیں گدھے کے پاس ٹھہرو اور میں اور یہ لڑکا اوپر جاتے ہیں۔۔۔۔ جب وہ اس مقام پر پہنچے جو خدا نے اسے بتایا تھا تو ابرہام نے وہاں قربان گاہ بنائی اور اس پر لکڑیاں چن دیں پھر اس نے اپنے بیٹے اضحاق کو اس سے باندھ کر قربان گاہ پر لکڑیوں کے اوپر رکھ دیا۔ تب اس نے چھری لی تاکہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے لیکن خداوند کے فرشتے نے آسمان سے اسے پکارا ابرہام، ابرہام! اس نے جواب دیا: خداوند میں حاضر ہوں۔ اس نے کہا: اس لڑکے پر ہاتھ نہ چلا اور اسے کچھ نہ کر۔ اب میں جان گیا کہ تو ایک خدا ترس انسان ہے کیوں کہ تو نے مجھ سے اپنے بیٹے بلکہ اکلوتے بیٹے کو بھی دریغ نہ کیا۔۔۔۔ تیری نسل کے ذریعہ زمین کی سب قومیں برکت پائیں گی کیونکہ تو نے میرا حکم مانا۔ تب ابرہام اپنے خادموں کے پاس لوٹ آیا اور وہ سب بیرسبع کو روانہ ہوئے اور ابرہام بیرسبع میں قیام کرتا رہا۔(۲۵)

تورات کے اس بیان سے پتا چلتا ہے کہ حضرت ابراہیم بیرسبع سے قربانی کے لیے گئے اور قربانی کے بعد بیرسبع کو ہی مستقل مسکن بنائے رکھا۔ اب تورات کا ایک اور بیان ملاحظہ کریں:

صبح سویرے ہی ابرہام نے کچھ کھانا اور پانی کی مشک لے کر ہاجرہ کے کندھے پر رکھ دی اور اسے اس کے لڑکے کے ساتھ وہاں سے رخصت کر دیا اور وہ چلی گئی اور بیرسبع (۲۶) کے بیابان میں اِدھر اُدھر پھرنے لگی۔۔۔۔ لڑکے کو اٹھا لے اور اس کا ہاتھ تھام کیونکہ میں اس سے ایک بڑی قوم پیدا کروں گا تب خدا نے ہاجرہ کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا۔ چنانچہ وہ گئی اور مشک بھر کر لے آئی اور لڑکے کو پانی پلایا۔ وہ لڑکا بڑا ہوتا گیا اور خدا اس کے ساتھ تھا وہ بیابان میں رہتا تھا اور ایک تیر انداز بن گیا، جب وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا تو اس کی ماں نے مصر کی ایک لڑکی سے اس کی شادی کر دی۔(۲۷)

تورات کے ان دونوں بیانات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بیرسبع ہی وہ مقام ہے جہاں سے حضرت ابراہیم اپنے بیٹے کو قربانی کے لیے لے گئے تھے اور مینڈھے کی قربانی کے بعد واپس یہ بیرسبع ہی سکونت اختیار کی۔ تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ بیرسبع ہی رہے ہیں۔ لہٰذا ذبیح اللہ حضرت اسحاقؑ نہیں بلکہ حضرت اسماعیلؑ ہیں۔ اب تورات کی ایک اور عبارت ملاحظہ کریں:

سارہ کی عمر ایک سو ستائیس برس کی ہوئی۔ اس نے ملک کنعان کے قریب اربع (یعنی حبرون) میں وفات پائی اور ابرہام سارہ کے لیے ماتم اور نوحہ کرنے کے لیے وہاں گیا۔(۲۸)

تورات کی اس روایت کے مطابق حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی سارہ کی وفات پر افسوس کے لیے کنعان گئے جس سے پتا چلتا ہے کہ وہ کہیں اور رہتے تھے اور سارہ کے پاس نہیں رہتے تھے۔ اس سے معاملہ صاف دکھائی دینے لگتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ بیر سبع رہتے رہے اور اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کی۔

اس اصول کے ذریعے قرآنی میزان میں آسمانی صحائف کا ارشاد پرکھا جا سکتا ہے تاکہ اہل کتاب پر حق واضح ہو سکے۔ قرآن کی سچائی اور قدیم آسمانی صحائف کے تضادات ان پر واضح ہو سکیں۔ یہ ان پر واضح ہو سکے کہ قرآن محفوظ کلام الٰہی ہے اور سابقہ کتب سماوی پر مہیمن ومحافظ ہے۔ ہر درست بات اپنے اردگرد حقائق کا ایک حصار رکھتی ہے، حق کو باطل سے گڈمڈ کرنے والے حق کے تمام نشانات مٹانے سے قاصر رہ جاتے ہیں، ان کی نگاہوں سے بچ کر محفوظ رہ جانے والے نشانات کو تلاش کر کے تمام آیات واقعات میں تطبیق دے کر حق کو روز روشن کی طرح عیاں کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ قرآنی الفاظ کی بلاغت وفوقیت

قرآن کی بعض آیات کو سمجھنے کے لیے بعض اوقات سابقہ کتب سماویہ بھی معاون ثابت ہوتی ہیں۔ بعض قرآنی آیات کی وضاحت کے لیے تورات وانجیل کی آیات کو سامنے رکھنے سے قرآنی الفاظ کی اہمیت کا بھی اندازہ ہوگا اور دوسری کتب کے مقابلہ میں قرآن کریم کی قدر، عظمت اور بلاغت واضح ہوگی اور لطف بھی دوبالا ہوگا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ. (۲۹)

اور تحقیق ہم نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان ہر چیز کو چھ دن میں پیدا کیا اور ہمیں کچھ بھی تھکاوٹ نہیں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت کرنا کیوں ضروری سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کو اس ساری کاریگری سے کسی قسم کی کچھ بھی تھکان وتھکاوٹ نہ ہوئی۔ اہل اسلام تو کیا مشرکین بھی ایسا عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کام کے بعد تھک جاتے ہیں۔ لیکن قرآنی آیت "وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ" کی اہمیت اور بلاغت اس وقت واضح ہو جاتی ہے جب ہم بائبل میں لکھا ہوا پاتے ہیں:

چھ دن میں خداوند نے آسمانوں کو، زمین کو، سمندر کو اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب بنایا لیکن ساتویں دن آرام کیا۔ (۳۰)

تورات میں ایک اور مقام پر مندرج ہے:

"چھ دن کام کاج کیا جائے لیکن ساتواں دن تمہارے لیے مقدس ہوگا یعنی خداوند کے آرام کا سبت" (۳۱)

اس اسلوب سے وضاحت ہوتی ہے کہ قدیم آسمانی صحائف میں موافقت ہے اور مخالفت بھی۔ موافقت سے اہل کتاب پر حجت قائم ہوتی ہے اور دلی اطمینان کا باعث بھی بنتی ہے۔ سابقہ کتب سماویہ کے ساتھ موافقت ومخالفت کے اس حکم پر قرآنی الفاظ کی بلاغت اور قوت واضح ہوتی ہے۔ قرآن کی بعض آیات کا اصل زور اسی وقت واضح ہوتا ہے جب قرآن کے اس بیان کو سابقہ

صحف سماویہ کے بیانات کے مقابل پر کھا جائے۔"

اسی طرح قوم ثمود پر عذاب خداوندی کے متعلق قرآن کہتا ہے:

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوّٰهَا وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا. (۳۲)

آخر کار ان کے گناہ کی پاداش میں ان کے رب نے ان پر ایسی آفت توڑی کہ ایک ساتھ سب کو پیوند خاک کر دیا اور اسے اپنے اس فیصلے کے انجام سے کوئی خوف نہیں۔

قرآنی الفاظ "وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا" کی بلاغت اس وقت مزید نکھر کے سامنے آتی ہے جب تورات کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اللہ جب ایک کام کرتا ہے تو پھر بعض اوقات اپنے ہی کیے پر نادم ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو اس کے گناہوں کے سبب تباہ کیا اور اللہ کو اپنے کیے پر پچھتانے اور خوف کھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس قادر مطلق کو انسانوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ تورات کے الفاظ یہ ہیں:

خداوند نے دیکھا کہ زمین پر انسان کی بدی بہت بڑھ گئی ہے اور اس کے دل کے خیالات ہمیشہ بدی کی طرف مائل رہتے ہیں۔ خداوند کو افسوس ہوا کہ اس نے زمین پر انسان کو پیدا کیا اور اس کا دل غم سے بھر گیا۔ (۳۳)

خداوند نے دل ہی دل میں کہا میں انسان کے سبب سے پھر کبھی زمین پر لعنت نہ بھیجوں گا۔ حالانکہ اس کے دل کا ہر خیال بچپن ہی سے بدی کی طرف مائل ہوتا ہے اور آئندہ کبھی تمام جانداروں کو ہلاک نہ کروں گا جیسا کہ میں نے کیا۔ (۳۴)

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ أَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ وَ إِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ. (۳۵)

یقیناً یہ قرآن بنی اسرائیل کو اکثر ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہے جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں اور یہ قرآن ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

۴۔ قرآنی آیات پر اعتراضات کے جواب

تفسیر قرآن میں سابقہ صحف سماویہ سے ایک استدلالی اسلوب یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات، مضامین یا زبان وغیرہ کے متعلق اہل کتاب کے اعتراضات کے مدلل ومسکت جوابات دیے جائیں۔ مثلاً قرآن کے آغاز پر ہی یہ اعتراض کیا جاتا "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" میں "رحمٰن" اعلیٰ اور "رحیم" ادنیٰ صفت جو عربی فصاحت اور عام قاعدہ وکلیہ کے خلاف ہے۔ پہلے ادنیٰ اور پھر اعلیٰ صفت ہونی چاہیے تھی۔ جیسے دو چار، آٹھ دس وغیرہ۔ لیکن ایسے اعتراضات کے جوابات انہی کی کتب سے مدلل ہوں تو بات بادلیل اور موثر ہوتی ہے۔ انجیل متی میں اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف ایک مثال ملاحظہ ہو:

لیکن جو اچھی زمین میں بوئے گئے بیج کی طرح ہے وہ کلام کو سنتا اور سمجھتا ہے اور پھل لاتا ہے کوئی سو گنا کوئی ساٹھ گنا اور کوئی تیس گنا۔ (۳۶)

۵۔ قرآنی مجملات کی بغیر تصدیق و تکذیب وضاحت

تورات، زبور، انجیل اور قرآن کے مشترک اخبار و قصص میں کمی بیشی اور اختلاف کے ساتھ ساتھ اسلوب بیان کا بھی واضح فرق ہے۔ موضوع کی مناسبت سے قرآن اخبار و قصص کی صرف نصیحت آموز باتیں بیان کرتا ہے جبکہ کتب سابقہ واقعات کی تفصیل بیان کرتی ہیں۔ قرآن کے مبہم اشارات کی تفصیل اگر سابقہ صحف سماویہ سے لی جائے جو شریعت اسلامیہ کی روح کے خلاف نہ ہو تو تفسیر قرآن میں ان کتب سے اخذ کی اجازت ہے لیکن آیات کی تصدیق و تکذیب کی اجازت نہیں۔ کیوں کہ وہ آیات صدق و کذب دونوں کا احتمال رکھتی ہیں، ممکن ہے ہم ایک آیت کو سچ کہیں اور اللہ کے نزدیک وہ سچ نہ ہو یا ہم اسے جھوٹ کہیں اور خدا کے نزدیک وہ سچ ہو۔

ایسی آیات عقائد و احکام کی بجائے قصص و اخبار پر مشتمل ہیں مثلاً قصہ آدم و ابلیس میں قرآن انسان کی ابتداء کا نظریہ قائم کرتے ہوئے علم کی فضیلت، جنت میں قیام، گناہ کے سرزد ہونے، جنت سے نکلنے اور سچی توبہ پر معافی ملنے پر توجہ مرکوز رکھتا ہے، قطع نظر اس بات سے کہ جنت کہاں واقع ہے؟ آدم و حوا کو جس درخت سے پھل کھانے سے منع کیا گیا وہ کیا تھا اور جنت کے کس مقام پر واقع تھا؟ شیطان نے آدم و حوا کو کیسے بہکایا کہ وہ اس درخت کا پھل کھالیں اور وہ کس بھیس میں آیا، کس کو پہلے گمراہ کیا؟ درخت کا پھل کھالینے کے بعد انہوں نے کس درخت کے پتوں سے اپنا جسم ڈھانپا وغیرہ وغیرہ، لیکن تورات کی پہلی کتاب "پیدائش" کے ابتدائی ابواب میں یہ تفصیلات پوری طرح مذکور ہیں کہ جنت عدن کے مشرق میں واقع تھی، جس درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا تھا اس کا نام "شجرہ حیات" اور وہ جنت کے درمیان واقع تھا۔ شیطان نے سانپ کے بھیس میں حوا کو ورغلایا تھا اور حوا نے حضرت آدم کو وہ پھل کھلا دیا، بے لباس آدم و حوا نے "انجیر" کے درخت کے پتوں کو سی کر اپنے لیے پیش بند بنائے۔ اس جرم پر سانپ کو پیٹ کے بل رینگنے اور مٹی کھانے، عورت کو درد حمل اور خاوند کی محکومی میں زندگی گزارنے، سانپ اور عورت اور انکی نسل کے درمیان عداوت کی سزا سنادی گئی۔

حضرت ابوہریرہؓ نے حضور اکرمؐ سے عرض کیا کہ اہل کتاب تورات کی تلاوت عبرانی اور اس کی تفسیر اہل اسلام کے لیے عربی میں کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضورؐ نے فرمایا:

> لَاتَصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ، وَقُولُوا: آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا.(۳۷)
>
> تم اہل کتاب کی باتوں کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب اور یہ بات کہو کہ ہم اللہ اور اس کے نازل کردہ احکامات پر ایمان لائے۔

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

> لَاتُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ أَيْ إِذَا كَانَ مَا يُخْبِرُونَكُمْ بِهِ مُحْتَمَلًا لِئَلَّا يَكُونَ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ صِدْقًا فَتُكَذِّبُوهُ أَوْ كَذِبًا فَتُصَدِّقُوهُ فَتَقَعُوا فِي الْحَرَجِ وَلَمْ يَرِدِ النَّهْيُ عَنْ تَكْذِيبِهِمْ فِيمَا وَرَدَ شَرْعُنَا بِخِلَافِهِ وَلَا عَنْ تَصْدِيقِهِمْ فِيمَا وَرَدَ شَرْعُنَا بِوِفَاقِهِ.(۳۸)

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اہل کتاب اپنی کتب سے جو باتیں تم کو بیان کرتے ہیں، ان میں احتمال پایا جاتا ہے، ہوسکتا ہے وہ فی الحقیقت سچی ہوں اور تم اسے جھٹلا بیٹھو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ کذب پر مبنی ہوں اور تم اس کی تصدیق کر دو، تو اس طرح تم حرج میں واقع ہو جاؤ لیکن ہم اپنی شریعت کے خلاف بات کو رد کر سکتے ہیں اور اپنے دین سے موافق بات کی تصدیق کر سکتے ہیں:

> فان دلالة هذا الحديث على الجواز اقرب من دلالته على المنع فلم يقل النبى صلى الله عليه وسلّم: لاتسمعوا منهم، و لاقال: و لاتنقلوا عنهم، و انما نهى عن التصديق و التكذيب. (۳۹)

> بلاشبہ اس حدیث کی جواز پر دلالت اس کی ممانعت پر دلالت سے زیادہ قریب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم ان کی کوئی بات نہ سنو، نہ ہی یہ فرمایا کہ تم ان کی کوئی بات نقل نہ کرو۔ بلکہ ممانعت تو انہیں سچا یا جھوٹا کہنے کی ہے۔

۶۔ کتب سابقہ کی حد بندیوں میں قرآنی تیسیر کی وضاحت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ. (۴۰)

> جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان سے وہ بوجھ اتارتے ہیں جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتے ہیں جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔

اس آیت پر ہیچ کرتاری غور و فکر کرتا ہے کہ کون سے بوجھ، حد بندیوں اور بندشوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو اہل کتاب پر تھیں اور حضورؐ لوگوں کو ان حد بندیوں اور بندشوں سے آزاد کرانے آئے تھے۔ مفسر قرآن کے لیے ضروری ہے کہ وہ کتب سابقہ سے ان حد بندیوں اور بندشوں کا ذکر کرے۔ مثلاً کتب سابقہ مطلقہ عورت کو شادی کی اجازت نہیں دیتیں اور شادی کرنے والے کو زنا کا مرتکب قرار دیتیں ہے۔ تورات کی کتاب احبار میں ہے:

> طلاق یافتہ عورتوں سے ہرگز شادی نہ کریں۔(۴۱)

انجیل متی میں ہے:

> جو کوئی اس طلاق یافتہ عورت سے شادی کرتا ہے زنا کاری کا مرتکب ہوتا ہے۔(۴۲)

اسی طرح تورات کے مطابق سبت کا دن عبادت کے لیے مختص ہے لیکن اس دن سے متعلقہ احکام پر عمل پیرا ہونا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ تورات کی کتاب خروج میں ہے:

سبت کے دن کو یاد سے پاک رکھنا۔ چھ دن تک تو محنت سے اپنا سارا کام کاج کرنا لیکن ساتویں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے۔ اس دن نہ تو کوئی کام کرنا، نہ تیرا بیٹا، نہ تیری بیٹی، نہ تیرا نوکر، نہ نوکرانی، نہ تیرے چوپائے اور نہ ہی کوئی مسافر جو تیرے یہاں مقیم ہو۔(۴۳)

ایک اور مقام پر ہے:

لہٰذا سبت کو مانو کیونکہ یہ تمہارے لیے مقدس ہے اور جو کوئی اس کی بے حرمتی کرے وہ ضرور مارڈالا جائے اور جو کوئی اس دن کوئی کام کرے اپنی قوم سے خارج کیا جائے۔(۴۴)

۷۔ قرآن اور سابقہ صحف سماویہ میں مشترک احکامات کی وضاحت

پہلی امتوں پر فرض کیے گئے قرآن کے بیان کردہ احکامات کی تشریح وتوضیح میں کتب سابقہ سے استدلال کیا جاسکتا ہے اور اسے قرآنی آیت کی تصدیق اور اہل کتاب کے لیے دلیل کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قصاص کے احکام ذکر کیے:

> وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ۔(۴۵)
>
> اور ہم نے یہودیوں کے ذمہ تورات میں یہ بات مقرر کردی ہے کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے، پھر جو شخص اس کو معاف کردے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے۔

درج بالا حکم اللہ تعالیٰ نے تورات میں یہود کو دیا۔ تورات کے الفاظ یہ ہیں:

لیکن اگر اسے کوئی اور ضرر پہنچا ہو تو جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، ہاتھ کے بدلے ہاتھ اور پاؤں کے بدلے پاؤں لے لینا، جلانے کے بدلے جلانا، زخم کے بدلے زخم اور چوٹ کے بدلے چوٹ پہنچانا۔(۴۶)

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ۔(۴۷)
>
> ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

زبور کے الفاظ یہ ہیں:

جن کا توکل خداوند پر ہے وہ زمین کے وارث ہوں گے۔(۴۸)

ایک اور مقام پر ذکر ہے:

راستباز ملک کے وارث ہوں گے۔(۴۹)

۸۔قرآن کا کتب سابقہ سے تقابل

قرآن فصاحت و بلاغت سے بھرپور محفوظ اور موثر کتاب ہے لیکن اگر قرآن کے الفاظ کا کتب سابقہ کے الفاظ سے تقابل کریں تو پھر قرآن کے الفاظ کی اہمیت کا مزید اندازہ ہوتا ہے۔ یہاں قرآن اور انجیل میں موجود دعا' کا تقابل کرتے ہیں۔قرآن کی سورت فاتحہ کے الفاظ یہ ہے:

> اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ☆ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ☆ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ☆ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ☆ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ☆ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ☆ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ.(۵۰)
>
> سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا، بدلے کے دن کا مالک ہے۔ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہمیں سیدھی راہ دکھا،ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا،ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کی۔

اب انجیل کی دعا ملاحظہ کریں:

چنانچہ تم اس طرح دعا کیا کرو:اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے،تیرا نام پاک مانا جائے،تیری بادشاہی آئے اور تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو،ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے اور جیسے ہم نے اپنے قرض داروں کو معاف کیا ہے تو بھی ہمارے قرض معاف کردے۔ ہمیں آزمائش میں نہ لا بلکہ برائی سے بچا۔(۵۱)

کہاں رب العالمین کی لامحدود وسعت و ہمہ گیری اور کہاں آسمان پر بیٹھے رہنے والی بعید اور محدود اور پھر باپ جیسی محض مادی تعلق رکھنے والی ہستی !ایک طرف اعلان ہو رہا ہے ہمہ گیر صفات ربوبیت،رحمانیت،رحیمیت اور مالکیت کا اور دوسری طرف ان کی بجائے ذکر ہے صرف زمین پر آسمانی بادشاہت کے آنے کا۔توحید خالص پر جو زور قرآنی عبارت میں،منع عبادت غیر اور منع استعانت بالغیر میں ہے انجیلی دعا میں کہیں اسکا پتہ تک نہیں۔انجیلی دعا میں روٹی کی اس درجہ اہمیت مادیت کی انتہا ہے۔محض برائی سے بچنے کی دعا صراط مستقیم پر قائم رہنے کی نسبت سے کہیں زیادہ ہلکی ہے۔(۵۲)

عبدالماجد دریابادیؒ "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً"(۵۳) کی تفسیر کرتے ہوئے تورات سے تقابل کرتے ہوئے قرآنی الفاظ کی فوقیت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تورات میں اس موقع پر ذکر اس قدر ہے:

خداوند خدا نے زمین پر پانی نہیں برسایا تھا اور نہ زمین پر کوئی انسان ہی تھا جو کاشتکاری کرتا۔لیکن زمین سے کہر اٹھتی تھی جو تمام روئے زمین کو سیراب کرتی تھی۔خداوند نے زمین کی مٹی سے انسان کو بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا اور آدم ذی روح ہو گیا۔(۵۴)

گویا جس طرح سب حیوانات پیدا ہو رہے تھے، ایک "جاندار" آدم بھی پیدا ہو گیا۔ اس کا کام زیادہ سے زیادہ یہ تھا کہ "زمین میں کھیتی" کرے! کہاں یہ اتنا طویل لیکن بے مغز، انسان کو کاشتکاری تک محدود رکھنے والا بیان، اور کہاں قرآن مجید کا باوجود شدت اختصار، انسان کو مرتبہ خلافت الٰہی پر پہنچا دینے والا بلند و جامع اعلان!۔**(۵۵)**

۹۔ کتب سابقہ پر قرآن کی تنقید

کتب سابقہ خاص کر تورات اور انجیل کی حقیقت بیان کرتے ہوئے عبدالحق حقانی " لکھتے ہیں کہ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تصنیف ہوئی، اور کچھ مضامین تورات اصلی کی یادداشت کے طور پر اس میں درج کر کے تورات نام رکھا گیا، تعلمی وہ تورات نہیں ہے، جس کا قرآن میں ذکر ہے۔ اسی طرح وہ کتابیں جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد لوگوں نے تصنیف کی ہیں اور ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات و اقوال کو صحیح و غلط طور پر جمع کر دیا ہے، کہ جس کو اب عیسائی انجیل متی و مرقس و لوقا و یوحنا کہتے ہیں، وہ انجیل نہیں کہ جس کا قرآن میں ذکر ہے۔**(۵۶)**

قرآن پاک کئی ایک مرتبہ واضح کرتا ہے کہ اہل تورات و انجیل نے اپنے انبیاء کے جانے کے بعد ان کی تعلیمات میں تحریف و تبدیل کر دیا اور اس بیان کے لیے مختلف اصطلاحات استعمال کیں مثلاً تحریف، حق اور باطل کا التباس، اخفا، نسیان، کتمان حق، لَیّ لسان یعنی زبان کا ہیر پھیر، تبدیل اور تکذیب وغیرہ۔

کتابت کے متعلق فرمایا:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ.(۵۷)

پس ہلاکت اور تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے شرع کا نوشتہ لکھتے ہیں پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے۔

حق و باطل کے التباس اور کتمان حق کے متعلق فرمایا:

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ.(۵۸)

اے اہل کتاب کیوں حق کو باطل سے مشتبہ کرتے ہو اور جانتے ہوئے حق کی پردہ پوشی کرتے ہو۔

لَیّ لسان اور کذب علی اللہ کے متعلق فرمایا:

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ.(۵۹)

ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب پڑھتے ہوئے اس طرح زبان کا الٹ پھیر کرتے ہیں کہ تم سمجھو کہ وہ جو کچھ پڑھ رہے ہیں وہ کتاب ہی کی عبارت ہے حالانکہ وہ کتاب کی عبارت نہیں ہوتی۔ وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتا، وہ جان بوجھ

کر جھوٹ بات اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

کئی ایک مرتبہ قرآن نے کتب سابقہ میں کی گئی تحریف وتبدیل کا ذکر کیا ہے، تو مفسر قرآن کے لیے ضروری ہے کہ قرآن میں بیان کی گئی ایک ایک اصطلاح کے متعلق سابقہ صحف سماویہ سے تحریف کی نشاندہی کر کے دکھائے مثلاً عذاب نوح کے متعلق تورات کی کتاب پیدائش میں ہے:

چالیس دن تک زمین پر طوفان جاری رہا۔(۶۰)

لیکن تورات ہی میں دوسری جگہ ذکر ہے:

پانی زمین پر ایک سو پچاس دن تک چڑھتا رہا۔(۶۱)

اسی طرح تورات میں حضرت موسیٰ کا غائب کے صیغوں کے ساتھ اور بعد از وفات تذکرہ موسیٰ کے عرصہ بعد غیر لوگوں کے ہاتھوں تورات کے تحریر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً کتاب خروج میں ہے:

اور مصر میں فرعون کے اہلکار اور لوگ خود موسیٰ کا بھی بڑا احترام کرنے لگے تھے۔(۶۲)

اور خداوند کے کہنے کے مطابق خداوند کے خادم موسیٰ نے وہاں موآب میں وفات پائی اور اس نے اسے ملک موآب میں بیت فغور کے مقابل کی وادی دفن کیا لیکن آج کے دن تک کوئی نہیں جانتا کہ اس کی قبر کہاں ہے۔(۶۳)

خلاصہ بحث

قرآن بنی نوع انسان کو راہ حق کی طرف دعوت دیتا ہے اور خاص کر سابقہ صحف سماویہ کے ماننے والوں سے مخاطب ہوتا ہے، کہیں ان پر کی گئی نعمتیں یاد دلاتا ہے، کہیں آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کی کتب میں موجود پیشین گوئیوں کی بابت بتاتا ہے، کہیں سابقہ کتب سماویہ میں کی گئی تحریف کی نشاندہی کرتا ہے، کہیں مسخ شدہ حالات وواقعات کی تصحیح اور انبیاء پر لگائے گئے الزامات کی تردید کرتا ہے، کہیں اہل کتاب کی اپنے ہی اوپر لاگو کی گئی حد بندیوں اور بندشوں سے ان کو رہائی دلانے کی بات کرتا ہے۔ قرآن اہل کتاب کو خالص توحید کی طرف دعوت دیتے ہوئے کہتا ہے:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ.(۶۴)

اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔

اہل کتاب کو دعوت کا موثر اسلوب یہ ہے کہ اہل کتاب سے مخاطب قرآنی آیات کی توضیح وتفسیر اہل کتاب کی ہی کتب سے کی جائے تاکہ وہ اہل کتاب کے لیے قابل قبول ہو۔ قرآن کی وہ آیات جو کتب سابقہ میں موجود احکام اور حالات وواقعات کی نشاندہی کا حوالہ دیتی ہیں، وہ آیات انہیں کی کتب سے مدلل کی جائیں، کتب سابقہ کے تضادات واضح کیے جائیں، بہ نسبت سابقہ

صحف سماویہ پر قرآنی الفاظ کی فصاحت و بلاغت اور فوقیت واضح کی جائے، اہل کتاب کی طرف سے قرآن پر کیے گئے اعتراضات انہیں کی کتب سے استدلال کر کے رد کیے جائیں، کتب سابقہ کی بہ نسبت قرآنی تبیین و تفسیر واضح کی جائے، مسخ شدہ حالات و واقعات کی انہی کی کتب سے صحیح شدہ شکل پیش کر کے کتب سابقہ کے متضاد بیانات سے متذبذب اہل کتاب کو اطمینان بخش معلومات فراہم کر کے قرآن کے آگے سپر انداز ہونے کا موقع فراہم کیا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

ا۔ آل عمران ۳:۳،۴

۲۔ مالک بن انس، الموطا، کتاب القدر، باب النھی عن القول بالقدر، ح: ۳۳۳۸

۳۔ الزخرف ۴۳:۴۵

۴۔ الفراء، یحییٰ بن زیاد الدیلمی، ابو زکریا، معانی القرآن، دار المصریہ للتالیف والترجمۃ، مصر، الطبعۃ الاولیٰ، ج ۳، ص ۳۴

۵۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ح: ۳۴۶۱

۶۔ حقانی، الشیخ ابو محمد عبدالحق، تفسیر فتح المنان (تفسیر حقانی)، الفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۹ء، ۱/۱۴۵

۷۔ الاعراف ۷:۱۵۶،۱۵۷

۸۔ کتاب استثنا ۱۸: ۱۵ نیو اردو بائبل ورژن (NUBV)، انٹرنیشنل بائبل سوسائٹی، یو ایس اے، ۲۰۰۵ء

۹۔ کتاب استثنا ۱۸:۱۷-۱۹

۱۰۔ کتاب استثنا ۳۳: ۲

۱۱۔ زبور ۴۵:۱۷

۱۲۔ دریابادی، عبدالماجد، مولانا، تفسیر ماجدی، پاک کمپنی، ۱۷۔ اردو بازار، لاہور، ص ۳۹۸

۱۳۔ متی ۲۱:۴۲-۴۴

۱۴۔ یوحنا ۱۴: ۱۲،۳۰

۱۵۔ یوحنا 16: ۱۳،۱۴

۱۶۔ انجیل برناباس ۱۷:۲۱-۲۳ ترجمہ محمد حلیم انصاری، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۲۰۰۳ء

۱۷۔ انجیل برناباس ۴۴:۱۳-۳۱

۱۸۔ انجیل برناباس ۱۴۴:۸-۱۱

۱۹۔ البقرۃ ۲:۱۴۶

۲۰۔ الصافات ۳۷:۹۹-۱۱۲

۲۱۔ کتاب پیدائش ۲۲:۱-۲

۲۲۔ ایضاً، ۲۲:۱-۱۹

۲۳_ ایضا، ۱۷: ۲۲-۲۶

۲۴_ ایضا، ۲۱: ۵

۲۵_ ایضا ۲۲: ۱-۱۹

۲۶_ بائبل میں بیر سبع چوبیس مرتبہ آیا ہے اور بطور دو معنی، سات کا کنواں اور حلف کا کنواں استعمال ہوا ہے۔ بیر سبع کے ساتھ بیابان کا لفظ صرف ایک مرتبہ آیا ہے جو کہ کے بیر سبع پر دلالت کرتا ہے جو حضرت ہاجرہ کو صفا اور مروہ کے درمیان پانی کی تلاش میں سات چکروں کے نتیجے میں ملا تھا۔ لہٰذا بیر سبع چاہ زمزم کا نام ہے۔ اور یہ بیر سبع کنعان کے جنوب مغرب میں واقع ہے بیر سبع (حلف کے کنویں) سے مختلف ہے۔ (عبدالستار غوری، ڈاکٹر احسان الرحمن غوری، ذبیح: اسحاق یا اسماعیل، المورد، ۵۱ کے ماڈل ٹاؤن لاہور، ص ۳۰۰)

۲۷_ کتاب پیدائش ۲۱: ۱۴-۲۱

۲۸_ ایضا ۲۲: ۱۹

۲۹_ ق ۵۰: ۳۸

۳۰_ کتاب خروج ۲۰: ۱۱

۳۱_ ایضا ۳۵: ۲-۳

۳۲_ القصص ۲۸: ۱۴، ۱۵

۳۳_ کتاب پیدائش ۶: ۵، ۶

۳۴_ ایضا ۸: ۲۱

۳۵_ النحل ۲۷: ۷۶_۷۷

۳۶_ متی ۱۲: ۲۳

۳۷_ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب تفسیر القرآن باب قولہ آمنا باللہ وما انزل الینا، ح: ۴۴۸۵

۳۸_ العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۷۹، ۸/ ۱۷۰

۳۹_ رمزی نعناعہ، الدکتور، الاسرائیلیات واثرہا فی کتب التفسیر، دار القلم دمشق، دار الضیاء بیروت، ۱۹۷۰ء، ص ۹۵

۴۰_ الاعراف ۷: ۱۵۷

۴۱_ کتاب احبار ۲۱: ۷

۴۲_ متی ۵: ۳۲

۴۳_ کتاب خروج ۲۰: ۸_۱۰

۴۴_ ایضا ۳۱: ۱۴

۴۵_ المائدہ ۵: ۴۵

۴۶_ کتاب خروج ۲۱: ۲۳-۲۶

۴۷_ الانبیاء ۲۱: ۱۰۵

۴۸_ زبور ۳۷: ۹

۴۹_ زبور ۳۷: ۲۹

۵۰_ الجاثیہ ۱: ۱-۷

۵۱۔ متی ۶:۹-۱۳

۵۲۔ تفسیر ماجدی،ص۵

۵۳۔ البقرہ ۲:۳۰

۵۴۔ کتاب پیدائش ۵:۹-۷

۵۵۔ تفسیر ماجدی،ص۱۹

۵۶۔ تفسیر حقانی،۱/۹۹

۵۷۔ البقرہ ۲:۹۷

۵۸۔ آل عمران ۳:۷۱

۵۹۔ آل عمران ۳:۷۸

۶۰۔ کتاب پیدائش ۷:۱۷

۶۱۔ ایضا،۷:۲۴

۶۲۔ کتاب خروج ۳:۱۱

۶۳۔ کتاب استثنا ۳۴:۵،۶

۶۴۔ آل عمران ۳:۶۴

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ اور ضیاء القرآن

سید محمد احمد نقوی قادری
ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

پیر محمد کرم شاہ الازہری (۱۹۱۸۔۱۹۹۸)

پیر محمد کرم شاہ الازہری نسبتاً ہاشمی قریشی اور مسلکاً حنفی ہیں۔ آپ کی ولادت یکم جولائی ۱۹۱۸ء، ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ دوشنبہ کو بعد نماز تراویح بھیرہ شریف میں ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب ۲۱ واسطوں سے حضرت غوث العالمین بہاء الحق ابوذکریا ملتانی سے ملتا ہے۔(۱)

آپ کے جد امجد حضرت امیر شاہ (۱۸۳۷ء۔۱۹۶۷ء) نے آپ کا نام محمد کرم شاہ رکھا۔ آپ کی کنیت "ابوالحسنات" ہے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے محمد امین الحسنات کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے آبائی شہر بھیرہ ضلع سرگودھا میں حاصل کی۔ ۱۹۳۶ء/۱۳۵۵ھ میں گورنمنٹ ہائی اسکول بھیرہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور ساتھ ہی اپنے والد پیر محمد شاہ غازی کے قائم کردہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ میں دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ یہاں آپ نے جن اساتذہ سے اکتساب فیض کیا ان کے اسماء یہ ہیں:
(۱) حضرت مولانا عبدالحمید (۲) مولانا محمد قاسم (۳) مولانا محمد دین بدھوی (۴) مولانا غلام محمود ساکن پپلاں ضلع میانوالی۔(۲)

۱۹۴۰ء/۱۳۵۹ھ میں اورینٹل کالج لاہور میں داخلہ لیا اور فاضل عربی کا امتحان پاس کیا۔ ۶۰۰ میں سے ۵۱۲ نمبر لیکر فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئے اور پورے پنجاب میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔(۳)

علوم عقلیہ ونقلیہ کی فراغت کے بعد دورۂ حدیث کا مرحلہ آیا تو اپنے والد اور مرشد گرامی حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کے درس حدیث میں شریک ہوئے اور ۱۹۴۳ء/۱۳۶۲ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ استاد محترم نے دستار فضیلت حضرت دیوان صاحب آل رسول سید اجمیری سے بندھوائی۔ ۱۹۴۵ء/۱۳۶۴ھ میں پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔

۱۹۵۱ء/۱۳۷۰ھ میں آپ جامعہ ازہر قاہرہ (مصر) گئے۔ وہاں چھ سالہ کورس ساڑھے تین سال کے عرصہ میں مکمل کیا اور ۱۹۵۴ء/۱۳۷۳ھ میں جامعہ کی اعلیٰ اسناد "الشہادۃ العالیہ" اور "تخصص القضاء" حاصل کیں اور امتحان میں جامعہ کے تمام طلبہ میں دوسری پوزیشن پر رہے۔ ازہر میں انہوں نے انیس عبادہ، شیخ محمد البناء، محمد مصطفیٰ شبلی اور احمد زکی جیسے اساتذہ سے اکتساب فیض کیا۔
جامعہ ازہر سے فراغت کے بعد آپ وطن واپس لوٹے اور دارالعلوم محمدیہ رضویہ بھیرہ میں تدریس شروع کی۔ اس کے

علاوہ انہوں نے ۱۹۷۰ء/۱۳۹۰ھ میں ماہنامہ ضیائے حرم کا اجراء کیا۔ وہ بھی تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔

بچپن میں آپ حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی سے بیعت ہوئے اور تحصیل علوم کے بعد خواجہ قمر الدین سیالوی سے تجدید بیعت کی۔ بعدازاں خرقہ خلافت حاصل کیا۔

آپ کے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے طلبہ کو آپ نے قدیم دینی اور جدید عصری علوم کے حسین امتزاج سے ایک نیا نصاب تعلیم تشکیل دیا اور اسے اپنے ادارے میں نافذ کیا۔ طلبہ کو درس نظامی کے ساتھ ساتھ فاضل عربی اور دورہ حدیث کے علاوہ بی اے تک کی تعلیم دی جاتی ہے کیونکہ آپ چاہتے تھے کہ اس ادارہ سے فارغ ہونے والے عالم دین کی دونوں آنکھیں بینا ہوں تاکہ وہ میدان عمل میں پورے اعتماد سے اپنا کردار ادا کر سکے۔ یہ عظیم الشان درسگاہ اپنے ترسٹھ (۶۳) سال پورے کر چکی ہے۔

۱۹۷۷ء/۱۳۹۷ھ میں پاکستان قومی اتحاد کی قیادت کے پرزور اصرار پر این اے ۶۷ سے الیکشن لڑا بعدازاں تحریک نظام مصطفی ۱۹۷۷ء/۱۳۹۷ھ کے سلسلہ میں عدالت نے آپ کو چار ماہ کی قید بامشقت کی سزا سنائی۔ جیل میں آپ نے تفسیر ضیاء القرآن کا کچھ حصہ لکھا۔

آپ کے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ میں آٹھ سو طالب علموں کے لئے دارالاقامہ تعمیر کیا گیا۔ اسی طرح طالبات کیلئے ایک الگ دارالاقامہ تعمیر ہو چکا ہے اور یہ ادارہ آپ نے بنات الاسلام کی تعلیم وتربیت کیلئے مارچ ۱۹۹۰ء/۱۴۱۰ھ میں ''الکلیہ الغوثیہ للبنات'' کے نام سے نیا ادارہ قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اسے بھی قبولیت اور شہرت عطا فرمائی جبکہ اساتذہ کیلئے الگ رہائشی مکانات بنائے گئے ہیں۔ دارالعلوم میں واقع آڈیٹوریم کے سامنے ایک خوبصورت اور وسیع وعریض باغ بنایا گیا ہے۔

تصانیف

حافظ کا قول ہے "یہ قلم ہی ہے جو ہم تک ماضی کا علم پہنچاتا ہے اور آنے والوں کیلئے زمانہ حال کا علم محفوظ کر دیتا ہے" (۴)

آپ علیہ الرحمہ قلم کی اس اہمیت سے پوری طرح واقف تھے۔ اسی لئے آپ نے امت مسلمہ کیلئے بہت سے اپنی قلمی شاہکار اور اپنی تصانیف چھوڑی ہیں۔

ضیاالقرآن

یہ پانچ جلدوں میں ہے، پینتیس سو صفحات پر مشتمل یہ تفسیر انیس سال کی کاوش کا نتیجہ ہے۔

جمال القرآن

تفسیر قرآن کے ساتھ ساتھ آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ بھی کیا ہے اسے "جمال القرآن" کے نام سے الگ سے شائع کر دیا گیا ہے۔

ضیاء النبی

رسول کریم ﷺ کی سیرت پر سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو حکومت پاکستان اور حکومت آزاد جموں کشمیر کی جانب سے پہلا سیرت ایوارڈ بھی دیا گیا۔ (۱۹۹۴ء/۱۴۱۴ھ)

سنت خیر الانام

یہ کتاب انہوں نے اس وقت لکھی جب وہ ۱۳۷۳ھ میں جامعہ ازہر مصر میں زیر تعلیم تھے۔ حدیث پر ایک اچھی کتاب ہے جو ۱۹۵۵ء/۱۳۷۴ھ میں مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی سے طبع ہوئی۔

خدمات

پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات عہد ساز میں دینی وعلمی حوالے سے حسب ذیل خدمات انجام دیں:

- پیر صاحب دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے پرنسپل، ضیاء القرآن پبلی کیشنز ٹرسٹ، لاہور کے صدر اور ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور کے مؤسس، مدیر اعلیٰ اور سرپرست رہے۔ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے ممبر رہے۔ (۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۴ء تک) پھر کمیٹی کے چیئرمین رہے۔
- فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان کے جج رہے۔
- اسلامی یونیورسٹی بہاولپور میں بورڈ آف کورز کے ممبر رہے۔
- اسلامی یونیورسٹی آزاد کشمیر میں ٹیچرز سیلیکشن بورڈ کے چیئرمین رہے۔
- انسٹی ٹیوٹ آف ہائر اسلامک اسٹڈیز میر پور، آزاد کشمیر کے بورڈ آف گورنرز کے ممبر رہے۔
- سنی سپریم کونسل جماعت اہل سنت (پاکستان) کے سرپرست اعلیٰ رہے۔ ۱۹۸۴ء سے ۱۹۹۳ء تک
- صدر پاکستان نے انہیں ستارۂ امتیاز اور مصری صدر حسنی مبارک نے حسن کارکردگی کے میڈل سے نوازا۔ (۵)
- ۱۹۸۰ء۔۱۹۸۲ء سپریم کورٹ آف پاکستان شریعت اپیلیٹ بنچ کے جج رہے۔
- ۱۹۸۱ء۔۱۹۸۶ء قائد اعظم یونیورسٹی سنڈیکیٹ اور سینیٹ کے ممبر رہے۔
- ۱۹۸۱ء۔۱۹۸۵ء فیڈرل بورڈ آف علماء کے ممبر رہے۔
- ۱۹۸۶ء۔۱۹۹۳ء انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد کے ٹرسٹی رہے۔
- ۱۹۸۴ء۔۱۹۹۳ء عالمی دارالمال اسلامی کے سپر وائزری بورڈ کے رکن رہے۔

غیر ملکی دورے

۱۹۷۷ء ورلڈ اسلامک مشن کی دعوت پر آپ نے انگلینڈ کا دورہ کیا۔ اسی سال آپ ناروے بھی گئے۔ روس کا دورہ کرنے والے وفد میں بھی آپ شامل تھے جو وہاں کے مسلمانوں کے حالات کا مشاہدہ کرنے کی غرض سے روس کے علماء کی دعوت پر کیا گیا تھا۔

۱۹۸۰ء آپ نے چاپانا کا دورہ کیا۔ حکومت پاکستان نے اس دورے کا قائد آپ کو بنایا۔ ۲۰ فروری ۱۹۸۱ء ایک پاکستانی وفد نے انڈیا کا دورہ کیا جس کے لیڈر آپ تھے۔

مندرجہ بالا سرکاری دوروں کے علاوہ آپ نے ذاتی طور پر درج ذیل ممالک کے دورے کئے:

۱۹۸۶ء جرمنی

۱۹۸۸ء یوکے

۱۹۹۰ء ترکی

۱۹۹۱ء یو ایس اے

۱۹۹۳ء مصر

۱۹۹۶ء یو ایس اے دوبارہ تشریف لے گئے وہاں نیو جرسی کے میئر سے ایوارڈ حاصل کیا۔(۲)

آپ کے علمی و تحقیقی فتوحات اور کامرانیوں کا سلسلہ جاری تھا کہ ۹ ؍ ۱۰ ذوالحجہ کی درمیانی شب ۹ بج کر ۲۷ منٹ پر ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء کے دن پیر صاحب اپنے حلقہ احباب کو چھوڑ کر سفرِ آخرت پر روانہ ہو گئے۔ پسماندگان میں بہت بڑی تعداد میں مریدوں کے علاوہ چھ بیٹے چھوڑے ہیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے امین الحسنات شاہ نے بھیرہ میں سجادہ نشینی اور دارالعلوم میں پرنسپل کی ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔

مقدمہ

چودھویں صدی ہجری کے آخر میں ایک ایسی تفسیر منظرِ عام پر آئی جو اختصار و جامعیت کا ایک بہترین اور حسین شاہکار ہے۔ یہ قرآن کریم کی سورۃ فاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک مکمل تفسیر ہے۔ اس کی پانچ جلدیں ہیں اور بڑے حجم میں ۳۵۸۰ صفحات ہیں۔ یہ تفسیر نہ اتنی مختصر ہے کہ بات ادھوری ہو اور نہ اتنی مفصل ہے کہ قاری کو بیزار کر دے۔ ہاں دونوں کے درمیان۔ گویا کہ دورِ حاضر کے قاری کی ضرورت کے مطابق تحریر اتنی دلکش اور دلفریب کہ قرآن کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی اردو بھی اچھی ہو جائے، قدیم و جدید حوالہ جات سے مزین، عربی اردو تفاسیر کی منتخب عبارات سے بھرپور ہے۔ یہ فرقہ واریت سے دور اعتدال پسندی سے بھرپور ہے یہاں تک کہ اس کی تنقیدات بھی ادب و احترام سے مالا مال، اس لئے سب کے ہاں یکساں قابلِ قبول اور یہ ہے تفسیر ضیاالقرآن جو کہ عصرِ حاضر کے عظیم صوفی بزرگ، عظیم مفکر، دنیائے اسلام کے عظیم عالم دین پاکستان کے وفاقی شرعی عدالت کے جج ماہنامہ ضیائے حرم (لاہور) کے مدیرِ اعلیٰ مفسرِ قرآن حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری۔

اس کے ایک سے زائد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ آپ نے یہ تفسیر اردو زبان میں قلم بندی تاکہ قرآن کے مفاہیم ہر عام قاری کے دل و دماغ میں راہ پا سکیں۔ تفسیر کو لکھنے اور ترتیب دینے میں بیس سال کا عرصہ صرف ہوا۔ اس کی ابتدا رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ کو جب کہ تکمیل رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ کو ہوئی۔

صاحبِ تفسیر ضیاالقرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ہر دلعزیز شخصیت اور دل پسند تحریر سے امتِ مسلمہ کے قلوب و اذہان کو در رسول ﷺ پر واپسی کی امید لگائی اور اپنے درد دل کی سوغات ہر مومن کے آنگن میں سجانے کی بھرپور سعی مشکور کی ہے لکھتے ہیں:

ملتِ اسلامیہ کا جسم پہلے ہی اغیار کے چرکوں سے چھلنی ہو چکا ہے۔ ہمارا کام تو ان خونچکاں زخموں پر مرہم رکھنا ہے۔ ان رستے ہوئے ناسوروں کو مندمل کرنا ہے، اس کی ضائع شدہ توانائیوں کو واپس لانا ہے۔ یہ کہاں کی دانشمندی اور عقیدت مندی ہے کہ

ان زخموں پر نمک پاشی کرتے رہیں۔ ان ناسوروں کو اذیت ناک اور تکلیف دہ بناتے رہیں۔(۷)

پھر ان مسائل کے حل کیلئے مقدمہ تفسیر میں اپنا اسلوب تحریر بیان فرماتے ہیں:

"میں نے پورے خلوص سے کوشش کی ہے کہ ایسے مقامات پر افراط و تفریط سے بچتے ہوئے اپنے مسلک کی صحیح ترجمانی کروں جو قرآن کریم کی آیات بینات احادیث صحیحہ یا علمائے امت کے ارشادات سے ماخوذ تھے تاکہ یا دان دوستوں کی غلط آمیزیوں یا اہل غرض کی بہتان تراشیوں کے باعث حقیقت پر جو پردے پڑ گئے ہیں، اٹھ جائیں اور حقیقت آشکارا ہو جائے"(۸)

ضیاء القرآن کا بے شمار پہلوؤں سے جائزہ ایک سا موضوع ہے جو پر کچھ لکھنا مجھ جیسے کم علم شخص کیلئے ایک بہت بڑی سعادت کی بات ہے۔ پیر صاحب نے ضیاء القرآن کے مقدمہ میں لکھا ہے:

"جس میدان میں ابن جریر، ابن کثیر جیسے محدث اور مورخ، زمخشری اور ابن حیان اندلسی جیسے ادیب اور نکتہ سنج رازی اور بیضاوی جیسے متکلم اور فلسفی، ابوبکر جصاص اور ابو عبداللہ القرطبی جیسے فقیہ اور متقین (علیہم الرحمہ) قرآن کی عظمت اور جلال کے سامنے دم بخود اور سر بگریباں کھڑے ہوں"

میرے جیسے ہیچمدان ہیچ مرز کا ادھر رخ کرنا یقیناً محل تعجب و حیرت ہے۔ خدا شاہد ہے کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ مجھے یہ کام کرنا ہے یا میں یہ کام کرنے کی اہلیت رکھتا ہوں یا اپنے فہم و ادراک کے ناخن سے کسی پیچیدگی کو کھول سکتا ہوں۔ یا میرے قلم میں اتنا زور ہے کہ میرے نگارشات قرآن فہمی کے راستے سے ساری رکاوٹیں دور کر سکتے ہیں۔ ان تمام کوتاہیوں کا پورا احساس ہوتے ہوئے یہ کچھ ہو گیا۔ اس کی توجیہ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ میں یہ کہوں کہ اللہ رب العزت نے چاہا اور یہ ہو گیا"(۹)

ذرا آگے چل کر ان پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے جنہیں ان کے تفسیری مقاصد، اسباب یا اصول تفسیر کا عنوان دیا جا سکتا ہے۔ پیر صاحبؒ نے جو کچھ لکھا ہے ہم اس میں سے کچھ چیزوں کو دہرا کر کے بیان کر رہے ہیں۔ ہمارے نزدیک ان کے یہ اصول بہت قیمتی ہیں جنہیں بار بار پڑھنے اور مستحضر کرنے کی ضرورت ہے۔

اب ہم ذیل میں ضیاء القرآن کی چند خصوصیات پیش کرنا چاہتے ہیں:

مستشرقین کی آراء کا رد

اس حقیقت سے کوئی مسلمان ناواقف نہیں کہ دشمنان اسلام شروع سے مسلسل اس کوشش میں ہیں کہ مسلمانوں کے افکار نظریات کو کچھ ایسا بدلا جائے کہ وہ نام کے تو مسلمان ہوں لیکن دین اسلام کے ساتھ ان کا کوئی تعلق باقی نہ رہے۔ قرآن کریم اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

"ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء" (وہ دوست رکھتے ہیں اگر تم بھی کفر کرنے لگو جیسے انہوں کفر کیا تاکہ تم سب یکساں ہو جاؤ)(۱۰)

قرآن کریم نے ان مذموم مقاصد اور فاسد اہداف سے پردہ اٹھا دیا ہے۔ غیر مسلم قوتیں کافی حد تک اپنی کوششوں میں کامیاب ہو چکیں ہیں اور انہوں نے امت مسلمہ کے افکار و نظریات کو کافی حد تک مسخ کر دیا ہے۔ بالخصوص عصر حاضر میں ہماری حالت کافی افسوسناک ہو چکی ہے اور یہ بات صاحب بصیرت لوگوں پر مخفی نہیں ہے۔ بہت سے علمائے اسلام نے اپنی علمی بساط کے مطابق ان کوششوں کے رد میں بہت جد و جہد کی ہے۔ حضرت پیر صاحب علیہ الرحمہ نے بحیثیت ایک عالم دین کے اپنی تفسیر میں خوب کردار ادا کیا اور مستشرقین کی بعض آراء کے خوب بخیے ادھیڑے ہیں۔ آپ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں "ترتیب القرآن" کے عنوان کے تحت قرآن کریم کی ترتیب پر نصرانی مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "یہ تو واضح ہے کہ قرآن کریم کی سورتوں اور سورتوں کی آیات کی موجودہ ترتیب وہ نہیں جس ترتیب سے ان کا نزول ہوا تھا پھر اس موجودہ ترتیب کا ماخذ کیا ہے؟ اور کس نے یہ ترتیب دی ہے؟ اکثر عیسائی مستشرقین نے اس پر لے دے کی ہے اور یہ ثابت کرنے کیلئے بڑے جتن کئے ہیں۔ موجودہ ترتیب زمانہ نبوت میں نہیں دی گئی بلکہ اس کے بعد صحابہ نے اس کو یوں مرتب کیا ہے۔ آیئے حقائق کی روشنی میں ان کے اس مفروضہ کا جائزہ لیں:

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق قرآن کی سورتوں اور سورتوں کی آیتوں کو مرتب فرمایا ہے اور یہ موجودہ ترتیب وہی ترتیب ہے۔ اس کیلئے متعدد دلائل ہیں جن میں سے چند ایک اپنے دعویٰ کے اثبات کیلئے ہدیہ ناظرین ہیں:

(الف) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ ان علینا جمعہ وقرانہ فاذا قرانہ فاتبع قرانہ (۷۵: ۱۷، ۱۸) یعنی "قرآن کو جمع کرنا اور اسے پڑھنا ہمارا ذمہ ہے۔ اور جب ہم پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں" اب آپ سوچیں کہ کیا ترتیب کے بغیر جمع قرآن کا تصور کیا جا سکتا ہے کیا کسی خصوص ترتیب کے بغیر اس کی تلاوت ممکن ہے؟ جب جمع کرنے اور پڑھنے کیلئے اس کا مرتب ہونا ضروری ہے تو معلوم ہوا کہ جس ذات پاک کے ذمہ اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہے اسی نے اس کو مرتب فرمایا ہے۔

(ب) تاریخی لحاظ سے آپ سوچئے عہد رسالت میں صحابہ کرام کو قرآن کریم یاد تھا بعض کو کچھ سورتیں اور بعض کو سارا قرآن، صحابہ کرام نماز میں اور اس کے باہر اس کی تلاوت کیا کرتے۔ حضور رحمت عالمیان ﷺ خود بھی نماز تہجد میں دوسری نمازوں میں، عام خطبات میں کثرت سے قرآن کی قرأت فرماتے اور حضورؐ کی قرأت و ترتیب اور صحابہ کی قرأت و ترتیب میں قطعاً کوئی فرق نہیں ہوا کرتا تھا۔ یہ وہ امور ہیں جن سے کوئی بھی انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اب آپ خود فیصلہ کیجئے کہ اگر نبی کریم ﷺ نے اسے حکم الٰہی سے مرتب نہیں فرما دیا تھا تو صحابہ کرامؓ کیسے اس کو حفظ کر سکتے تھے۔ کیسے اس کی تلاوت ان کیلئے ممکن تھی اور اگر حضورؐ کی مقرر رہ ترتیب نہیں تھی تو ہر ایک کی قرأت دوسرے سے مختلف ہونی چاہئے تھی حالانکہ ایسا نہیں تھا تو ثابت ہوا کہ قرآن کریم عہد رسالت میں مکمل طور پر مرتب فرما دیا گیا تھا اور تمام صحابہ کرامؓ اس کی پیروی اور پابندی کیا کرتے تھے۔ اس لئے عیسائی متعصبین کا یہ شعور و غوغا قطعاً کوئی وزن نہیں رکھتا

واللہ الحجۃ البالغۃ (۱۱)

۲۔ اہل یورپ مسلمانوں کے رسم و رواج، مذہبی افکار و نظریات، عورتوں کی تعظیم میں انتہا پسندی تعدد ازواج کو اسلام کا سب سے بڑا عیب خیال کرتے ہیں۔

حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ "و ان خفتم الا تقسطو فی الیتمی فانکحو ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث و ربع..... اور اگر ڈرو تم اس سے کہ نہ انصاف کر سکو گے تم یتیم بچیوں کے معاملہ میں (تو ان سے نکاح نہ کرو) اور نکاح کرو جو پسند آئیں تمہیں (ان کے علاوہ دوسری) عورتوں سے دو دو تین تین اور چار چار۔ (سورۃ نساء آیت نمبر ۳)

اسلام کے ناقدین خصوصاً اہل مغرب نے تعدد ازواج کے مسئلہ پر بڑی لے دے کی ہے اور وہ مسلمان بھی اس کے متعلق بہت پریشان رہتے ہیں جن کے نزدیک خیر و شر اور حسن و قبح کا صرف وہی معیار قابل قبول ہے جو ان کے ذہنی مربیوں نے مقرر کر رکھا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے چند حقائق پیش کرنا فائدے سے خالی نہ ہوگا:

۱۔ یہ حکم نہیں جس کی پابندی پیروان اسلام پر لازمی ہو بلکہ یہ ایک رخصت ہے۔

۲۔ رخصت بھی بے قید و شرط نہیں بلکہ سخت قیود سے مقید اور سنگین شرائط سے مشروط۔

۳۔ طب جدید و قدیم اس پر متفق ہے کہ مرد کی طبعی کیفیت عورت کی طبعی کیفیت سے جداگانہ ہے۔

۴۔ مرد میں جنسی رغبت عورت سے کہیں زیادہ ہے جس کی ظاہر وجہ یہ ہے کہ جنسی عمل کے بعد عورت کو مدت دراز تک مختلف نازک سے نازک مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ استقرار حمل، وضع حمل، رضاعت اور ننھے بچے کی تربیت۔ یہ سارے مرحلے اسے یوں مشغول رکھتے ہیں کہ اس میں کوئی طلب کم ہی رونما ہوتی ہے لیکن مرد ان تمام ذمہ داریوں سے آزاد ہوتا ہے۔

۵۔ اکثر ممالک میں عورت کی شرح پیدائش مردوں سے زیادہ ہے اس کے علاوہ جنگ آزما قوموں کے مرد ہی ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں جنگ کے شعلوں کی نذر ہوتے ہیں اس لئے عورتوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

۶۔ تاریخ انسان جب سے مرتب کی گئی اس کے برعکس قانونی نظام میں جس میں تعدد ازواج قانوناً ممنوع ہے، زنا کی کھلی اجازت ہے اور یہ فعل شنیع اپنی ان گنت خرابیوں کے باوجود جرم ہی تصور نہیں کیا جاتا۔

۷۔ کیا بیوی اور اس کے بچوں کیلئے اس کے خاوند کی دوسری بیوی قابل برداشت ہے یا اس کی داشتہ؟ ذہنی، روحانی، مادی اور جسمانی صحت کے جملہ پہلوؤں پر غور فرمائیے۔

۸۔ کیا کسی باحمیت و باغیرت عورت کیلئے یہ مناسب ہے کہ وہ گھر کی مالکہ بن کر رہے، اس کا خاوند اس کے آرام کا ذمہ دار، اس کی ناموس کا محافظ ہو اس کی اولاد جائز اولاد متصور ہو اور معاشرے میں اسے باعزت مقام حاصل ہو یا ایسی عورت بن کر رہے جس کا حسن و شباب ہوسناک نگاہوں کا کھلونا بن کر رہے اور نہ ہی کوئی اس کی اولاد کا باپ بننا گوارہ کرے اور نہ کوئی دوسری ذمہ داری لینے کیلئے تیار ہو۔

۹۔ کیا یورپ اور امریکہ اپنی تمام سائنسی ترقی کے باوجود حرامی بچوں اور کنواری ماؤں کی تعداد میں ہوش رُبا اضافہ کے باعث پریشان ہیں۔(یو۔این۔او) کی رپورٹ کے مطابق بعض یورپی ممالک میں ناجائز ولادتوں کا اوسط ساٹھ فیصد تک پہنچ گیا ہے۔

یہی حقائق ہیں جن کو تسلیم کرتے ہوئے، یہی مشکلات ہیں جن کا حل پیش کرتے ہوئے اسلام نے (جو دین فطرت ہے) ضرورت کے وقت ایک سے زائد بیوی سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔ خود مغرب کے کئی مفکر اپنے معاشرہ کی اخلاقی پستی اور اس میں ایسی عورتوں اور ناجائز بچوں کی زبوں حالی کو دیکھ کر چیخ اُٹھے ہیں اور برملا کہنے لگے ہیں کہ قرآن کے قانون پر عمل کئے بغیر اب کوئی چارہ کار نہیں۔(۱۲)

معاشرتی برائیوں پر تنقید

ا۔ ہمارے مفسر محترم جس دور کی نمائندگی کرتے ہیں وہ دور یوں تو علمی ترقی و تحقیق سرفرازی کا دور کہلاتا ہے مگر اس میں فکر وفساد کا ایسا الجھاؤ بھی موجود ہے جو اخلاق سوز اور کردار کش رویوں کو یوں جنم دے رہا ہے، ایک حساس وجود جس کے دل میں اطاعت رسول ﷺ کا بے پناہ جذبہ موجزن ہو وہ ان حیا سوزیوں کو کیسے نظر انداز کر سکتا ہے۔ اس لئے فاضل مفسر جہاں بھی کوئی مناسبت محسوس کرتا ہے انداز و تنبیہ کا رویہ بھی اپناتا ہے اور پست کرداری کی برملا نشاندہی بھی کرتا ہے۔ لباس انسان کیلئے حفاظت کا سامان بھی ہے اور زینت کا باعث بھی مگر مغربی افکار نے انسان کو اس قدر عریاں کر دیا ہے کہ شرم وحیا کا جو ہر نا پید ہوتا جا رہا ہے، اس کرب کا اظہار الاعراف کی آیت ۲۶ کے تحت ہوا جہاں بنی آدم کو بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر لباس بھی اتارا جو شرمگاہوں کو ڈھانپتا اور باعث زینت بھی ہے۔ اس ارشاد ربانی کے حوالے سے ضیاء الامت علیہ الرحمہ کے ارشادات سنئے:

عرب کے بعض مشرک قبیلے طواف کعبہ کے وقت اپنا لباس اُتار دیتے، مرد اور عورتیں مادرزاد برہنہ ہو کر طواف کعبہ کرتے اور اسے کمال تقویٰ خیال کیا جاتا۔ نہ صرف عرب بلکہ دنیا کی اکثر قومیں اپنی مذہبی رسوم وعبادات کی ادائیگی کے وقت شرم وحیا کی چادر اُتار پھینکتی ہیں۔ ہردوار اور بنارس میں اشنان کرنے والوں کے متعلق کسے معلوم نہیں کہ وہاں عریانی اور برہنگی کا کتنا شرمناک مظاہرہ کیا جاتا ہے اور آج تو ثقافت وفن کی کسی محفل میں گرمی پیدا ہی نہیں ہوتی جب تک شرم وحیا کی ساری قدروں کو پاؤں تلے نہ روند ڈالا جائے۔ اسی لئے یہاں خطاب کسی خاص قوم یا قبیلہ کو نہیں بلکہ لباس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اولادِ آدم کو خطاب فرمایا جا رہا ہے"(۱۳)

۲۔ اسی طرح اعراف آیت ۸۱ ، میں امرد پرستی کی مذموم حرکت کا ذکر آیا تو روح عصر کا بیدار مفسر پکار اٹھا۔ انسان پریشان ہو کر رہ جاتا ہے جب وہ یہ پڑھتا ہے کہ اس ذلیل اور نا پاک فعل کو جس سے انسان کی عقل سلیم کو طبعی نفرت ہے صرف عہد قبل از تاریخ کے اہل سدوم نے ہی اپنے لئے پسند نہیں کیا بلکہ یونان کے بڑے بڑے فلسفی اس کو ایک جائز اور پسندیدہ فعل شمار کیا کرتے تھے اور تہذیب جدید کے موجد (یورپ) اور سرپرست (امریکہ) کے بڑے بڑے اہل قلم اس کو

قانونی طور پر جائز قرار دینے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں، کئی ممالک نے اسے قانونی طور پر جائز کر دیا ہے جن میں جرمنی کو سبقت حاصل ہے۔(۱۴)

۳۔ عصری تقاضوں کو نظر انداز کر دینا ایک صاحب نظر وجود کیلئے ناممکن ہے۔ قرآنی تعلیمات کو حالات حاضرہ پر نافذ نہ کرنا اسلام کی آفاقیت سے انکار ہے۔ ضیاء الامت علیہ الرحمہ جہاں قرآنی کلمات کی تشریحات، اسلوب کلام مدنظر رکھیں اور معانی و مفاہیم کی تمام جہتیں پیش نظر رکھتے ہیں وہاں آپ ان آیات سے ان استخراجات کو بھی تفسیر کا حصہ بناتے ہیں جن میں عصر موجود کیلئے راہنمائی کا سامان ہوتا ہے۔ آیت ۵۶ میں زمین میں فساد برپا کرنے سے روکا گیا کہ اس سے وہ تمام اصلاحی کاوشیں کمزور ہوتی ہیں جو کہ نفی فی الارض کا مقصد ہے اس لئے لفظی و معنوی وضاحت کے ساتھ اس جانب بھی اشارہ کرتے ہیں:

"ہر قسم کی فساد انگیزی سے منع کیا جا رہا ہے۔ چشموں کو بند کرنا، نہروں کو توڑ پھوڑ دینا، باغات کو اکھاڑ دینا، کھیتوں کو اجاڑ دینا، کارخانوں کو برباد کر دینا، تجارت و صنعت میں دھوکہ بازی کرنا، حکومت وقت کے خلاف بلاوجہ سازشیں کرنا، غرض یہ کہ ہر قسم کی تخریبی کاروائی جس سے ملک کی معاشی و اقتصادی خوشحالی متاثر ہو یا اس کے سیاسی استحکام کو نقصان پہنچے۔ اسی طرح عقائد حقہ میں کجی احکام میں شرع میں اپنی اغراض کیلئے تحریف، غیر اسلامی عادات و اطوار کو اپنانا، اسلامی تہذیب و تمدن کو چھوڑ کر غیر اسلامی تہذیب اور ملحدانہ تمدن کو اختیار کرنا، یہ سب ممنوع ہیں۔ اور یہ دونوں قسمیں قرآن کی اصطلاح میں فساد فی الارض کے عنوان کے نیچے مندرج ہیں۔(۱۵)

اس آیت میں ان لوگوں کیلئے بھی وارننگ ہے جو آج کل ٹارگٹ کلنگ، خودکش دھماکے، اغوا برائے تاوان، مسجدوں اور مدرسوں میں بم بلاسٹ، یہ سب کے سب فساد فی الارض کی انواع ہے۔

تفسیری مختارات اور رجحانات

۱۔ مختلف اسلامی فرقوں کے ساتھ جماعت اہلسنت کے عقائد کے سلسلے میں جو اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں قلم اٹھاتے ہوئے بڑے بڑے اکابر علماء افراط و تفریط کا شکار ہو گئے ہیں بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھ کر ایک دوسرے پر طعن و تشنیع اور سب و شتم کے بھی مرتکب ہوئے ہیں لیکن پیر صاحب اتنے وسیع القلب عالم دین ہیں کہ وہ ان مسائل پر بحث کرتے ہوئے اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے اور نہایت سنجیدہ و متین انداز میں زیر بحث مسئلے کے ہر پہلو پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں اور اپنے قاری کو مطمئن کرتے ہیں، بعض اوقات پہلے مخالفین کا کلام نقل کرتے ہیں اور مکمل دیانتداری سے فریق مخالف کے موقف کو بیان کرتے ہیں پھر زوردار دلائل سے اپنا نکتۂ نظر بیان کرتے ہیں اور آخر میں نہایت خلوص و دل سوزی سے مخلصانہ بات کے ساتھ مخالفین کو دعوت فکر دیتے ہیں۔

آیت مبارکہ "وان المسجد لله فلا تدعو امع الله احدا" کے تحت ارقام فرماتے ہیں بعض لوگ مسجد میں حضور

کریم ﷺ کی نعت شریف پڑھنے کو بھی ناجائز کہتے ہیں اور اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ ہم ان کی توجہ ان متعدد مجالس کی طرف منعطف کراتے ہیں جبکہ حضرت حسان بن ثابتؓ کیلئے حکم نبوی ﷺ کے مطابق منبر رکھا جاتا اور وہ اس پر کھڑے ہوکر بارگاہِ رسالت میں اپنے مدحیہ اور نعتیہ قصائد پڑھا کرتے تھے، ان کے علاوہ کئی دیگر شعراء مثلاً سواد بن قارب، حضرت زہیر، حضرت عباسؓ جیسے نامور اکابر مسجد نبوی میں حضور ﷺ کے سامنے اپنے نعتیہ قصائد پیش کرتے، حضورؐ خوش ہوتے اور دعاؤں سے نوازتے۔

باقی رہا درود و سلام، اللہ تعالیٰ کے محبوب کی تعریف درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ہی حمد ہے، جس نے اپنے محبوب کو ان بیشمار کمالات سے متصف کر کے مبعوث فرمایا۔(۱۶)

درج بالا سطور میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس اختلافی مسئلہ کو پیر صاحب نے کس معتدل اور نفیس انداز میں واضح فرما کر صحیح روش اپنانے کی دعوت دی ہے۔

۲۔ پیر صاحب ایصال ثواب کے مروجہ مفہوم کے قائل ہیں۔ ان کی یہ بحث سورۃ نجم کی آیت نمبر ۳۹ کی تفسیر میں ہے، جو تقریباً چھ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ بحث کے آخر میں ایک نوٹ ہے کہ اس آیت کی تشریح میں ایصال ثواب کے بارے میں جو احادیث درج کی گئی ہیں اور جو آثار نقل کئے گئے ہیں وہ سب تفسیر مظہری سے ماخوذ ہیں۔(۱۷)

۳۔ پیر صاحبؒ جس دور میں اپنی تفسیر لکھ رہے تھے اس دور میں فتنۂ انکارِ سنت کی حشر سامانیاں پورے عروج پر تھیں۔ چنانچہ پیر صاحب نے حجیت حدیث پر اپنی مستقل تصنیف ''سنت خیر الانام'' کے باوجود تفسیر ضیاء القرآن میں جا بجا اس فتنہ کے رد میں اپنا قلم اٹھایا اور سیر حاصل گفتگو کر کے تمام اعتراضات کے جواب دیئے ہیں۔(ضیاء القرآن ۵، صفحہ ۱۰۱) (ضیاء القرآن ا، صفحہ ۹۵)، (ضیاء القرآن ۲، ۵۷۲، ۵۷۳) (ضیاء القرآن ا، ۲۲۳) (ضیاء القرآن ا، ۳۵۶، ۳۵۷) (ضیاء القرآن ۲، ۱۳۸) (ضیاء القرآن ا، ۳۷) ان تمام حوالہ جات کے بغور مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جائیگی کہ دینی امور میں رسول ﷺ کے اقوال و افعال وحی الٰہی کے تابع تھے اس لئے اطاعت رسول کا مفہوم اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ حدیث و سنت کی نسبت جب رسول خدا کی طرف ثابت ہو جائے تو اس پر بھی قرآن کی طرح ہی عمل کرنا ضروری ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے مختلف آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے قارئین کے سامنے جو دلائل پیش کئے ہیں اس سے ''ضیاء القرآن'' کے قارئین پر حدیث رسول کی اہمیت و حجیت پوری طرح واضح ہو جائیگی۔

۴۔ طعام اہل کتاب کے تعلق سے پیر صاحب نے لکھا ہے:

> ''یہاں طعام سے مراد وہ جانور ہیں جنہیں ذبح کیا جاتا ہے یعنی وہ جانور جسے کسی یہودی اور نصرانی نے ذبح کیا ہو، اس کا کھانا مسلمان کیلئے حلال ہے اگر ذبح کے وقت انہوں نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا تو پھر سب ائمہ اس کے حلال ہونے پر متفق ہیں لیکن اگر وہ عزیر اور مسیح علیہما السلام کا نام لیکر ذبح کریں تو پھر کیا حکم ہے؟ اس کے متعلق بہترین قول وہ ہے جسے صاحب روح المعانی نے حسنؒ سے نقل کیا ہے کہ اگر تو خود سنے کہ اس

نے غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہے تو اسے نہ کھا اور اگر تو نے خود نہیں سنا تو پھر حلال ہے''(۱۸)

یہاں پیر صاحب نے جس قول کو بہترین کہا ہے وہی ان کا مختار ہے۔

قرآن فہمی

انا فتحنا لک فتحا مبینا ۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر (الفتح/۱، ۲)

یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی ہے تاکہ دور فرما دے آپ کیلئے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے۔

یہ ترجمہ روایت سے بالکل ہٹ کر ہے اور بہت بہترین ترجمہ ہے۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رءوف رحیم (توبہ/۱۲۸)

بیشک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے گراں گزرتا ہے اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت ہی خواہشمند ہے تمہاری بھلائی کا مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔

پیر صاحب یہاں ''حریص'' کا ترجمہ بہت ہی خواہشمند سے کیا ہے اور قرآن کی صحیح ترجمانی کرتے ہوئے مقام نبوت اور شان نبوت کا بھی لحاظ رکھا ہے۔

وکفی اللہ المومنین القتال۔ (احزاب/۲۵)

اور بچا لیا اللہ نے مومنوں کو جنگ سے پہلے۔

یہاں کفی کا معنی ''بچا لیا'' کر کے قرآن کے مفہوم کی صحیح ترجمانی کی ہے۔ گویا آیت کے مجموعی مفاد کو ملحوظ رکھا ہے۔ یہ ترجمہ بہت دلکش اور مطابق واقعہ ہے۔

انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر (سورہ کوثر/۱۳۰، ۱۔۳)

دیگر مترجمین سے:

صرف مولانا امین احسن اصلاحی کا ترجمہ نقل کر رہا ہوں کیونکہ وہ معاصرین میں سے ہیں۔ جس دور میں ایک مترجم احترام کیلئے مستعمل الفاظ استعمال کر رہا ہے اسی دور میں دوسرا ایسے الفاظ استعمال نہیں کر رہا۔

''ہم نے تم کو بخشا کوثر۔ تو اپنے خداوند ہی کی نماز پڑھو اور اسی کیلئے قربانی کرو۔ تمہارا دشمن ہی منقطع ہوگا''(۱۹)

اب دیکھئے کہ جمال القرآن میں ''تم''، ''تو'' اور ''تمہارا'' کیلئے کیا الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور کن میں احترام و محبت کا

جذبہ نظر آتا ہے۔

بے شک ہم نے آپ کو (جو کچھ عطا کیا) بے حد و بے حساب عطا کیا۔ پس آپ نماز پڑھا کریں اپنے رب کی اور قربانی دیں (اس کی خاطر)، یقیناً آپ کا جو دشمن ہے وہی بے نام (ونشان) ہوگا۔

ووجدک ضالا فھدیٰ. (الضحیٰ ۹۳ / ۷)

اسی طرح سورۃ الضحیٰ کی اس آیت میں "ضالاً" کا ترجمہ شاہ رفیع الدین نے "راہ بھولا" شاہ عبدالقادر اور محمود الحسن نے "بھٹکتا" فتح محمد جالندھری نے "راستے سے ناواقف" عبدالماجد دریا آبادی نے "بے خبر" جیسے الفاظ سے کیا۔ مگر یہ سارے الفاظ شریعت اور مقام نبوت کی مقصدیت کو پورا نہیں کرتے اور ان الفاظ کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتی۔ پیر جسٹس محمد کرم شاہ الازہری کا ترجمہ ضالا اور ھُدیٰ دونوں الفاظ کی مقصدیت کو ظاہر کرتا ہے۔ پیر صاحب کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

اور آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزل مقصود تک پہنچا دیا"

جدید تحقیقات

پیر صاحب اپنی تفسیر میں دور جدید کی تحقیقات بھی جدید محققین کی آراء کی روشنی میں بیان کرتے ہیں اور یہ خصوصیت اس تفسیر کو جہاں ایک طرف جدید تفسیر بناتی ہے، وہاں مؤلف کی وسعت نظر اور تحقیقی ذوق کی بھی مکمل آئینہ داری کرتی ہے۔ عام طور پر مفسرین کرام قدیم علماء کی تحقیق پر ہی اکتفاء کرتے ہیں اور بہت کم حضرات ایسے ہیں جو دور جدید کی تحقیقات کو اپنی تفاسیر میں جگہ دیں۔ مگر پیر صاحب نے جابجا حوالہ جات دے کر جدید تحقیقات کو متعارف کرایا ہے۔

۱) ولقد جعلنا فی السماء بروجا ...... فاتبعه شهاب مبین.

درج بالا آیات کریمہ میں شہاب مبین (ظاہر آگ کا ٹکڑا) کا ذکر آیا ہے، اس سلسلے میں پیر صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"جدید علم فلکیات کے ماہرین خود بھی وثوق سے اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے وہ کہتے ہیں کہ آج تک ہم اپنی تحقیق سے جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ یہ کہ نظام شمسی کا کوئی چھوٹا سا تارا ٹوٹتا ہے، جس کے اجزاء جب ہوا کے کرہ میں داخل ہوتے ہیں تو رگڑ سے بھڑک اٹھتے ہیں" (۲۰)

پیر صاحب اپنی تحقیق کا خلاصہ یوں تاحد فرماتے ہیں:

جب تک یونانی علم ہیئت کے زیر اثر ہم یہ سمجھتے رہے کہ زمین سے خشک بخارات اٹھتے ہیں اور جب وہ کرہ ناری کے قریب پہنچتے ہیں تو بھڑک اٹھتے ہیں۔ انہیں جلنے والے بخارات کو شہاب ثاقب کہا جاتا ہے تو ہمیں قرآن کریم کی ان آیات کا مفہوم بیان میں بڑی دقت پیش آتی تھی لیکن جدید تحقیقات سے جب یہ ثابت ہو گیا کہ شہاب ثاقب نظام شمسی سے ٹوٹنے والے کسی ستارے کا جدا شدہ ٹکڑا ہے تو اب معاملہ بہت حد تک واضح ہو گیا۔ (۲۱)

۲) فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک.

اس آیت کے تحت تفہیم القرآن کے حوالے سے لکھتے ہیں:

موجوں نے فرعون کے بے روح جسم کو اٹھا کر ایک ٹیلے پر پھینک دیا، یہ جگہ آج بھی جبل فرعون کے نام سے مشہور ہے اور وہاں کے لوگ بتاتے ہیں کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں فرعون کی لاش کو سمندر نے پھینکا تھا۔ چنانچہ ماہرین آثار قدیمہ نے مصر کے شاہی قبرستانوں سے متعدد ممی شدہ لاشیں نکالی ہیں جو محفوظ ہیں۔ مصر کے عجائب گھر (دارالآثار) میں ایک لاش موجود ہے، جس کے متعلق ماہرین کا خیال ہے کہ یہ فرعون موسیٰ (رمیس ثانی) کی لاش ہے۔ ۱۹۰۷ء میں سرگرافٹن ایلیٹ سمتھ نے اس کی ممی پر سے جب پٹیاں کھولی تھیں، تو اس کی لاش پر نمک کی تہہ جمی ہوئی تھی، جو کھارے پانی میں اس کی غرقابی کی ایک علامت تھی۔" (۲۲)

۳) فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا.

تفسیر ماجدی کے حوالے سے اس آیت کے تحت پیر صاحبؒ رقمطراز ہیں:

"جب "تیہ" کے ریگستان میں بنی اسرائیل پیاس سے تڑپنے لگے تو موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں پانی کیلئے عرض کی، حکم ہوا فلاں پتھر پر اپنا عصا مارو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوں ہی کیا اور اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، وہ چٹان اب تک جزیرہ نمائے سینا میں موجود ہے۔ پادری ڈین سٹینلے Dean (Stanley) نے انیسویں صدی کے وسط میں بائبل کے مقامات مقدسہ کی جغرافیائی تحقیق کی، اور خود فلسطین کی سیاحت کی اور اپنے مشاہدات وتحقیقات کو (SinaiPalestine) کے نام شائع کیا ہے اس میں اس چٹان کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

"یہ چٹان دس اور پندرہ فٹ کے درمیان بلند ہے، آگے کی طرف ذرا خمیدہ ہے اور اس سلسلہ کے قریب "لیجا" کے وسیع وادی میں واقع ہے" (۲۳)

خاتمہ

زیر نظر مضمون میں پانچ پہلوؤں سے مختصر جائزہ لیا گیا ہے کو ضیاء القرآن پر گفتگو کے مزید گوشے اور پہلو ابھی باقی ہیں فی الحال اسی پر اکتفاء ہے۔ اس اظہار واقعی کے ساتھ کہ کسی بھی تفسیر کو قرآن کی کامل، جامع، حتمی اور آخری تفسیر قرار نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ کوئی تفسیر ہر طرح کے عیب اور نقص سے پاک ہے یہ وصف صرف اور صرف وصف قرآنی ہے۔ ذلک الکتاب لاریب فیہ میں اسی پر اختتام کرتا ہوں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ جمال کرم ج:۱ص:۱۶۵

۲۔ حوالہ سابق ج:۱ص:۱۶۵

۳۔ اس وقت فاضل عربی کا امتحان یونیورسٹی کی زیر نگرانی ہوتا تھا۔

۴۔ ڈاکٹر احمد شبلی/محمد حسین خان زبیری: تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۹۶ء

۵۔ ماخوذ مجلہ جمال کرم شوال ۱۴۲۹ھ تا ربیع الاول ۱۴۳۰ھ صفحہ ۲۱تا۲۲

۶۔ حوالہ سابق صفحہ ۲۲

۷۔ صفحہ نمبر ۱۱ مقدمہ تفسیر ضیاء القرآن

۸۔ صفحہ نمبر ۱۱ مقدمہ تفسیر ضیاء القرآن

۹۔ صفحہ نمبر ۸ مقدمہ تفسیر ضیاء القرآن

۱۰۔ النساء آیت نمبر ۸۹

۱۱۔ صفحہ نمبر ۱۲تا۱۵ ماخوذ از ترتیب القرآن ضیاء القرآن

۱۲۔ جلد اول، سورۃ نساء، صفحہ ۳۱۱تا۳۱۸، حاشیہ ۷

۱۳۔ جلد دوم، سورۃ اعراف، صفحہ ۲۱تا۲۲، حاشیہ ۳۲

۱۴۔ جلد دوم، سورۃ اعراف، صفحہ ۵۳، حاشیہ ۱۰۶

۱۵۔ جلد دوم، سورۃ اعراف، صفحہ ۳۹، حاشیہ ۷۵

۱۶۔ جلد پنجم ص ۳۹۳

۱۷۔ سورۃ نجم، حاشیہ نمبر ۳۰

۱۸۔ جلد اول، سورۃ مائدہ، صفحہ نمبر ۴۴۲، حاشیہ ۱۸

۱۹۔ تدبر قرآن، جلد ۸، صفحہ ۵۸۷

۲۰۔ جلد دوم، سورۃ نحل، صفحہ ۵۴۴، حاشیہ ۱۷

۲۱۔ جلد دوم، سورۃ حجر، صفحہ ۵۳۵، حاشیہ ۱۸

۲۲۔ جلد دوم، سورۃ یونس، صفحہ نمبر ۳۳۸تا۳۳۹، حاشیہ ۱۴۲

۲۳۔ جلد اول، سورۃ بقرہ، صفحہ نمبر ۲۰تا۲۱، حاشیہ ۷۹

صاحب ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ

نازیہ پروین
ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

ABSTRACT

Pir Muhammad karam Shah Ali Azhari (1998), sitara-e-imtiaz was an eminent scholar of Pakistan. He was a famous saint of chishtia order, a learned theologian, a commentator of the Holy Quran, a biographer of the Holy Prophet(ﷺ), a jurist, an educational and justice of Supreme Court of Pakistan.

He completed his famous exegesis of the Holy Quran entitled Zia-ul-Quran in urdu language in five volumes in 19 years. It is very popular in modern tafsir of Holy Quran. He was also the writer of sirah Zia-ul-Nabi (ﷺ) and Sunnat-e-Khair-ul-Anam which are very popular and significant books. He revived the dying traditions of sufi orders and restored the intellectual identity of sufi Centuries.

In this tafsir pir Sahab felt great sorrow on sectarian (فرقہ واریت) and gave references of money others scholars in his tafsir Zia-ul-Quran who are belong to different sectarian with respect. I have consise book and this tafsir that what are the reasons and need that emphasize him to wrote such an excellent tafsir and what was the aim behind writing.

جس طرح آفتاب کی ضیاء باریاں کسی خاص خطے، علاقے، شہر، بستی یا آنگن کیلئے مخصوص نہیں ہوتیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے محبوبین کو ایسا مقام عطا فرماتا ہے جن کا فیضان کل عالم میں آفتاب کی مانند پھیل جاتا ہے۔ عصر حاضر کے عظیم ماہر مفسر قرآن،

صاحب اسلوب سیرت نگار، شہرہ آفاق، ماہر تعلیم، ضیاء الامت پیر کرم شاہ الازہریؒ کا شمار ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے۔ آپ نسبتاً قریشی، مشرباً چشتی نظامی، اور مسلکاً حنفی ہیں۔

خاندان

آپ کا سلسلہ نسب حضرت غوث العالمین شیخ الاسلام بہاء الحق والدین ابو محمد زکریا ملتانی سے ملتا ہے۔ آپ کے خاندان کے ایک باکمال فرد دیوان پیر فتح شاہ صاحب تقریباً تین صدی قبل لاہور سے بھیرہ منتقل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے پیر صاحب کو فرزند ارجمند سے نوازا جو امیر المساکین پیر امیر شاہ صاحب کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ قطب العارفین شمس الحق والدین خواجہ شمس الدین سیالویؒ سے بیعت ہوئے اور خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ نوے (۹۰) سال کی عمر میں آپ نے جمادی الثانی ۱۳۴۶ ہجری میں وفات پائی۔

آپ کے صاحبزادے پیر حافظ محمد شاہ نے تقریباً ۱۹۱۸ء میں بھیرہ سے ضلع سرگودھا ہجرت کی۔ والد نے تربیت پر خصوصی توجہ دی اور مولانا ضیاء الامت محمد ضیاء الدین سیالویؒ سے بیعت کرایا پھر حضرت خواجہ نے مختلف ریاضتوں کے بعد آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ مفکر اسلام پیر کرم شاہ الازہریؒ آپ ہی کے صاحبزادے ہیں۔

ولادت باسعادت

۲۱ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ بمطابق یکم جولائی ۱۹۱۸ء بروز دوشنبہ بوقت شب بھیرہ شریف میں ولادت ہوئی۔

نام رکھنے کی وجہ

پیر صاحب کا نام "محمد کرم شاہ" ان کے دادا پیر امیر شاہ (متوفی ۱۳۴۶ھ) نے تجویز کیا تھا۔ نام رکھنے کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی کہ "پیر کھارا کوہستان نمک کے دامن میں ایک گاؤں ہے جو "پیر کرم شاہ المعروف ٹوپی والے" کے فیض کی وجہ سے مرجع خلائق ہے، اس ہستی کے ساتھ ان کے خانوادہ کی رشتے داری ہے اس لئے آپ کے جد امجد نے انہی کی نسبت سے آپ کا نام محمد کرم شاہ رکھا۔

تعلیم وتربیت

خاندان کی روایت کے مطابق تعلیم کا آغاز قرآن کریم سے ہوا۔ اسکول کی ابتدائی تعلیم محمدیہ غوثیہ پرائمری اسکول سے حاصل کی جس کو ان کے والد پیر محمد شاہ (متوفی ۱۹۵۷ء) نے ۱۹۲۵ء میں قائم کیا تھا۔ پیر صاحب اس اسکول کے پہلے طالب علم تھے، اس وقت ان کی عمر سات سال تھی۔ ۱۹۳۶ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول بھیرہ سے میٹرک کیا۔ پیر صاحب اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ اپنے والد کا قائم کردہ دار العلوم محمدیہ غوثیہ (قائم شدہ ۱۹۲۵ء) بھیرہ میں دینی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ ۱۹۳۸ء میں انہوں نے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔

والد گرامیؒ نے آپ کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ دینی علوم کی تکمیل کے لئے اپنے قائم کردہ دار العلوم محمدیہ غوثیہ میں اس دور کے چوٹی کے علماء و فضلاء کو مدعو کیا۔ علوم عقلیہ کی تعلیم کے لئے امام المناطقہ مولانا محمد دین بدھوی (ضلع

کیمبل پور) فقہ، تفسیر، ادب، عروض اور ریاضی وغیرہ علوم کیلئے قدوۃ الفضلا مولانا غلام محمد قدس سرہ (گھوٹوی ضلع میانوالی) کو مقرر کیا۔ دورۂ حدیث کیلئے آپ صدر الافاضل قائد اہل سنت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ کی خدمت میں ۱۹۴۲ء میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد گئے۔ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں اپنے ایک سالہ قیام کے دوران آپ نے اپنی لیاقت و قابلیت کے انمٹ حضرت صدر الافاضلؒ کے قلب و ذہن پر نقش کئے۔ آپ کو دستار فضیلت حضرت دیوان صاحب آل رسول اجمیری نے بندھائی۔ اس موقع پر حضرت صدر الافاضلؒ نے فرمایا "میں آج مطمئن ہوں کہ میرے پاس جو امانت تھی وہ میں نے موزوں فرد تک پہنچادی ہے۔"

بعد ازاں پنجاب یونیورسٹی سے ۱۹۵۰ء میں بی۔اے کیا۔ مزید تعلیم کیلئے آپ ۱۹۵۱ء میں جامعۃ الازہر مصر تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں تین سال قیام کیا۔ آخری امتحان میں پورے جامعۃ الازہر میں دوسری پوزیشن حاصل کی اور "کلیۃ الشرعیۃ الاسلامیۃ" (قانون اسلامی) کی سب سے بڑی ڈگری لے کر وطن واپس تشریف لائے۔" ع

جامعۃ الازہر میں ایم۔اے کرنے کے بعد جامعہ کے شعبہ تخصص فی القضاء میں ایم۔فل/پی۔ایچ ڈی کے لئے رجسٹریشن کرائی تھی اور آپ کے مقالہ کا عنوان "الحدود فی الاسلام" تھا۔ آپ یہ تحقیقی کام ڈاکٹر ایوب علی (بنگلہ دیش) کی زیر نگرانی کر رہے تھے۔ لیکن آپ کا کام مکمل نہ ہوسکا اور ادھورا چھوڑ کر وطن واپس آئے۔ ع

آپ والد محترم کے انتہائی فرمانبردار صاحبزادے تھے۔ وطن واپس آکر والد کی تیمارداری میں لگ گئے۔ اس کے علاوہ والد صاحب کے قائم کردہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ سرگودھا میں طلبا کو پڑھانے میں لگ گئے اور جدید نصاب متعارف کروایا جو کہ عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق تھا۔

پیر صاحبؒ اپنے مطالعہ کے شوق کے بارے میں اکثر اپنے طلبا کو یوں بتایا کرتے تھے۔ "میری زندگی میں بہت سی ایسی راتیں آئی ہیں کہ جب میں نماز عشاء کے بعد مطالعہ میں مصروف ہوتا، کتابیں اپنے اسرار و رموز میرے سامنے منکشف کرتیں جاتیں۔ اسی محویت کے عالم میں صبح کے موذن کی اذان مجھے رات کی تنگ دامانی کا احساس دلاتی۔" ع

بحیثیت جج آپ کا کردار

"حضرت پیر کرم شاہ الازہریؒ معلم، ولی، مؤلف و مفسر اور محدث ہونے کے ساتھ ساتھ (۱۹۸۱ء) سے ۱۹۹۷ء تک سپریم کورٹ میں جج کے عہدے پر فائز رہے پھر ۱۹۸۹ء میں حکومت پاکستان نے جنیوا میں ہونے والی کانفرنس کے لئے ملکی اور عالمی مسائل کے حوالے سے پاکستان کے موقف کی وضاحت کے لئے آپ کو مستقل نمائندہ مقرر کیا۔ وہاں آپ نے قادیانیوں کو کافر قرار دینے کے آئینی فیصلے کا مقدمہ بڑی خوبصورتی سے لڑا اور ناموس رسالت کا تحفظ احسن طریقے سے کیا۔ عدالت نے آپ کے دلائل کی روشنی میں پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے آئینی فیصلے کو درست تسلیم کیا۔ پھر جون ۱۹۸۱ء میں آپ کو وفاقی شرعی عدالت کا جسٹس مقرر کیا گیا۔ یوں ۱۷ سال ایک ماہ آپ عدالتی فرائض نبھاتے رہے اور کئی اہم فیصلے سنائے۔

تصانیف

پیر صاحب نہ صرف بہترین مفسر قرآن تھے بلکہ بہترین سیرت نگار بھی تھے۔

تفسیر ضیاء القرآن

آپ نے تقریباً انیس سال کی محنت شاقہ سے ضیاء القرآن کے نام سے تفسیر لکھی جو کہ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ تفسیر علم ومعرفت سے لبریز بڑی دلکش اور نہایت دل آویز ہے۔ اس کا مطالعہ نہ صرف قرآنی حقائق ومعارف کے نئے پہلوؤں سے آگاہ کرتا ہے بلکہ فاضل مفسر کی دقت نظر، خیر خواہی اور سوز دروں کا ثبوت بھی مہیا کرتا ہے۔ بالخصوص ضیاء القرآن کے ترجمے اور تفسیر کو پڑھنے کے بعد قاری یہ محسوس کرتا ہے کہ عشق وعمل کا حسین امتزاج ہے۔ ضیاء القرآن کی خوبی ہے کہ اس میں جہاں دلائل توحید پر بڑی واضح بحثیں ملتی ہیں وہاں عظمت رسالت بھی اپنی رعنائی کے ساتھ موجود ہے۔ ہر قسم کے معاشرتی، سیاسی، اقتصادی اور اخلاقی مسائل پر بحث کی گئی ہے اور خصوصی طور پر ان مسائل کا ذکر کیا گیا ہے جو ملت اسلامیہ کے مختلف طبقات کے درمیان وجہ نزاع بنا ہوا ہے۔ بغرض یہ لفظی، تحقیقی اور عقلی ونقلی دلائل کا اتنا حسین امتزاج ہے کہ قاری داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سیرت نگاری میں ضیاء النبی وہ شہرہ آفاق کتاب جس سے آپ کو شہرت ملی۔ یہ کتاب چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں قبل از اسلام مختلف ملکوں کے مذہبی، اخلاقی ومعاشی وسیاسی حالات کو بیان کیا گیا ہے۔ دوسری جلد میں ہجرت مدینہ تک، تیسری جلد میں واقعہ افک تک، چوتھی جلد میں سیرت کے بقیہ حالات، پانچویں جلد میں شمائل نبویؐ اور چھٹی جلد میں اسلام اور بانی اسلام پر مستشرقین کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ اس کتاب کو مقابلہ کتب سیرت میں وفاقی حکومت پاکستان کی طرف سے ایوارڈ پیش کیا گیا۔

جمال القرآن

یہ قرآن مجید کا ترجمہ ہے جو کہ پیر صاحبؒ نے سلیس، آسان اور سادہ زبان میں بامحاورہ لکھا ہے اور آپ کے صاحب زادے امین الحسنات نے اس پر حاشیہ لکھا ہے۔

سنت خیر الانام

اس کتاب میں منکرین سنت کو مدلل انداز میں جوابات دیئے گئے ہیں۔

قصیدہ اطیب النغم

یہ شاہ ولی اللہؒ کے قصیدہ "اطیب النغم" کا ترجمہ وشرح ہے۔

اولاد امجاد

حضرت ضیاء الامتؒ کی اولاد امجاد میں تین صاحبزادیاں اور چھ صاحب زادے ہیں۔[۱]

وصال

۷ اپریل، ۱۹۹۸ء، ذوالحجہ کی شام ڈھلنے کے بعد ذوالحجہ کی ابتدائی ساعتیں اس پیکر اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے

پیام وصول بحق کر گئیں۔ نماز جنازہ خواجہ محمد حمید الدین سیالویؒ سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف نے پڑھائی۔

تاریخ کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ کوئی مفسر ہوا ہے تو بہترین سیرت نگار نہ بن سکا، اگر سیرت پر قلم اٹھایا تو وہ میدان تفسیر میں اپنے جوہر نہ دکھا سکا مگر خدا تعالیٰ کی آپ پر رحمت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ آپ نے تفسیر قرآن اور سیرت نگاری دونوں پر خوش چینی کی۔

پیر صاحب نے انیس سال کی محنت شاقہ سے ضیاء القرآن کے نام سے تفسیر لکھی جو کہ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ علم و معرفت سے لبریز یہ تفسیر بڑی دلکش و دل آویز ہے۔ نہ صرف قرآنی حقائق و معارف کے نئے پہلوؤں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے بلکہ دلائل توحید بڑے واضح انداز میں ملتے ہیں۔ ہر قسم کے معاشرتی، سیاسی، اقتصادی اور اخلاقی مسائل پر بحثیں کی گئی ہیں۔ خصوصاً ملت اسلامیہ میں مختلف طبقات کے دوران ان مسائل کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو کہ باعث نزاع بنے ہوئے ہیں۔ غرض لفظی، تحقیقی، اور عقلی و نقلی دلائل کا حسین امتزاج تفسیر ضیاء القرآن ہے۔

مقصد تحریر

پیر کرم شاہ الازہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ مجھ میں اتنی قابلیت ہے کہ میں ایسا کام کو سرانجام دوں مگر جب میں نے قرآن کے تراجم اور تفسیروں کا مطالعہ کیا تو جو میری نظروں سے تراجم گزرے ہیں وہ عموماً دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم تحت اللفظ تراجم کی ہے۔ لیکن ان میں وہ زور بیان مفقود ہے جو قرآن کریم کا طرۂ امتیاز ہے بلکہ روح رواں ہے۔ دوسری قسم با محاورہ تراجم کی ہے۔ ان میں دقت یہ ہے کہ لفظ کہیں ہوتا ہے اور اس کا ترجمہ دو سطر پہلے یا دو سطر بعد درج ہوتا ہے اور مطالعہ کرنے والا یہ معلوم نہیں کر سکتا کہ میں جو نیچے لکھا ہوا ترجمہ پڑھ رہا ہوں اس کا تعلق کس کلمہ یا جملہ سے ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ان دونوں طرزوں کو اس طرح یکجا کروں کہ کلام کا تسلسل اور روانی بھی برقرار رہے اور زور بیان میں بھی حتی الامکان فرق نہ آئے اور ہر کلمہ کا ترجمہ بھی اُس کے نیچے مرقوم ہو۔" [12]

انداز تحریر

تفسیر ضیاء القرآن کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تفسیر دور جدید کے تقاضوں کے مطابق لکھی گئی ہے۔ اگر طائرانہ نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے مفسرین کرام نے اُردو تفاسیر لکھنے میں مختلف انداز اختیار کئے ہیں، بعض نے صرف لفظی تشریح کر کے مفاہیم واضح کرنے کی کوشش کی ہے، بعض نے فصاحت و بلاغت اور اعجاز قرآن کو خصوصی اہمیت دی ہے، بعض نے فقہی و شرعی احکام و مسائل کے استنباط و استخراج کو مدنظر رکھا، بعض نے سیرت طیبہ اور ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو، لیکن ایسے مفسرین کرام کی بھی کمی نہیں جنھوں نے ان تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کر کے روشنی ڈالی ہے۔ پیر صاحبؒ کی ضیاء القرآن بھی اسی زمرے میں آتی ہے۔ اس میں پیر صاحبؒ نے "خیر الامور اوسطھا" پر عمل کرتے ہوئے میانہ روی کو اختیار کیا ہے۔

ضیاء القرآن نام رکھنے کی وجہ

پیر کرم شاہ الازہریؒ فرماتے ہیں کہ خواجہ محمد قمر الدین صاحب میرے مرشد تھے۔ ان کے والد ماجد خواجہ ضیاء الدین

صاحب ہیں۔ ایک تو ان کی طرف اشارہ ہے، یہ ضیاء کا لفظ میں استعمال کرتا ہوں۔ دوسرا یہ کہ میں نے جتنے بھی ناموں پر غور کیا ان میں سب سے زیادہ یہی پسند آئے، باقی یہ کہنا غلط ہے کہ میں نے یہ نام جنرل ضیاء صاحب کی وجہ سے رکھے ہیں کیونکہ جس وقت میں نے ضیاء القرآن پہ کام کرنا شروع کیا تھا اس وقت ضیاء الحق صاحب نہ تو پاور میں تھے نہ ہی کسی شمار میں۔" ۱۳

دیباچہ

حضور ضیاء الامتؒ نے سب سے پہلے ضیاء القرآن کے دیباچے میں وہ تمام باتیں درج کی ہیں جو تفسیر سے متعلق ہیں اور قارئین کیلئے ان کا جاننا ضروری ہے۔ آپ دل نشین انداز میں دیباچے میں عجز و انکساری کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جس میدان میں ابن جریرؒ اور ابن کثیرؒ جیسے محدث اور مورخ، زمخشری اور ابن حیان اندلسی جیسے ادیب اور نکتہ سنج رازیؒ اور بیضاویؒ جیسے متکلم اور فلسفی، ابوبکر جصاص اور عبداللہ القرطبیؒ جیسے فقیر اور علمی قرآن کی عظمت و جلالت کے سامنے دم بخود اور سر بگریباں کھڑے ہوں میرے جیسے ہیچمدان کا ادھر رخ کرنا یقیناً محل تعجب و حیرت ہے۔ خدا شاہد ہے کہ کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ مجھے یہ کام کرنا ہے یا میں یہ کام کرنے کی اہلیت رکھتا ہوں یا ایسے فہم و ادراک کے ناخن سے کسی پیچیدہ گرہ کو کھول سکتا ہوں یا میرے قلم میں اتنا زور ہے کہ میری نگارشات قرآن فہمی کے راستے سے ساری رکاوٹیں دور کر سکتی ہیں۔ ان تمام کوتاہیوں کا پورا احساس ہوتے ہوئے یہ کچھ ہو گیا اس کی توجیہ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ یہ اللہ رب العزت نے چاہا اور ہو گیا۔" (۱۴)

پیر صاحبؒ نے اپنے مخصوص انداز تحریر میں قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت، علوم کی وسعت کے سامنے علماء فقہاء کی تنگ دامنی، تفاسیر کے موضوعات، نزول قرآن کی مقصدیت اور منہاج القرآن کی نشاندہی کی ہے۔ آپ نے جہاں ضروری سمجھا وہاں ان تمام صرفی و نحوی الجھنوں اور لغوی پیچیدگیوں کو ائمہ فن کے مستند اقوال کے ذریعے حل کیا ہے جو قارئین کے فہم قرآن میں مشکلات پیدا کرتی ہیں۔ آپؒ نے ہر سورہ سے پہلے اس کا تعارف لکھا ہے۔ جس میں سورہ کا زمانہ نزول، اس کا ماحول، اس کے اہم اغراض و مطالب، اس کے مضامین کا خلاصہ اور اگر اس میں کسی سیاسی یا تاریخی واقعہ کا ذکر ہے تو اس کا پس منظر بیان کیا ہے تاکہ قارئین کو مطالعہ کے وقت دقت پیش نہ ہو۔ آپؒ نے ضیاء القرآن کے دیباچے میں جمع وتدوین قرآن پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے۔ جس میں نزول قرآن، کتابت قرآن، اور حفظ قرآن کی وضاحت کرتے ہوئے عہد صدیقی اور عثمانی دونوں کا ذکر کیا ہے۔ اسکے علاوہ ترتیب قرآن و آداب تلاوت قرآن اور رموز و اوقاف قرآن پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"جہاں کہیں بھی کوئی لغوی، نحوی یا صرفی پیچیدگی نظر آتی ہے میں نے کوشش کی ہے کہ ائمہ فن کے مستند حوالوں اور اقوال سے ان کا حل پیش کروں تاکہ کوئی خلش باقی نہ رہے"۔ (۱۵)

اگر ہم آپ کی تفسیری کاوشوں کا تجزیہ کریں تو درج ذیل امتیازی خصوصیات نظر آتی ہیں جس سے آپ کا مقام بحیثیت مفسر قرآن مزید بلند ہو جاتا ہے۔

ترجمۃ القرآن

جیسا کہ پیر صاحبؒ نے ضیاء القرآن کے دیباچہ میں اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ قرآنی آیات کا ترجمہ نہ لفظی ہے اور نہ ہی کلی بامحاورہ، بلکہ دونوں میں بڑا حسین امتزاج ہے۔ آپ نے دونوں کو اکٹھا کر کے ایک ایسا معتدل انداز اپنایا ہے جس سے قاری قرآن کے معنی با آسانی جان لیتا ہے۔ آپ نے اُردو ترجمہ کرتے وقت الفاظ کو ایسی ترتیب میں پرو دیا ہے کہ ہر کلمہ کا ترجمہ عربی عبارات کے نیچے ہی مرقوم نظر آتا ہے۔ مثلاً سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۵۷ اس طرح ہے:

"وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔"(۱۶)

"اور بادل کا تم پر سایہ کئے رکھا اور (تمہارے لئے) من و سلویٰ اتارتے رہے کہ جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو عطا فرمائی ہیں، ان کو کھاؤ (پیو) مگر تمہارے بزرگوں نے ان نعمتوں کی کچھ قدر نہ جانی (اور) وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑتے تھے بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔"

مسلکی وضاحت اور انداز تنقید

کسی بھی علمی مقام پر فائز شخصیت کے لئے اپنا نظریہ اور مسلک لازم بات ہے اور ہر شخص اپنے یا اپنے رہنما کے نظریہ کو اہمیت دیتا اور باقی نظریات کو زبان وقلم سے رد کرتا ہے مگر ضیاء القرآن کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پیر صاحبؒ جہاں بے باک قلم کے مالک ہیں وہیں دوسروں پر تنقید میں نہایت شائستہ اور محتاط لب استعمال فرماتے ہیں۔ آپ نے پوری ضیاء القرآن میں کہیں بھی بے جا تنقید نہیں کی اور جہاں اختلاف ہوا وہیں محبت بھرے لہجے میں دلائل کے ساتھ اعتراضات کا جواب مرحمت فرمایا۔

پیر صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "جب میں نے ترجمہ شروع کیا تو بعض مقامات پر دوسرے مترجمین سے میرا اختلاف ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں ارشاد فرمایا "رب العالمین" اس کا ترجمہ اکثر حضرات نے پالنے والا اور مالک وغیرہ کے الفاظ سے کیا ہے لیکن درحقیقت لفظ "رب" مصدر ہے اس کے معنی ہے "تربیت" اور تربیت عربی میں کسی چیز کو اس کی ازلی استعداد اور فطری صلاحیت کے مطابق آہستہ آہستہ مرتبہ کمال تک پہنچانے کو کہتے ہیں۔ اس لغوی مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے اب لفظ "رب" کا ترجمہ کریں تو پالنے والا یا مالک نہیں بلکہ ترجمہ ہوگا "رتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے تمام جہانوں کا"۔ (۱۷)

قرآن فہمی

پیر صاحبؒ نے متعدد مقامات پر اپنی تفسیر میں فقہاء صحابہ، علماء ومفسرین کے اقوال بیان کئے ہیں اور فقہی مسائل سہل انداز میں بیان کئے ہیں۔ چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۸ میں ارشاد ربانی ہے۔

"حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ"

"پابندی کرو سب نمازوں کی اور (خصوصاً) درمیانی نماز کی اور کھڑے رہا کرو اللہ کے لئے عاجزی کرتے

ہوئے"

اسکے حاشیہ ۱۳۱ میں پیر صاحبؒ فرماتے ہیں:

"درمیانی نماز سے کونسی مراد ہے اس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں لیکن واضح قول یہ ہے کہ نماز عصر ہے۔ حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ، وعائشہ صوفیر ہم کا یہی قول ہے اور امام اعظمؒ کا یہی مسلک ہے جنگ خندق میں عصر کی نماز قضا ہوگئی تو حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کفار کی قبروں کو آگ سے بھر دے، انہوں نے ہمیں درمیانی نماز پڑھنے سے مصروف رکھا۔"[۱۷]

اس تفسیر میں پیر صاحبؒ کی علمی وسعت اور تحقیق وصحابہؓ کے اقوال وآثار کے بارے میں ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے ان کو حوالے کے طور پر پیش کیا تاکہ تفسیر صرف تفسیر بالرائے نہ ہو بلکہ احادیث واقوال صحابہ بھی درج ہوں۔ سورہ بقرہ حاشیہ نمبر ۱۹۲ میں پیر صاحبؒ رقمطراز ہیں:

"بعض لوگ ان چیزوں کو بھی حرام کہہ دیتے ہیں جن پر کسی ولی یا نبی کا نام لیا جائے خواہ ذبح کے وقت اللہ کے نام سے ہی ذبح کیا جائے کیونکہ اس طرح مشرکین کے مشرکانہ عمل سے تشبیہ ہو جاتی ہے کیونکہ وہ بھی اپنے بتوں کے نام لیا کرتے تھے لیکن اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کے اس عمل کو مشرکین کے عمل سے ظاہری یا باطنی، صوری یا معنوی کسی قسم کی بھی مشابہت نہیں۔ کفار جب ایسے جانوروں کو ذبح کرتے تھے تو اپنے بتوں کا نام لے کر ان کے گلے پر چھری پھیرتے۔ وہ کہتے باسم اللات والعزیٰ۔ لات اور عزیٰ کے نام سے ہم ذبح کرتے ہیں اور مسلمان ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی کا نام لینا گوارا ہی نہیں کرتے۔ اس لئے ظاہری مشابہت نہ ہوئی"

ذرا آگے چل کر بیان کرتے ہیں:

ہاں اگر کوئی ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لے یا کسی غیر خدا کی عبادت کے لئے کسی جانور کی جان تلف کرے تو اس چیز کے حرام ہونے اور ایسا کرنے والے کے مشرک ومرتد ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اگر مقصد صرف ایصال ثواب ہو جیسے ہر کلمہ کا مقصد ہوا کرتا ہے تو اس کو طرح طرح کی تاویلات سے حرام کہنا اور مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ دیتے چلے جانا کسی عالم کو زیب نہیں دیتا۔"[۱۸]

یہاں ضیاء الامتؒ بغیر کسی عالم کا نام لئے تنقید فرما رہے تھے کہ بلاوجہ ذرا ذرا سی بات پر مسلمانوں کو کافر ومشرک کہنا مناسب نہیں۔ نیز یہ فرما رہے ہیں کہ مسلمان ذبح کے وقت صرف اللہ تعالیٰ کا ہی نام لیتا ہے اور اگر ایصال ثواب کی نیت کرے تو بالکل جائز ہے۔

حوالہ واقتباس

تحقیقی معاملہ میں مستند دینی اور تاریخی اہمیت کی کتب سے حوالہ اور دوسرے مصنفین کی تحریروں کے اقتباسات نقل کرنے کا عمل تصنیف وتالیف کے میدان میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ مصنف کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ آیات کی وضاحت سے پہلے احادیث

نبوی اور صحابہ کرامؓ کے آثار کو سامنے رکھے۔ اس کے علاوہ مفسرین کے اقوال بھی درج کرے۔ اس سلسلہ میں ضیاء الامتؒ نے حضرت ابن جریر، حضرت امام غزالی، شیخ ابن عربی، امام فخر الدین رازی، قاضی بیضاوی، حافظ ابن کثیر، امام سیوطیؒ، ابن اثیر، امام قرطبی، ابن حجر عسقلانی، زمخشری شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، علامہ محمود آلوسی کے علاوہ ابو الکلام آزاد اور ابو الاعلیٰ مودودی کے تفسیری حوالہ جات واقتباسات اپنی تفسیر میں درج کئے ہیں۔

آپ نے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے بارے میں آیات کی وضاحت کے لئے توریت و انجیل اور بعض مقامات پر زبور سے بھی اقتباسات لئے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اہل سنت کے چاروں مکاتب فکر کے حوالہ جات دیئے ہیں۔ سورۃ النساء کی تفسیر میں نکاح، مہر، یتیموں کی سرپرستی، وراثت، محرمات، ازدواجی زندگی اور غسل و تیمم وغیرہ جیسے فقہی مسائل کا حل پیش کیا ہے۔ آپ نے تفسیر میں جہاں ضروری سمجھا وہاں نقشہ جات دیئے ہیں جن کی مدد سے قاری کو جغرافیائی معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں۔ ان نقشوں میں مشہور غزوات، انبیاء و رسل کے تبلیغی علاقہ جات، مختلف قوموں کے رہائشی علاقے، تجارتی شاہراہوں اور آثار قدیمہ کے نقشہ جات شامل ہیں۔ آپ نے مشکل الفاظ کے لغوی و اصطلاحی دونوں معنی لکھے ہیں اور ماہرین لغات کی وضاحتیں بھی ساتھ ہی درج کردی ہیں۔ بلکہ ہر جلد کے آخر میں تحقیقات لغویہ اور نحویہ کی فہرستیں حروف تہجی کے لحاظ سے دی ہوئی ہیں۔ نیز ہر جلد کے آخر میں فہرست مطالب بھی تحریر کردی ہے جس سے پوری جلد کا ایک خلاصہ قاری کے سامنے آجاتا ہے۔ چند ایک حوالہ جات جن سے پیر صاحبؒ نے استفادہ کیا ہے وہ یہ ہیں:

علامہ اقبالؒ

سورہ آل عمران حاشیہ نمبر ۳۶ ضیاء الامتؒ علامہ اقبالؒ کا حوالہ دیتے ہوئے ان کا شعر نقل کرتے ہیں۔ "اگر کامل مرشد اور مربی مل جائے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے۔

اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے(۲۰)

صاحب تاج العروس

سورہ البقرہ کے حاشیہ نمبر ۱۱۵ میں ضیاء الامت سحر کی لغوی و اصطلاحی تعریفات بیان کرتے ہوئے صاحب تاج العروس کا حوالہ دیتے ہیں:

> "صاحب تاج العروس لکھتے ہیں: واصل السحر صرف الشیٔ عن حقیقتہ الی غیرہ فکان الساحر لما اری الباطل فی صورۃ الحق وخیل الشیٔ علی غیر حقیقتہ فقد سحر الشیٔ عن وجہہ ای صرفہ۔ (تاج) سحر کا لغوی معنی ہے کسی چیز کی حقیقت کو بدل دینا گویا جب ساحر جھوٹ کو سچ کرکے دکھاتا ہے یا چیز اپنی حقیقت کے خلاف نظر آنے لگتی ہے تو گویا اس نے اس شے کی حقیقت کو بدل دیا۔ یہ تو ہے سحر کی لغوی تحقیق۔ اب اس کے اصطلاحی معنی پر غور فرمائیے۔ ایسے الفاظ اور اعمال کے جاننے اور کرنے کو سحر کہا جاتا ہے جن سے انسان کو شیاطین کا

تقرب حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے فرمانبردار بن جاتے ہیں''۔(۴۱)

امام ابوحنیفہؒ

پیر صاحبؒ امام ابوحنیفہؒ کا موقف بھی اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں بطور حجت پیش کرتے ہیں:

> ''حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ساحر کی سزا یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔'' والمشھور عنہ ان الساحر یقتل مطلقا ۔۔۔۔۔ ولا یقبل قولہ اتوب عنہ (روح المعانی)''۴۲

تفسیر ماجدی میں سحر کے بارے میں جیوش انسائیکلوپیڈیا کی کی تحقیق سے بھی پیر صاحبؒ استفادہ کرتے ہیں۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ

> ''سحر و جادو کا جو منتر ان میں بہت مقبولیت حاصل کر چکا تھا جس میں میاں بیوی میں نا چاقی پیدا ہوتا کہ یہ اس پر ڈورے ڈال کر اپنے عشق کے جال میں پھانس لیں اس طرح وہ حرام کاری کا بازار گرم رکھتے۔ قرآن کا اعجاز ملاحظہ ہو کہ ان کے کردار پہ جس بدنما داغ کی نشاندہی چودہ صدی پہلے قرآن نے کی اس کو آج وہ خود اپنی تحقیق کے آئینہ میں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ جیوش انسائیکلوپیڈیا کی یہ عبارت پڑھئے سحر کی سب سے زیادہ عام متداول صورت اس نقش کی ہے جو عشق و محبت کے لئے دیا جاتا تھا۔ خاص کر وہ نقش جو ناجائز آشنا کیلئے لکھا جاتا تھا۔ (جیوش انسائیکلوپیڈیا، جلد ۸، ص ۲۵۵ (تفسیر ماجدی)''۴۳

قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان پر فقر و تنگدستی مسلط کی گئی ہے جبکہ اگر دیکھا جائے تو اس کے برخلاف ہے اور یہودی بے پناہ دولت مند ہیں تو ضیاء الامت تفسیر ماجدی کا حوالہ دیتے ہوئے اس شبہ کا یوں ازالہ کرتے نظر آتے ہیں کہ ''یہاں یہ شبہ کھٹکتا ہے کہ قرآن کریم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر فقر و تنگدستی مسلط کر دی۔ حالانکہ ان کا شمار دنیا کی امیر ترین اقوام میں ہوتا ہے۔ اس شبہ کو دور کرنے کیلئے جیوش انسائیکلوپیڈیا کے مندرجہ ذیل فقرات ملاحظہ فرمایئے۔ کو یہود کا تمول ضرب المثل کی حد تک شہرت پا چکا ہے لیکن اہل تحقیق کا اتفاق ہے کہ یہود دوسری قوموں سے کہیں زیادہ غریب ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ان کے چند افراد بہت زائد دولت مند ہیں''۔ (جلد ا، ص ۱۶ تفسیر ماجدی)۴۴

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا اور انسائیکلوپیڈیا ببلیکا سے استفادہ

پیر کرم شاہ الازہریؒ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا اور انسائیکلوپیڈیا ببلیکا کی حضرت سلیمانؑ کے موحد ہونے کے بارے میں تحقیق پیش کرتے ہیں:

> ''یہود و نصاریٰ ایک طرف تو حضرت سلیمانؑ کی رسالت کو تسلیم کرتے ہیں اور بحر و بر پر ان کی فرمانروائی کا ذکر بڑے فخر سے کرتے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ آخری عمر میں سلیمانؑ نے توحید کو

چھوڑ دیا اور اپنی مشرک بیویوں کے باطل خداؤں کی پرستش کرنے لگا"

کچھ آگے چل کر آپ بیان فرماتے ہیں:

> "سلیمانؑ پر انہوں نے شرک صریح کا یہ الزام لگایا اور دنیا آپ کو یونہی مجھتی رہی۔ یہاں تک کہ اللہ کا حبیب اور سارے انبیاء و رسل کی عزت و ناموس کا نگہبان محمد رسول اللہ تشریف لائے اور اپنے رب کا یہ فرمان دنیا کو سنایا وما کفر سلیمان۔ یعنی سلیمانؑ تو جلیل القدر پیغمبر تھے اُسے کفر و شرک سے کیا واسطہ چنیبہ درگوش یہود و نصاریٰ نے از راہ تعصب اُس وقت بھی اس حقیقت کو تسلیم نہ کیا لیکن ۱۳۲۱ صدیاں گزر جانے کے بعد انہیں آخر کار یہی تسلیم کرنا پڑا جو خدائے برحق نے اپنے نبی برحق کی زبان حقیقت ترجمان سے کہلوایا تھا۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲ ص ۹۵۲ پر محققین کے قلم کو یہ لکھنا پڑا۔ "سلیمان (ؑ) خدائے واحد کے مخلص پرستار تھے" اس سے بڑھ کر یہ کہ مسیحی دنیا کے فضلاء نے انسائیکلوپیڈیا ببلیکا میں انجیل کی ان آیات کے متعلق صراحتاً لکھ دیا ہے کہ یہ غلط ہیں اور بعد میں لوگوں نے ملائی ہیں اور حضرت سلیمانؑ اس تہمت سے منزہ تھے۔ کالم (۴۶۸۹)" ۴۵

اس میں ضیاء الامتؒ انجیل کی تحریف شدہ آیات کا رد دلائل کے ساتھ کرتے ہیں۔ جس سے ان کی محققانہ صلاحیت کا برملا اظہار ہوتا ہے اور ایک مسلم کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ انبیاء و صحابہ کرامؓ کے خلاف کوئی بھی بات ہو تو زبان و قلم سے اس کا دفاع کرے نہ کہ یہود و نصاریٰ کے خوف سے دبکا بیٹھا رہے۔

امام مالکؒ

پیر صاحب تفسیر ضیاء القرآن کے حاشیہ نمبر ۱۸۱ میں امام مالکؒ کا شہداء کی حیات کے بارے میں قول نقل کرتے ہوئے ان سے استفادہ فرماتے ہیں:

> "امام مالک رحمہ اللہ علیہ نے روایت فرمایا ہے کہ جنگ احد کے چھیالیس سال بعد حضرت عمرو بن جموحؓ اور حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی قبر (دونوں ایک ہی قبر میں مدفون تھے) سیلاب کی وجہ سے جب کھل گئی تو ان کے اجساد طاہرہ بیتر و تازہ اور شگفتہ و شاداب پائے گئے جیسے انہیں کل ہی دفن کیا گیا ہو (موطا۔) اس چودہویں صدی کا واقعہ ہے کہ جب دریائے دجلہ حضرت عبداللہ بن جابرؓ اور دیگر شہداء کی قبروں کے بالکل نزدیک پہنچ گیا تو حکومت عراق نے ان شہداء کرام کی نعشوں کو حضرت سلمان فارسیؓ کے مزار پر انوار کے جوار میں منتقل کرنا چاہا تو ان حضرات کی قبریں کھودی گئیں۔ تیرہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ان کے پاک جسم صحیح و سلامت پائے گئے۔ ہزارہا مخلوق نے اسلام کا یہ معجزہ اور قرآن کی اس آیت کی صداقت کا اپنی ان آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ ومن اصدق من اللہ قیلا۔" ۴۶

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادیؒ

پیر صاحبؒ اپنے استاد مولانا نعیم الدین مراد آبادیؒ کا بھی اکثر جگہ اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں حوالہ دیتے نظر آتے ہیں۔ آپ سورۃ الانعام حاشیہ نمبر ۹۸ میں صدر الافاضلؒ کا حوالہ دیتے ہوئے امام جلال الدین سیوطیؒ کے موقف کی تائید کرتے ہیں:

> ''حضرت صدر الافاضلؒ یہاں لکھتے ہیں '' قاموس میں ہے کہ آذر حضرت ابراہیم کے چچا کا نام ہے۔
> علامہ جلال الدین سیوطی نے مسالک الحنفاء میں بھی ایسا ہی لکھا ہے چچا کو باپ کہنا تمام ممالک میں
> معمول ہے بالخصوص عرب میں'' ۷۹

پیر صاحبؒ کا اپنے استاد صدر الافاضل محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ کی مختصر تفسیر خزائن العرفان کا تفسیر ضیاء القرآن میں مختلف جگہوں پر حوالہ دینا اور ان کی رائے پیش کرنا اس کے علاوہ اپنی تفسیر میں بے شمار لوگوں کے حوالے پیش کرنا ان کے مسلک اعتدال اور جذبۂ خیر سگالی کی واضح ترین دلیل ہے۔

حوالہ جات

۱ فیض، گل محمد، پیر کرم، سرگودھا، مکتبہ الکرم، داجل شریف، ۱۹۹۶ء، ص ۱۳
۲ ایضاً، ص: ۱۵
۳ نثار حسین خان، ڈاکٹر: ''حسنی پیر کرم شاہ الازہری''، ششماہی السیر، کراچی (قراءات نمبر)، شمارہ ۱۸، ۱۹، جلد ۹، اپریل تا ستمبر ۲۰۰۸ء، ص: ۳۲۳۔
۴ ایضاً، ص: ۳۲۴
۵ فیض، گل محمد، محولہ بالا، ص: ۱۶
۶ نثار حسین خان، محولہ بالا، ص: ۳۲۵
۷ ممتاز احمد سدیدی الازہری: ''حضرت ضیاء الامتؒ پاکستان میں اسلامی فکر و ثقافت کے علمبردار''، ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، شمارہ نمبر ۵، جلد: ۳۸، فروری ۲۰۰۸ء، ص: ۳۳
۸ محولہ بالا، ص: ۳۶
۹ محمد شفیق اللہ افضل، سانگلہ: ''دارالعلوم محمدیہ غوثیہ۔ میدان تصنیف و تالیف''، ماہنامہ شاہین، بھیرہ، سرگودھا، شمارہ نمبر ۷، جلد نمبر ۲، جون ۱۹۹۲ء، ص: ۴۰
۱۰ فیض، گل محمد، محولہ بالا، ص: ۴۰
۱۱ احمد بخش، سانگلہ، پروفیسر: ''اہم شخصیات کا انتقال پر ملال''، ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، شمارہ نمبر ۴، جلد نمبر ۳۵، جنوری ۲۰۰۴ء، ص: ۸۰
۱۲ شاہ محمد امین، پیر: ''حضرت ضیاء الامتؒ کا ایک یادگار انٹرویو''، ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، شمارہ نمبر ۵، جلد نمبر ۳۷، فروری ۲۰۰۷ء، ص: ۶۹
۱۳ ایضاً، ص: ۷۰
۱۴ ظفر اقبال، محمد، مشہور علماء، کراچی، شاہین دہلی کمشنر، ص: ۸۵۸

۱۵ شاہ محمد امین سعید، "حضرت ضیاء الامت کا ایک یادگار انٹرویو" مجلہ الاولیٰ، ص: ۶۹

۱۶ قرآن حکیم، سورۃ البقرہ، آیت ۵۷

۱۷ شاہ محمد امین سعید، "حضرت ضیاء الامت کا ایک یادگار انٹرویو" مجلہ الاولیٰ، ص ۶۹

۱۸ الازہری، کرم شاہ سید، ضیاء القرآن، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، سن اشاعت ۱۹۹۵ء، ص: ۱۶۶، ج: ۱ (حاشیہ نمبر ۳۱۱، آیت ۲۳۸، سورۃ (۲) البقرہ)

۱۹ ایضاً، ص: ۱۲۶، (حاشیہ نمبر: ۱۹۶، آیت ۱۷۳، سورۃ (۲) البقرہ)

۲۰ ایضاً، ص: ۲۲۵، (حاشیہ نمبر ۳۶، آیت نمبر ۲۷، سورۃ (۳) آل عمران)

۲۱ ایضاً، ص: ۹۷، (حاشیہ نمبر ۱۱۵، آیت: ۱۰۲، سورۃ (۲) البقرہ)

۲۲ ایضاً، ص: ۹۷، (حاشیہ نمبر ۱۱۵، آیت: ۱۰۲، سورۃ (۲) البقرہ)

۲۳ ایضاً، ص: ۸۱، (حاشیہ نمبر ۱۱۸، آیت: ۱۰۲، سورۃ (۲) البقرہ)

۲۴ ایضاً، ص: ۷۱، (حاشیہ نمبر ۸۰، آیت: ۶۱، سورۃ (۲) البقرہ)

۲۵ ایضاً، ص: ۹۷، (حاشیہ نمبر ۱۱۶، آیت: ۱۰۲، سورۃ (۲) البقرہ)

۲۶ ایضاً، ص: ۱۰۸، (حاشیہ نمبر ۱۸۱، آیت: ۱۵۳، سورۃ (۶) الانعام)

مولانا اسلم شیخوپوریؒ اور تسہیل البیان

محمد جنید علی خان
ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

Abstract

The holy book Quran is the most readable book as compared with any other book in the world. The main objective of holy Quran with its revelation is to guide people in their everyday life and to teach them how to spend meaningful life. This is the book of principles. This is not only the book which talks about people and their lives in the past but also guides towards practical life, and it does not only describes the verses revealed in an appropriate time or an appropriate accident but also highlights individuals and present time as compared with the past, to bring changes in lives following the path of Allah.

Tasheel ul Bayan Fi Tafseer ul Quran is the Tafseer written by Maulana Muhammad Aslam Sheikhopor, in which the above mentioned objective of holy Quran has been described under the title of 'Wisdom and Guidence' as it is the main feature of this Tafseer ,which promenets it among other Tafaseers in Urdu Language. Whereas Comparative Study of holy Quran, Bible and, Taurah descriptions, is also

an important topic of this Tafseer.

This article highlights a short biography of the author as well as it discuses the introduction and caractristics of the Tafseer and the way of writting of author also followed in this tafseer in the light of Surah- e- Yousuf.

مؤلف کے حالات زندگی (۱)

خاندانی پس منظر

سلسلہ نسب محمد اسلم بن محمد حسین بن نواب دین ہے۔ آپ کا تعلق زمیندار گھرانے سے ہے۔ آپ ذات کے لدھڑ ہیں اور یہ جاٹ برادری کی ایک شاخ ہے۔ پہلے آپ کا خاندان سیالکوٹ کے قریب رہتا تھا بعد میں آپ کے دادا وغیرہ ضلع شیخوپورہ میں منتقل ہو گئے (جو آج کل ضلع ننکانہ بن چکا ہے) زیادہ تر خاندان کے افراد وہیں آباد ہو گئے تھے اسی وجہ سے آپ کے گاؤں کا نام بھی لدھڑ پڑ گیا۔ والدہ محترمہ باجوہ خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپ کے علاوہ ایک بھائی اور دو بہنیں ہیں، ایک ہمشیرہ آپ سے بڑی اور باقی دو بہن بھائی چھوٹے ہیں۔ آپ کا خاندان چار نسلوں پہلے سکھوں سے مسلمان ہوا تھا۔

ابتدائی حالات

آپ پیدا ہوئے تو بالکل صحت مند اور تندرست تھے۔ غالباً تین، ساڑھے تین سال کی عمر تھی...... رات کو بالکل ٹھیک سوئے پھر آدھی رات کو رونا شروع کر دیا...... گھر والے سمجھے کچھ پیٹ میں درد ہے...... انہوں نے دوا کھلائی تو چپ کر کے سو گئے...... صبح والدہ نے پیشاب وغیرہ کیلئے اٹھایا تو دیکھا کہ ٹانگیں زمین پر نہیں ٹک رہیں، یہ انکشاف ان کے قلوب پر بجلی بن کر گرا۔ آپ کے والد اطلاع ملتے ہی فوراً گاؤں سے شہر پہنچے، ہر طرح کے ڈاکٹر اور حکیموں کو دکھایا لیکن افاقہ نہ ہوا اور یہ معذوری کا عارضہ آپ کے ساتھ زندگی بھر رہا۔

ابتدائی عصری و دینی تعلیم

چھ سات سال کی عمر میں آپ کو دیہی اسکول میں داخل کرایا گیا، دوسری یا تیسری کلاس میں آپ پڑھتے تھے کہ والدہ ماجدہ کی ترغیب پر فجر کے بعد ناظرہ قرآن مجید پڑھنے کے لیے جانے لگے، حافظہ بہت عمدہ تھا اس لیے امام صاحب نے والد کو ترغیب دی کہ اسے قرآن کریم حفظ کروا دیں، آپ کے دیکھا دیکھی چار پانچ بچے اور بھی تیار ہو گئے اور ایک چھوٹی سی کلاس بن گئی اور آپ نے گیارہ ماہ کے قلیل عرصہ میں حفظ مکمل کر لیا۔

صرف اور اردو کی بعض ابتدائی کتابیں آپ نے جامع مسجد اہلسنت والجماعت باغ پورہ میں پڑھیں، اس کے بعد مزید صرف و نحو کی کتابیں تحصیل سمندری کے نواح میں واقع ایک مشہور مدرسہ جامعہ ربانیہ میں بھی پڑھیں۔

مذہبی اعلیٰ تعلیم کی تکمیل

سندھ کے مشہور بڑے زمیندار حاجی محمد اسلم کھسن (جو آپ کی والدہ کے کزن ہیں)، آپ کی والدہ کے کہنے پر آپ کو کراچی لے آئے اور انہی کی زیر سرپرستی آپ نے ''جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن'' میں درجہ ثالثہ میں داخلہ لیا اور مسلسل درجہ سابعہ تک بنوری ٹاؤن میں ہی زیر تعلیم رہے۔ آپ درجہ سابعہ میں تھے کہ حضرت بنوریؒ اسلام آباد کے دورے کے دوران اچانک انتقال فرما گئے، ان کی رحلت کے بعد آپ نے بھی بنوری ٹاؤن سے کوچ کرنے کا ارادہ کر لیا چنانچہ آپ نے اگلے سال مدرسہ ''نصرت العلوم'' گوجرانوالہ میں داخلہ لے لیا، دورہ حدیث اور دورہ تفسیر آپ نے وہیں پڑھا۔ مدرسہ نصرت العلوم کا احوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''وہاں امام اہلسنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ شیخ الحدیث تھے، صحیح بخاری کے علاوہ صبح پہلے گھنٹہ میں وہ پندرہ پارے ترجمہ وتفسیر بھی پڑھاتے تھے اور اس گھنٹہ میں ثالثہ سے اوپر تک تمام درجات کے طلباء کی شرکت لازمی تھی'' (۲)

اساتذہ کرام

آپ کو حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی صاحبؒ، مولانا بدیع الزمان صاحبؒ، مولانا مصباح اللہ شاہ صاحبؒ، مولانا محمد ادریس میرٹھی کے علاوہ مولانا انور بدخشانی صاحب، مولانا حبیب اللہ مختار صاحبؒ، مولانا عبدالقیوم صاحب، مولانا محمد صاحب، مولانا ضیاء الحق صاحب اور مولانا محمد امین اورکزئی صاحب سے شرف تلمذ حاصل ہوا ہے۔ تفسیر وحدیث میں آپ کے اساتذہ مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ اور مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی صاحبؒ ہیں۔

درس قرآن اور تدریسی خدمات

فراغت کے بعد آپ نے اپنے استاد محترم مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ کی نصیحت پر، اپنے علاقہ میں بعد از فجر درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا لیکن کچھ ناسازگار حالات کی وجہ سے آپ کو درس قرآن کا یہ سلسلہ موقوف کرنا پڑا اور آپ رخت سفر باندھ کر کراچی تشریف لے آئے اور ۱۳۹۰ھ سے ۱۴۲۳ھ تک کراچی کے ایک معروف مدرسہ ''جامعہ بنوریہ سائٹ'' میں درس وتدریس سے وابستہ رہے۔ جامعہ بنوریہ کے قریب ہی ''مسجد خدیجہ'' میں کئی سالوں تک درس قرآن اور خطبہ جمعہ دیتے رہے۔

تصنیف وتالیف

قلم وقرطاس سے لگاؤ آپ کو زمانہ طالبعلمی ہی سے ہو گیا تھا چنانچہ درجہ رابعہ میں آپ کا پہلا مضمون ہفت روزہ ''ترجمان الاسلام'' میں شائع ہوا، پھر اس کے بعد آپ مختلف جرائد واخبارات میں بھی لکھتے رہے، اس کے علاوہ آپ تیس سے زائد کتابوں کے مصنف بھی ہیں جن میں سے بعض کئی کئی جلدوں میں ہیں۔ چند اہم کتابوں کے نام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ درس قرآن وحدیث (۳)　　۲۔ صدائے منبر ومحراب (۴)　　۳۔ پچاس تقریریں (۵)

۴۔ خزینہ (۶)　　۵۔ درس اخلاق (۷)

قرآنی وتفسیری خدمات

آپ کے رفیق وہم عصر مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی آپ کی شہادت کے بعد اپنے ایک مراسلہ میں، آپ کی قرآنی خدمات کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''آپ کی علمی خدمات میں وقیع ترین خدمت قرآن کی تفسیر ہے جو افسوس پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی تفسیر کے علاوہ بھی متعدد قرآنی خدمات انجام دیں، مثلاً جس زمانہ میں آپ ماہنامہ الاشرف کراچی کے مدیر تھے آپ نے اس رسالہ کا قرآن نمبر شائع کرنا شروع کیا، اصل منصوبہ (مختلف قرآنی موضوعات پر مشتمل) بیس جلدیں شائع کرنے کا تھا لیکن افسوس! یہ سلسلہ صرف پانچ جلدوں تک چل سکا، پہلی جلد قرآن نمبر، دوسری اور تیسری جلد تلاوت نمبر اور چوتھی جلد حفظ وتلاوت اور پانچویں جلد تجوید وقراءت نمبر کے عنوان سے شائع کی گئی''(۸)

خود مولانا شیخوپوریؒ فرماتے ہیں

> ''اس کے بعد قرآن کریم کے حوالے سے تین کتابیں لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی: (۱) عشاق قرآن کے ایمان افروز واقعات (۲) گلہائے سدا بہار برائے حفاظ وحافظات (۳) خلاصۃ القرآن''(۹)

اس کے علاوہ پاکستان کے مختلف شہروں میں ''درس قرآن کیوں اور کیسے'' کے عنوان سے آپ مختصر کورسز بھی کرواتے رہے، جنہیں پانچ یا چھ نشستوں میں جمعرات کے دن مغرب تا عشاء رکھا جاتا رہا، اس کا مقصد یہ تھا کہ علمائے کرام اپنے اپنے علاقوں میں درس قرآن کے حلقے قائم کرسکیں، ان کورسز میں طالبعلموں کے ساتھ ساتھ علمائے کرام کی بھی بڑی تعداد شرکت فرماتی تھی۔

سانحہ شہادت

اخیر زمانہ میں آپ نے اپنی ذات کو صرف قرآن کی خدمت کیلئے وقف کردیا تھا۔ اپنے شیخ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کو اپنے آخری خط میں لکھتے ہیں کہ میں نے اپنی ذات کو الکتاب (قرآن مجید) کیلئے وقف کردیا ہے چنانچہ مسجد تو ابین گلشن معمار میں آپ امامت وخطابت کے ساتھ درس قرآن کا اہتمام فرمایا کرتے تھے، اس کے علاوہ القرآن کورسز سینٹر بہادر آباد میں اتوار کے روز درس قرآن دیا کرتے تھے۔ ۱۳ مئی ۲۰۱۲ء کو بہادر آباد میں درس قرآن سے واپسی پر آپ کو لیاقت نیشنل ہسپتال کے قریب شہید کردیا گیا۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

تسہیل البیان کی تالیف کا سبب

جامعہ بنوریہ میں شعبہ بنات میں ایک سال آپ کو ''تیسیر التفاسیر''(۱۰) پڑھانے کا اتفاق ہوا۔ اس تفسیر کے انداز سے آپ بہت متاثر تھے، چنانچہ فرماتے ہیں:

> ''مجھے اس کا انداز بڑا پسند آیا، خاص طور پر اس لیے کہ آیات کی تفسیر کے بعد مصنف نے الھدایۃ کے عنوان سے وہ احکام ومسائل اور بصائر وعبر ترتیب سے لکھے ہیں جو آیات سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس

عنوان کے تحت لکھے گئے مواد سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن ہماری عملی زندگی اور آج کے حالات، افراد اور جماعتوں کے بارے میں کیا کہتا ہے ورنہ عام طور پر تفسیروں میں مختلف مفسرین کے اقوال، سوالات اور جوابات اور شان نزول پڑھ کر ایک عام قاری ہر آیت کے بارے میں یہ ذہن بناتا ہے کہ یہ فلاں فلاں جماعت اور شخص کے بارے میں نازل ہوئی، آج کے معاشرے اور ماحول کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں حالانکہ ظاہر ہے کہ اگر قرآن کریم نے یہودیوں کی مذمت کی ہے تو اگر آج ان کی خرابیاں مسلمانوں کے کسی گروہ میں پائی جائیں تو وہ بھی قابل مذمت ہوگا۔"(۱۱)

پھر آگے تسہیل البیان کی تالیف کے داعیہ میں شدت اور اس کیلئے اسباب کی رہنمائی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس تفسیر کی تدریس کے دوران شدت سے دل میں یہ تقاضا پیدا ہوا کہ اسی انداز میں اردو میں بھی تفسیر لکھی جانی چاہیے، کبھی کبھی خیال آتا تھا کہ اس کام کے کرنے کی اللہ پاک مجھے ہی سعادت نصیب فرمادے مگر اپنی کمزوریوں کو دیکھ کر ہمت نہیں پڑتی تھی، پھر آہستہ آہستہ یہ خیال عزم کی صورت اختیار کر گیا، اسی دوران عالم اسلام کے مشہور مؤلف اور مفکر وھبۃ الزحیلی صاحب کی "التفسیر المنیر" (۱۲) نظر سے گزری، اس کا انداز بھی "ایسر التفاسیر" سے ملتا جلتا تھا..... اس کے بعد علامہ رشید رضا مصری کی "المنار" (۱۳) کا مطالعہ کیا..... میں نے جب تفسیر لکھنے کا عزم مصمم کرلیا تو جامعہ بنوریہ چھوڑ دیا....."(۱۴)

قرآن مجید روئے زمین پر سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ ہر دور میں اس کتاب کی خدمت کسی بھی دوسری کتاب سے زیادہ کی گئی ہے۔ اس بابرکت کتاب کے الفاظ کو محفوظ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے معنی اور تفسیر پر بھی بڑا کام ہوا ہے چنانچہ اب تک دنیا کی تقریباً ہر بڑی زبان میں اس کا ترجمہ دستیاب ہے، مختلف زبانوں میں اس کی تفسیریں اور مختصر حاشیہ لکھے گئے ہیں، جن میں سے صرف اردو زبان میں بیسیوں تفاسیر اور تشریحی حاشیے موجود ہیں، انہی میں سے ایک تفسیر "تسہیل البیان فی تفسیر القرآن" (۱۵) بھی ہے جو حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری کی تالیف ہے۔

تسہیل البیان کا تعارف

تسہیل البیان چار جلدوں پر مشتمل ہے، اور اس میں سورہ حجر تک کام ہوا ہے۔ مولانا محمد اسلم شیخوپوری کی شہادت کی وجہ سے تسہیل البیان پر تفسیری کام مکمل نہ ہوسکا۔ یہ تفسیر بالروایت اور تفسیر بالماثور کا مجموعہ ہے۔ اس تفسیر کی تالیف میں اگرچہ کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا ہے البتہ اردو زبان میں اپنے انداز کی یہ پہلی تفسیر ہے جو بعض عربی تفاسیر کے مجموعہ کو دیکھ کر ترتیب دی گئی ہے، خود مولف تحریر فرماتے ہیں:

"کچھ عرصے سے اس کے دل میں یہ داعیہ شدت سے پیدا ہو رہا تھا کہ جس طرح عربی زبان میں نئے انداز میں بعض تفاسیر لکھی گئی ہیں، اس طرح کا کام اردو میں بھی ہو جائے"(۱۶)

اس تفسیر میں تحقیقی کام کیوں نہیں کیا گیا؟ استقراء کے اصولوں کو کیوں ترک کیا گیا؟ ان وجوہات کا ذکر کرتے ہوئے مولانا اسلم شیخوپوریؒ رقمطراز ہیں:

> ”لیکن چونکہ اسے ڈر لگا ہوا تھا کہ کہیں اس سے غلطی نہ ہو جائے اور ثواب کے بجائے عذاب کا مستحق نہ بن جائے اس لیے اس نے ایک کام تو یہ کیا ہے کہ کوئی بھی تحقیق طلب بات معتبر تفاسیر دیکھے بغیر نہیں لکھی، دوسرے مرحلے پر اس نے یہ تفسیر بعض مستند علما کو دکھادی ہے“(۱۷)

چونکہ قرآن کریم قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لیے راہ عمل ہے، اس لیے موجودہ زمانے کے لوگوں کیلئے اس کتاب مقدس کی عبرتوں اور حکمتوں کو نمایاں کرنے کیلئے اس تفسیر میں خصوصی انداز اختیار کیا گیا ہے تاکہ ہر فرد ان ہدایات کی روشنی میں اپنے حال کا جائزہ لے کر راہ نجات پا سکے، حضرت شیخوپوریؒ اپنے اسی انداز کو اس تفسیر کی امتیازی خصوصیت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ”اس تفسیر کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ان عبرتوں، نصیحتوں، حکمتوں اور ہدایات کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو ہر زمانے کے انسانوں، جماعتوں اور گروہوں کے لیے اس کی آیات میں پوشیدہ ہیں تاکہ مطالعہ کرنے والا قرآن کو ایسی کتاب نہ سمجھے جو صرف ماضی کے لوگوں سے بحث کرتی ہے بلکہ اس کے کردار اسے زمانہ حال میں بھی چلتے پھرتے دکھائی دیں اور اسے قرآن کریم ایسا آئینہ محسوس ہو جس میں ہر شخص اپنی اچھی یا بری شکل دیکھ سکتا ہو“(۱۸)

مولانا اسلم شیخوپوریؒ نے اس تفسیر کی تالیف میں نو چیزوں کا اہتمام کیا ہے۔ اس پر تفصیلی گفتگو سے قبل ہم سورہ یوسف کی روشنی میں کچھ ان التزامات کا ذکر مناسب سمجھتے ہیں جنہیں مؤلف نے ذکر نہیں کیا مگر تفسیر کے مطالعہ سے وہ چیزیں تفسیر کا حصہ معلوم ہوتی ہیں۔

1۔ مروجہ بائبل وتورات کے مضامین کی قرآنی آیات کی روشنی میں تردید وتصحیح

اس تفسیر کی ایک نمایاں خصوصیت بیشتر آیات کی تفسیر کے ضمن میں، مروجہ تورات وبائبل کے مضامین کی قرآنی آیات یا اس کے سیاق وسباق کے حوالے سے تردید وتصحیح ہے، جیسے سورہ یوسف کی آیت۔ ﴿أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ﴾(۱۹) کی تفسیر میں تورات کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”تورات کہتی ہے کہ برادران یوسف اپنے مویشی چرانے کیلئے ”سکم“ کی طرف گئے ہوئے تھے، ان کے پیچھے خود یعقوب علیہ السلام نے یوسف کو روانہ کیا تھا“(۲۰)

آگے تورات کے اس بیان کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ”مگر یہ بات بعید از قیاس ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ان کے حسد کا حال جانتے ہوئے یوسف کو اپنے ہاتھوں موت کے منہ میں روانہ کریں، اس حوالے سے قرآن ہی کا بیان زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ

سارا منصوبہ بھائیوں نے خود ہی بنایا تھا بلکہ ان کے انداز کلام سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ وہ پہلے بھی اس قسم کی کوشش کر چکے تھے، کیونکہ انہوں نے شکوہ کے انداز میں اپنے والد سے کہا تھا کہ "کیا وجہ ہے آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اعتماد نہیں کرتے؟" یقیناً کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ ضرور پیش آیا ہوگا جس سے انہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ہمیں شک کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔" (۴۱)

اسی طرح آیت مبارکہ ﴿وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ﴾ (۴۲) کی تفسیر کے ذیل میں تورات کا حوالہ دیتے ہوئے آپ رقمطراز ہیں:

"پھر انہوں نے یوسف کی قبا کو لیا اور ایک بکری کا بچہ مارا اور اسے اس کے لہو میں تر کیا اور انہوں نے اس بوقلموں قبا کو بھیجا اور اپنے باپ کے پاس لے آئے اور کہا کہ ہم نے اسے پایا، آپ اسے پہچانیے کہ یہ آپ کے بیٹے کی قبا ہے کہ نہیں اور اس نے اسے پہچانا اور کہا کہ یہ تو میرے بیٹے کی قبا ہے، کوئی برا درندہ اسے کھا گیا، یوسف بے شک پھاڑا گیا۔" (۴۳)

تورات کی اس روایت کی تردید کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

"تورات کی اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ باپ نے بیٹوں کے اس افسانے کو تسلیم کر لیا مگر قرآن اس کی تردید کرتا ہے، شاید قرآن نے خون اور قمیص کا ذکر اسی لیے کیا ہے تاکہ اس افسانے کا کھوکھلا ہونا ثابت کر دے ....." (۴۴)

اسی آیت کے اگلے ٹکڑے ﴿بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا﴾ (۴۵) کی تفسیر میں تورات کے مضمون کی آپ تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایک طرف قرآن ہے جو یعقوب علیہ السلام کو صبر واستقامت کے ایک مثالی پیکر کے طور پر پیش کرتا ہے، دوسری طرف تورات اور تلمود ہے جو انہیں اس موقع پر وہ کچھ کرتے دکھاتی ہے جو شاید غیر نبی مگر صابر وشاکر اور نیک انسان بھی نہ کرے۔" (۴۶)

تورات میں ہے:

"تب یعقوب نے اپنا پیراہن چاک کیا اور ٹاٹ اپنی کمر سے لپیٹا اور بہت دنوں تک اپنے بیٹے کیلئے ماتم کرتا رہا۔" (۴۷)

مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کون کہتا ہے قرآن کے مضامین بائبل سے چرائے گئے ہیں؟ کتنے ہی داغ دھبے ہیں جو بائبل نے انبیاء کے پاک صاف دامن پر لگائے تھے اور قرآن نے بڑی مہارت سے انہیں صاف کر دیا۔" (۴۸)

ایک اور مقام پر حکمت وہدایت کے عنوان کے تحت تورات کے مضمون کی تصحیح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"قرآن نے ﴿حِمْلُ بَعِيرٍ﴾ (۲۹) یعنی بار شتر کو جو صراحتہ ذکر کیا ہے تو ممکن ہے اس میں ایک حکمت بائبل کی تصحیح ہو کیونکہ بائبل میں اونٹ کے بجائے گدھے کا ذکر ہے۔" (۳۰)

توریت میں مذکور ہے:

"اور انہوں نے گدھوں پر غلہ لادا اور وہاں سے روانہ ہوئے۔" (۳۱)

یہ چند آیات ہیں جن سے صراحتہ یا کنایۃً بائبل اور تورات کے مضامین کی واضح تردید یا تصحیح ہو رہی ہے۔ سورہ یوسف میں جابجا تورات و بائبل کے حوالے ملیں گے اور اس تفسیر تسہیل البیان کے اندر قرآنی آیات کی تفسیر و تشریح میں اس کی تردید یا تصحیح نظر آئے گی۔

2۔ لغوی و نحوی تحقیق

قرآن مجید کا ہر ہر لفظ اور ایک ایک کلمہ اپنے اندر ان گنت فوائد و معانی، اعجاز و حکم سموئے ہوئے ہے۔ اس کے الفاظ حکمت سے بھرپور ہیں۔ قرآن پڑھتے جایئے اور علم کے سمندر میں غوطے لگاتے جایئے، اس کے الفاظ پر جتنا غور کریں گے اتنا اس کے علم میں ڈوبتے چلے جائیں گے۔ چونکہ قرآن مجید آپ ﷺ کا زندہ و جاوید معجزہ ہے اس لیے جابجا آپ کو الفاظ قرآن میں اعجاز نظر آئے گا۔ تسہیل البیان میں بعض مقامات پر آپ کو الفاظ کے لغوی معانی اور نحوی تحقیق پر گفتگو ملے گی جس کا مقصد کسی فائدہ و حکمت کا بیان یا قرآن مجید کے اعجاز کے پہلو کو اجاگر کرنا ہوگا۔ جیسے آیت ﴿وَ قَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ﴾ (۳۲) میں "بِضَاعَتَهُمْ" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"(بِضَاعَتَهُمْ) عربی میں "بضاعۃ" کا لفظ نقدی اور سکہ کے معنی میں نہیں، مال تجارت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ "المفردات فی غریب القرآن" میں لکھتے ہیں:

البضاعة قطعة وافرة من المال تقتنى للتجارة۔ (۳۳)

"مال کی وہ وافر مقدار جو تجارت کے لیے رکھی جائے، اسے بضاعت کہا جاتا ہے"

آیت کے لغوی معنی بیان کرنے کے بعد اس کے اعجاز کے پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہمیں اس لفظ کے استعمال میں بھی قرآن کے اعجاز کا ایک پہلو سمجھ آتا ہے کہ وہ کسی بھی دور اور ملک کا ذکر کرتے ہوئے تاریخی اور معاشی جزئیات کا لحاظ بھی خوب رکھتا ہے، جس زمانہ میں قصہ یوسف پیش آیا، اس زمانے میں نقدی اور سکہ کا رواج نہ تھا، اجناس کے تبادلے اور سونے چاندی ہی سے تجارت ہوتی تھی، قرآن نے جس لفظ کا انتخاب کیا ہے، اس کا اطلاق ہر قسم کے مال تجارت بشمول اجناس پر ہو سکتا ہے" (۳۴)

ایک دوسرے مقام پر ﴿وَ قَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ﴾ (۳۵) آیت کی تفسیر میں لفظ "نِسْوَةٌ" کی نحوی حیثیت پر گفتگو کرتے ہوئے ایک فائدہ کو بیان فرماتے ہیں کہ:

"(نسوۃ) قرآن میں عورتوں کا ذکر بصیغہ جمع بیسیوں مرتبہ آیا ہے ہر جگہ اس مفہوم کیلئے لفظ "نساء" (۳۶)

> آیا ہے، اس عام لفظ کو چھوڑ کر قرآن میں صرف دو ہی جگہ ''نسوۃ'' (۳۷) آخر کیوں آیا ہے؟ (ایک تو یہی اور دوسری جگہ بھی اسی سیاق میں چند آیتوں کے بعد) اس سوال سے ایک عقدہ حل ہو جاتا ہے۔ ''نسوۃ'' جمع تکسیر ہے، اس کو جمع قلت بھی کہتے ہیں اور یہ دلالت بھی کرتی ہے قلت عدد پر یعنی ایسی کہنے والیاں صرف چند ہی تھیں، جمع کثرت کیلئے لفظ ''نساء'' آتا ہے۔ گویا قرآن نے یہ لفظ لاکر خود ادھر اشارہ کر دیا کہ ان بیویوں کی تعداد کچھ ایسی بڑی نہ تھی، یہ کنتی کی چند بیویاں تھیں، بیگم کی ہم سر و ہم چشم، چنانچہ روایتوں میں ان کی کل تعداد پانچ آتی ہے بلکہ بعض میں چار بھی۔'' (۳۸)

3۔ آسان و مربوط کلام

تسہیل البیان کی اردو تحریر شستہ و سلیس ہے، الفاظ کا چناؤ اور جملوں کی بناوٹ ایسی دلنشیں ہے کہ پڑھتے جایئے اور مضمون کو ذہن نشین کرتے جایئے حتی کہ بہت سے مقامات پر لمبی لمبی تفسیری مباحث میں الفاظ کے تکرار اور غیر ضروری بحث سے بچتے ہوئے ایسی تعبیر لے کر آتے ہیں کہ بڑی بڑی تفاسیر کی ضروری مباحث کو چند سطروں میں بیان کر دیتے ہیں۔

دیگر اردو تفاسیر میں آپ کو سادہ زبان بھی ملے گی اور اچھی تعبیر بھی لیکن بعض مقامات پر آیات کی تفسیر میں طویل طویل بحثوں کی وجہ سے قرآن کے الفاظ کے واضح معانی نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں اور اگر یہ کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ اس تفسیر نے اس کمی کو بڑی حد تک دور کیا ہے کہ بعض آیت کی لمبی لمبی تفسیروں کو اس تفسیر نے عنوانات کے ذریعے اور الفاظ و بیان کی تعبیر کے ذریعے سہل کر دیا ہے چنانچہ طویل تفسیری مضامین پڑھنے کے بعد بھی قرآنی الفاظ کے معانی نظروں سے اوجھل نہیں ہوتے۔

جن چیزوں کا اس تفسیر میں اہتمام کیا گیا ہے، ان پر ہم تفصیلاً ذیل میں گفتگو کرتے ہیں:

1۔ خلاصہ سور

خلاصہ سور کے عنوان کے تحت سورتوں کے اہم مضامین کو ذکر کیا گیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

> ''ہر سورت کے آغاز میں اس کا خلاصہ دیا گیا ہے تاکہ قرآن کا مطالعہ کرنے والے کے سامنے اس سورت کے تمام مضامین ایک نظر میں آجائیں اور پھر وہ پورے شعور اور آگہی کے ساتھ سورت کا تفصیلی مطالعہ کر سکے'' (۳۹)

سورہ فاتحہ سے لے کر سورہ حجر تک کی سورتوں کا خلاصہ مختلف عنوانات سے بیان کیا گیا ہے، پہلی جلد میں سورہ فاتحہ، بقرہ و آل عمران کے اہم مضامین بیان کرنے کیلئے عنوان ''سورہ فاتحہ ایک نظر میں'' (۴۰) وغیرہ قائم کیا گیا ہے جبکہ چوتھی جلد میں سورہ یونس سے سورہ حجر تک کی سورتوں کے خلاصہ کیلئے عنوان مثلاً ''سورہ یوسف کے اہم مضامین'' (۴۱) رکھا گیا ہے۔

2۔ موضوعاتی تفسیر

موضوعاتی تفسیر کے عنوان کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

> ''مختلف آیات کو مضمون کے اعتبار سے کسی ایک موضوع اور عنوان کے تحت جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے مثلاً

''اللہ کا احسان عظیم''(۴۲)، ''خواب اور تعبیر'' (۴۳)، ''برادران یوسف کی مشاورت''(۴۴)، ''حضرت یوسف علیہ السلام کی خرید وفروخت''(۴۵)، ''ایک اور آزمائش''(۴۶)، ''چند عورتوں کا فریب اور ناکامی''(۴۷)وغیرہ۔

موضوعاتی تفسیر کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''موضوعاتی تفسیر کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ آیات سے حاصل شدہ کسی اہم سبق کو ذہن میں بٹھانے میں آسانی ہوتی ہے، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ علمی کام کرنے والوں کے لیے اس میں بڑی سہولت پیدا ہو جاتی ہے، تیسرا فائدہ یہ ہے کہ جہاں جہاں درس قرآن کا باقاعدہ اہتمام ہے وہاں روزانہ کسی ایک موضوع پر درس دے دیا جائے تو یہ طریقہ زیادہ مفید اور موثر ہوگا''(۴۸)

3۔ترجمہ

مولانا اسلم شیخوپوریؒ نے قرآن پاک کا ترجمہ نہیں کیا اور حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ(۴۹) کو اپنی تفسیر کا حصہ بنایا ہے۔ ترجمہ نہ کرنے کی وجہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ترجمہ کی انفرادی حیثیت علمی پہلو سے ہے، لیکن اس کیلئے جن صلاحیتوں اور شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، وہ بندہ کے اندر مفقود ہیں، اگرچہ اکابر کے تراجم نے بعد کے مترجمین کے لیے بڑی آسانیاں پیدا کردی ہیں پھر بھی مجھے خود ترجمہ کرنے کی جرات نہیں ہوئی بلکہ میں نے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ترجمہ پر اکتفاء کیا ہے، جو حضرات ایسا ترجمہ پسند کرتے ہیں جو لفظی بھی ہو اور سلیس بھی ان کے لیے یہ ترجمہ خاصے کی چیز ہے''(۵۰)

ترجمہ کو خصوصی عنوان شاید اس لیے دیا گیا ہے کہ دوسری تفاسیر میں عموماً تفسیر لکھنے والے حضرات خود ترجمہ کرتے ہیں جبکہ اس تفسیر میں ایسا نہیں ہے۔

4۔تسہیل

ترجمہ کی بجائے آیات کا مرکزی مفہوم بیان کرنے کیلئے ''تسہیل'' کا عنوان قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ترجمہ کرنے کی تو مجھے ہمت نہیں ہوئی لیکن میں نے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ترجمہ کی تسہیل کی ہے جسے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے الفاظ میں ''مختصر تفسیر یا ترجمہ مطول'' کہنا مناسب ہوگا، اس کے لیے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے خلاصہ تفسیر اور آیت کے سیاق وسباق کو سامنے رکھ کر مرکزی مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی ہے''(۵۱)

چند آیات کی تسہیل ملاحظہ ہو:

''حضرت یوسف علیہ السلام کی ریاست ووزارت''(۵۲)

"تسہیل: اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا کیونکہ نفس برائی کا راستہ دکھاتا ہے، البتہ جس پر میرا رب رحم کرے وہ اس کے شر سے بچ جاتا ہے، بے شک میرا رب بہت بخشنے والا اور بے حد مہربان ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ یوسف کو میرے پاس لے آؤ، میں اسے صرف اپنے معاملات کے لیے مخصوص کر لوں گا، جب حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ کے پاس لایا گیا اور اسے ان سے بات چیت کا موقع ملا تو اس نے ان سے کہا، آج سے تم ہمارے ہاں معزز اور معتبر ہو۔ یوسف نے کہا، مجھے وزیر خزانہ بنا دیجئے کیونکہ میں دیانتداری سے حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور حساب کتاب سے بھی خوب واقف ہوں۔ جیسے ہم نے جیل سے آزادی کی صورت میں یوسف پر انعام کیا تھا یونہی ہم نے اسے ملک مصر میں با اختیار بنا کر انعام کیا، وہ جہاں چاہتے تھے رہتے تھے، ہم جس پر چاہتے ہیں اپنی رحمت متوجہ کر دیتے ہیں اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ البتہ آخرت کا اجر دنیا کے اجر سے کہیں زیادہ بہتر ہے اس لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور تقویٰ پر قائم رہے۔" **(۵۳)**

درج بالا آیات کی تسہیل کو ذرا غور سے پڑھنے اور مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ تسہیل میں با محاورہ ترجمہ کے علاوہ آیات کے مرکزی مفہوم اور سیاق وسباق کا بھی بڑا لحاظ رکھا گیا ہے جیسے آیت ﴿اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ﴾ **(۵۴)** کی تسہیل میں "البتہ جس پر میرا رب رحم کرے" کا ترجمہ کافی تھا لیکن "وہ اس کے شر سے بچ جاتا ہے" کا اضافہ سیاق کلام کے مقتضیٰ کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح ﴿حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ﴾ **(۵۵)** کی تسہیل "کیونکہ میں دیانتداری سے حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور حساب وکتاب سے بھی خوب واقف ہوں" آیت کے مرکزی مفہوم کو پیش نظر رکھ کر کی گئی ہے۔

تسہیل کے بیان میں سادہ اور با محاورہ تعبیرات کا استعمال کیا گیا ہے جو کافی حد تک آیات قرآنیہ کے نفس مضمون کو تفسیر کے بغیر سمجھنے میں مدد ومعاون ہے۔ جو لوگ وقت کی کمی کے شکوہ کے باعث قرآن پاک کی تفسیر کے مطالعہ کے لیے وقت نہیں نکال پاتے، اگر صرف تسہیل البیان کے تسہیل کے مطالعہ کیلئے، روزانہ دس سے پندرہ منٹ نکال لیا کریں تو تھوڑے وقت میں بہت کچھ ہدایت وحکمتیں قرآن مجید سے حاصل کر سکیں گے۔

4۔ ربط آیات وسور

قرآنی سورتوں اور آیات کے درمیان مناسبت اور ربط کے بارے میں اہل علم کے اختلاف کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ربط کے بارے میں قدیم زمانے سے اہل علم کا اختلاف چلا آرہا ہے، ایک گروہ کا خیال ہے کہ سورتوں اور آیتوں میں کوئی ربط اور مناسبت نہیں ہے اس لیے کہ قرآن کریم تیئیس سال میں نازل ہوا، اس عرصہ میں مختلف قسم کے حالات اور واقعات پیش آئے، منافقین کا ظہور، قریش کی ریشہ دوانیاں، بدر واحد کے معرکے، صلح وامن کے معاہدے، اسلامی حکومت کی تاسیس، سلاطین عالم کو دعوت اسلام، مختلف قوانین کا نفاذ، چھوٹے موٹے خارجی اور داخلی معاملات ...... ان تمام مواقع پر حسب ضرورت کبھی پوری سورت اور

> کبھی چند آیات نازل ہوتی رہیں اب ان سورتوں اور آیات میں ربط تلاش کرنا سعی لاحاصل کے سوا کچھ نہیں اور اگر بفرض کوئی صاحب ذوق اسے تلاش کرنے میں کامیاب ہو بھی جائے تو ایسی چیزوں کی حیثیت نکتہ آفرینی سے زیادہ نہیں ہوگی۔"(۵۶)

آیات وسورتوں کے درمیان ربط کے قائلین علماء کے موقف کی وضاحت تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "لیکن علماء کی ایک بڑی جماعت کا دعویٰ یہ ہے کہ سورتوں اور آیات کے درمیان بڑی گہری مناسبت اور ربط پایا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم کا نزول مختلف مواقع اور حالات میں تھوڑا تھوڑا کر کے ہوا لیکن قرآن کریم کی موجودہ ترتیب تو نزول کے مطابق نہیں ہے بلکہ رسول اکرم ﷺ کی ہدایات کے مطابق مختلف آیات کو مختلف مواقع پر رکھا گیا تو کیا ہم یہ فرض کرلیں کہ آپ ﷺ کی ہدایات اور مواقع کی تعیین بغیر کسی مناسبت کے تھی؟ حیرت ہے کہ دنیا کی کسی بھی کتاب کے مضامین میں مناسبت کا نہ ہونا عیب شمار کیا جاتا ہے جبکہ اسی عدم مناسبت کو بعض حضرات کلام اللہ کے محاسن میں سے شمار کر رہے ہیں"(۵۷)

آگے زمانہ بعید وقریب کے کچھ اہل علم حضرات کی قرآنی آیات وسور کے درمیان ربط کا اہتمام کرنے سے متعلقہ علمی خدمات وکاوشوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "اس کم علم نے بھی اہل علم کے اس دوسرے گروہ کی اتباع کی ہے اور اکثر مواقع پر "ربط" کا عنوان قائم کر کے اور بعض جگہ عنوان کے بغیر ہی تسہیل اور تفسیر میں ایسا انداز اختیار کیا ہے کہ ربط خود بخود واضح ہوجائے"(۵۸)

چنانچہ سورہ یوسف کی ابتداء میں ربط کا عنوان قائم فرما کر سورہ یوسف اور سورہ ہود کے درمیان مناسبت کو ثابت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

> "سورہ یوسف، سورہ ہود کے بعد نازل ہوئی"(۵۹)

سورہ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کا پورا قصہ بیان کیا گیا ہے، کسی دوسری سورت میں اس کا کوئی جز نہیں مذکور ہوا، اس کی وجہ میں علامہ قرطبی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

> "علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن کے دونوں انداز حد بلاغت تک پہنچے ہوئے ہیں، مخالفین نہ تو ان قصوں کی نظیر لاسکتے ہیں جو مکرر آئے ہیں اور نہ اس حصے کی نظیر لاسکتے ہیں جو غیر مکرر آیا ہے"(۶۰)

6۔ تفسیر میں علمی اور طویل ابحاث سے اجتناب

تفسیر کے بیان کرنے میں علمی اور طویل ابحاث سے اجتناب کیا گیا ہے، متعدد اقوال کے بجائے چند ایک قول کو اختیار کیا گیا ہے، ہاں کسی خاص وجہ سے (بہت کم جگہوں پر) ایک سے زائد اقوال کو ذکر کیا گیا ہے۔

مؤلف اپنے تفسیری اسلوب کو خود بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ''چونکہ یہ فیصلہ ابتدا ہی سے کرلیا گیا تھا کہ ''تسہیل البیان'' کو اسم بامسمیٰ بنانے کی کوشش کی جائے گی اس لیے تفسیر میں متعدد اقوال ذکر کرنے کے بجائے کسی ایک قول کو اختیار کرتے ہوئے سلیس زبان میں بیان کیا گیا ہے، البتہ چند ایک مواقع پر کسی خاص وجہ سے ایک سے زائد اقوال بھی ذکر کیے گئے ہیں، علمی اشکالات وجوابات، نکات ودقائق اور طویل ابحاث سے عمداً احتراز کیا گیا ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ان نکات کے بیان کرنے کے لیے کوئی دوسرا موقع تلاش کیا جائے گا۔ جہاں قرآن نے خطابی انداز اختیار کیا ہے وہاں ہم نے بھی تفسیر میں اسی انداز کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے تاکہ اس تفسیر کا قاری اپنے دل پر قرآن کی دستک محسوس کرے اور اس کا سویا ہوا ضمیر انگڑائی لینے پر مجبور ہو جائے۔'' (۶۱)

تفسیر کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے اس تفسیر کو بیان کرنے کیلئے آسان اور سہل طرز اپنایا ہے، تشریح کیلئے ایسی تعبیرات ذکر کی گئی ہیں جو قرآنی آیات کے سیاق وسباق کو دیکھ کر نفس مضمون کو بالکل واضح اور نمایاں کردیتی ہیں بلکہ بسا اوقات تفسیری اقوال کے بیان کرنے کیلئے منتخب تعبیرات سے صرف نظر کرتے ہوئے ایسا انداز اختیار کیا ہے جس میں وہ مختلف اقوال نفس مضمون کا حصہ بھی بن جاتے ہیں اور ان کی تفہیم کیلئے ''اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں'' جیسی تعبیر کا استعمال بھی نہیں ہوتا۔

ذیل میں منتخب آیات سے چند کلڑے پیش خدمت ہیں، جنہیں پڑھ کر یہ محسوس کیا جاسکتا ہے کہ ''تسہیل البیان فی تفسیر القرآن'' اسم بامسمیٰ ہونے میں کس حد تک کامیاب ہے۔

﴿وَ اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً﴾ (۶۲) کی تفسیر کے ذیل میں مؤلف رقم طراز ہیں:

> ''قافلہ والوں کو اندیشہ لاحق ہوکر کہیں اس کا کوئی والی وارث نہ نکل آئے اور یوں ہم مفت میں حاصل ہونے والی متاع سے محروم ہو جائیں، اس لیے انہوں نے اس واقعہ کو راز رکھنے کی کوشش کی اور اس ''متاع'' کی حفاظت کا بھی بڑا اہتمام کیا'' (۶۳)

﴿وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ﴾ (۶۴) کی تشریح کرتے ہوئے مولانا اسلم شیخوپوری لکھتے ہیں:

> ''جیسے ہم نے یوسف کو قتل ہونے اور کنویں کی تاریکی سے بچالیا، یونہی ہم نے انہیں مصر جیسے متمدن اور ترقی یافتہ ملک میں ایک ایسے گھرانے میں باعزت ٹھکانا عطا فرمادیا جہاں رہ کر وہ بہتر انداز میں اپنی خداداد صلاحیتوں کو نشوونما دے سکتے تھے، دوسری مصلحت اس میں یہ بھی تھی کہ ہم یوسف کو باتوں کی حقیقت اور خوابوں کی تعبیر میں مہارت عطا کردینا چاہتے تھے تاکہ اس کے لیے مصر کی بادشاہی کی راہ ہموار ہو جائے۔'' (۶۵)

7۔ حکمت وہدایت

قرآن کے نزول کا اصل مقصد ہدایت ہے، باقی قصص واخبار، احکام ومسائل، عقائد وافکار اور جو کچھ علوم وفنون وغیرہ

قرآن میں آئے ہیں وہ سب کے سب اسی ہدایت کے حصول کے لیے ہیں، جسے ان چیزوں سے ہدایت مل گئی وہ کامیاب ہوگیا اور جو کوئی ان علوم وفنون کے حاصل کرنے کے بعد بھی ہدایت سے محروم رہا وہ ناکام ہے۔

حکمت وہدایت کے عنوان سے اس تفسیر میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اسی قرآن کے مقصد نزول کے حصول کیلئے ہے اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حکمت وہدایت کے عنوان کے تحت جو انداز اس تفسیر میں اختیار کیا گیا ہے وہ اسے دیگر اردو تفاسیر سے ممتاز کرتا ہے اور یہی اس تفسیر کی اصل اور بنیادی خصوصیت ہے۔ پہلے ہم خود مؤلف کی تحریر بعنوان حکمت وہدایت کو پڑھتے ہیں اور پھر چند منتخب مثالوں سے اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

مولانا اسلم شیخوپوریؒ تحریر فرماتے ہیں:

> ''اس عنوان کے تحت وہ بصائر وعبر اور احکام ومسائل بیان کئے گئے ہیں جو متعلقہ آیات میں غور وتدبر کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔ اس نے ناچیز نے اکثر محسوس کیا ہے کہ تفسیری ابحاث اور علمی تحقیقات میں لگ کر قرآن کا پیغام نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے، یہ تو یاد رہتا ہے کہ قرآن یہود ونصاریٰ اور مشرکین اور منافقین کے بارے میں کیا کہتا ہے لیکن قرآن کا قاری یہ بھول جاتا ہے کہ قرآن خود مجھ سے کیا کہتا ہے اور میرے لیے ان آیات میں کیا پیغام اور کیا سبق پوشیدہ ہے اسی پہلو کو نمایاں کرنے کیلئے ''حکمت وہدایت'' کا عنوان قائم کیا گیا ہے جو ہدایت براہ راست کسی آیت سے حاصل ہوتی ہے اس کے آخر میں آیت نمبر دیا گیا ہے لیکن جو ہدایات اور مسائل محض موقع کی مناسبت سے بیان کئے گئے ہیں ان کے آخر میں آیت نمبر نہیں دیا گیا''(۶۶)

ہدایات میں تکرار کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ان ہدایات میں اہل ذوق کو ممکن ہے بعض مواقع پر تکرار محسوس ہو لیکن چونکہ قرآن کے پیغام کو نمایاں کرنا اور ذہن نشین کرانا اس کے بغیر ممکن نہیں تھا اس لیے اسے برداشت کرلیا گیا ہے یہ الگ بات ہے کہ دقت نظر سے مطالعہ کرنے والا انسان گواہی دے گا کہ یہ تکرار نہیں بلکہ کسی نئی حکمت و ہدایت کا اظہار ہے''(۶۷)

ان حکمت وہدایات کو سمجھنے کے لیے غور وخوض کو لازم قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> ''آیات سے جن حکمتوں اور ہدایات کا استخراج کیا گیا ہے وہ گہرے غور وخوض پر مبنی ہیں اس لیے قارئین کرام کو بھی خوب تدبر سے کام لینا ہوگا ورنہ سطحی انداز میں مطالعہ کرنے سے ان کا سمجھنا مشکل ہوگا، اگر بالفرض بار بار کے غور وفکر کے باوجود کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو کسی مستند عالم سے رجوع کیا جائے''(۶۸)

درس قرآن میں آیات کا ترجمہ کرنے کے بعد صرف ان حکمت وہدایات کے مذاکرہ کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے تحریر

کرتے ہیں:

"اگر ائمہ اور خطباء روزانہ چند منٹ کے درس قرآن کا اہتمام کریں جس میں کسی موضوع سے متعلق چند آیات کا ترجمہ سنا کر لمبی چوڑی تفسیر کرنے کی بجائے عوام کو محض یہ بتادیا کریں کہ ان آیات سے کیا سبق حاصل ہوا اور ہمارے لیے ان میں کیا پیغام ہے تو لوگ اکتاہٹ بھی محسوس نہیں کریں گے اور ان شاء اللہ انہیں بہت زیادہ فائدہ بھی ہوگا"(۶۹)

مؤلف کی تحریر کا حاصل ذیل میں اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے:

☆ بصائر و حکم اور احکام و مسائل کا تذکرہ، آیات میں غور و فکر کا نتیجہ ہے۔

☆ تفسیری ابحاث اور علمی تحقیقات سے اجتناب اس لیے برتا گیا تاکہ قرآن کے نزول کا اصل مقصد یعنی ہدایت نظروں سے اوجھل نہ ہو۔

☆ جو ہدایات براہ راست کسی آیت سے حاصل ہوتی ہے اس کے آخر میں آیت نمبر دیا گیا ہے اور جو ہدایات موقع کی مناسبت سے آئی ہیں ان کے آخر میں آیت نمبر نہیں دیا گیا۔

☆ ہدایات میں تکرار عربی کے اصول "اذا تکرر تقرر فی القلب" کے پیش نظر آیا ہے۔

☆ حکمتوں اور ہدایات کا استخراج بڑے گہرے غور و خوض پر مبنی ہے اس لیے قارئین کرام کو غور و تدبر سے کام لینا ہوگا، سطحی مطالعہ سے سمجھنا مشکل ہوگا۔

☆ درس قرآن کیلئے لمبی چوڑی تفسیر کرنے کی بجائے اگر آیات سے حاصل شدہ سبق کا مذاکرہ کرلیا جائے تو بہت مفید ہوگا۔

آیئے اب ہم مثالوں کی مدد سے چند نکات کا جائزہ لیتے ہیں:

﴿قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ﴾ (۵) آیت کے تحت مولانا اسلم شیخوپوریؒ نے چار نکات بیان کئے ہیں جو بصائر و عبر اور احکام و مسائل پر مشتمل ہیں:

۱۔ خواب صرف ایسے شخص کے سامنے بیان کرنا چاہیے جو صاحب علم، خیر خواہ، محبت کرنے والا اور تعبیر میں شد بد رکھتا ہو۔

۲۔ جہاں تک ممکن ہو کسی ایسے انسان کے سامنے نعمت کا اظہار نہیں کرنا چاہیے جس کی طرف سے حسد اور مخالفانہ چال چلنے کا خطرہ ہو۔

۳۔ کسی کے شر سے بچانے کیلئے اپنے مسلمان بھائی اور عزیز کو اس کے بارے میں خبردار کرنا غیبت میں داخل نہیں۔

۴۔ والدین اپنی اولاد کی مادی اور روحانی ترقی سے خوش ہوتا ہے جبکہ بھائیوں کے جذبات اپنے بھائیوں کے بارے میں ایسے نہیں ہوتے"(۷۱)

آیت کا ظاہر برادران یوسف کے نبی و غیر نبی ہونے پر دلالت نہیں کرتا البتہ سیاق و سباق سے اشارہ ملتا ہے کہ برادران یوسف نبی نہیں تھے چونکہ آیت کے ظاہر سے یہ بات معلوم نہیں ہو رہی ہے اسی لیے اس نکتہ کے بیان میں آیت نمبر نہیں لگایا گیا، اسی

مسئلہ کو مؤلف یوں تحریر فرماتے ہیں:

"برادران یوسف کے بارے میں بحث ہوئی ہے کہ وہ انبیاء تھے یا نہیں، بظاہر اس قصے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ انبیاء نہیں تھے کیونکہ انبیاء نہ کسی سے حسد کرتے ہیں، نہ اپنے والدین کی نافرمانی کرتے ہیں، نہ ہی کسی مؤمن کے قتل کے لیے مشورہ کرتے ہیں اور نہ ہی اس کی ہلاکت کا سامان کرتے ہیں جبکہ برادران یوسف نے یہ سب کچھ کیا" (۷۲)

﴿اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ﴾ (۷۳) کے ذیل میں مختلف نکات میں سے ایک نکتہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے:

"شیطان بعض اوقات انسان کو توبہ کی امید دلا کر گناہ پر آمادہ کر لیتا ہے حالانکہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ توبہ کی توفیق ملنے تک زندہ بھی رہے گا یا نہیں" (۷۴)

حالانکہ سیاق آیت سے یہ ہدایت آیت ﴿اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ ...... وَتَكُوْنُوْا مِنْ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ﴾ (۷۵) سے مترشح ہوتی ہے، غالباً کمپوزنگ کی غلطی کی بناء پر آیت نمبر ۸ لکھ دیا گیا ہے۔

﴿وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ﴾ (۷۶) آیت کی پہلی حکمت بیان کرتے ہوئے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، ابتدائی حصہ سے انسانی فطرت میں تحقیق کے اصول کا استنباط کرتے ہوئے حوالہ آیت دیا گیا ہے جبکہ اسی حکمت کے جزء حصہ کو بدوں حوالہ آیت کے ذکر کیا گیا ہے۔ مؤلف لکھتے ہیں:

"تجسس اور تحقیق انسان کی فطرت میں ہے، یہ جو کچھ نہیں جانتا اسے جاننا چاہتا ہے۔ (۳۰) یہی جذبہ تجسس مصر کی عورتوں میں بھی تھا" (۷۷)

یہ چند مثالیں ہیں، حقیقت میں یہی مؤلف کی اس تفسیر میں سب سے نمایاں خصوصیت ہے جو قاری قرآن کو مقصد قرآن سے قریب کر دیتی ہے۔

8۔ مآخذ ومراجع

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ "تسہیل البیان فی تفسیر القرآن" تفسیر بالماثور کا مجموعہ ہے اسی لیے اس کی تالیف اور حوالہ جات کی تخریج کے دوران مؤلف کے پاس عربی و اردو کی چھبیس ۲۶ مختلف تفاسیر رہی ہیں جن میں سے چند اہم تفاسیر کے نام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ مفاتیح الغیب معروف بہ التفسیر الکبیر (امام فخر الدین رازیؒ) (۷۸)

۲۔ تفسیر ابن کثیر (حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقیؒ) (۷۹)

۳۔ روح المعانی فی سبع المثانی (سید محمود آلوسی بغدادیؒ) (۸۰)

۴۔ معارف القرآن (مولانا مفتی محمد شفیعؒ) (۸۱)

۵۔تفسیر ماجدی (مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)(۸۲)

۶۔بیان القرآن(مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ)(۸۳)

۷۔التفسیر المنیر (الدکتور وھبۃ الزحیلی)

۸۔ایسر التفاسیر(ابوبکر جابر جزائری)

مؤخر الذکر تین تفاسیر سے زیادہ استفادہ کیا گیا ہے اور جزوی استفادہ کیلئے دیگر تفاسیر کو مع حوالہ جات رقم کیا گیا ہے۔

مولانا شیخوپوریؒ لکھتے ہیں:

"تسہیل میں بیان القرآن، ربط اور تفسیر میں التفسیر المنیر اور حکمت وہدایت میں ایسر التفاسیر سے میں نے خوب خوب استفادہ کیا ہے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ انہی تفاسیر کو دیکھ کر میں نے "تسہیل البیان" کا خاکہ تیار کیا اور پھر انہی کی مدد سے اس خاکہ میں رنگ بھرا لیکن من وعن پابندی کسی کی بھی نہیں کی، ایسا بھی ہوا ہے کہ ربط اور عنوان کے انتخاب میں التفسیر المنیر کے بجائے میں نے بیان القرآن کو ترجیح دی ہو، تسہیل میں دوسرے تراجم وتفاسیر سے استفادہ کرلیا ہو اور حکمت وہدایت میں دس بارہ بصائر وعبر بیان کردیئے ہوں جبکہ اس موقع پر ایسر التفاسیر میں پانچ سات ہدایات کے بیان کرنے پر اکتفاء کیا گیا تھا اس لیے اگر میری تعبیر، انتخاب اور تفسیر میں کوئی غلطی نظر آئے تو وہ میری جہالت اور غلط فہمی کا نتیجہ ہوگی ان بزرگوں کو اس کا الزام نہیں دیا جاسکے گا"(۸۴)

جزوی استفادہ کیلئے دیگر تفاسیر کے حوالہ جات کی تصریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"جزوی استفادہ اور تحقیق وتائید کی حد تک دوسری تفاسیر بھی پیش نظر رہی ہیں اور ہر جگہ ان کے حوالے ساتھ ہی ساتھ دے دیئے گئے ہیں۔ اور حوالہ جات کے لیے یہ { } نشان دیا گیا ہے اس لیے یہ دعوی خلاف حقیقت نہیں ہوگا کہ اس تفسیر میں جو کچھ ہے وہ مستند علماء کی تفاسیر ہی سے ماخوذ ہے صرف تعبیر اور الفاظ میرے ہیں"(۸۵)

9۔نقشہ جات وجدول

تاریخی مقامات اور احکام ومسائل سے متعلقہ آیات کو نقشوں اور جدول کی مدد سے آسان کرکے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مؤلف لکھتے ہیں:

""اس تفسیر میں ایسے تاریخی مقامات کے جدید ترین نقشے بھی دیئے گئے ہیں جن کی مدد سے بعض آیات کا سمجھنا آسان ہوجاتا ہے۔ علاوہ ازیں بعض تفصیلی احکام ومسائل کے بھی نقشے بنادیئے گئے ہیں تاکہ قارئین کے لیے ان احکام کو ذہن نشین کرنا آسان ہوجائے"(۸۶)

سورہ بقرہ آیت ﴿وَ اِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ...... اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ﴾ (۸۷) کی تفسیر کے ذیل میں کوہ

طور، صحرا سینا، مدین، ایلات، مجمع البحرین، خلیج سوئز اور دریائے نیل کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔(۸۸) اسی طرح آیت ﴿وَ اِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ﴾ (۸۹) کے حکمت وہدایت کے عنوان کے تحت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات مبارکہ کا اجمالی جائزہ نقشہ کی صورت میں سمجھایا گیا ہے۔(۹۰)

﴿وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ﴾ (۹۱) آیت کے ذیل میں طلاق کی اقسام کا جدول بنا کر طلاق کی صورتوں اور حکموں کو بیان کیا گیا ہے۔(۹۲)

حوالہ جات

۱۔ عثمان شیخوپوری، صاحبزادہ شیخوپوری، دستی مسودہ شخصی ڈائری، مسجد توابین گلشن معمار کراچی۔ (سوانح عمری کیلئے حضرت شیخوپوری کی اولاد کراچی کی ڈائری سے اور مفتی ابراہیم صادق آبادی صاحب کے مراسلے سے استفادہ کیا گیا ہے)

۲۔ ایضاً بحوالہ بالا۔

۳۔ شیخوپوری محمد اسلم، مولانا، درس قرآن سعدیہ، مکتبہ حلیمیہ سائٹ کراچی، طبع اول کم جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ

۴۔ شیخوپوری محمد اسلم، مولانا، ندائے منبر ومحراب، مکتبہ حلیمیہ سائٹ کراچی، سن طباعت اگست ۲۰۱۲ء

۵۔ شیخوپوری محمد اسلم، مولانا، پچاس تقریریں، مکتبہ حلیمیہ سائٹ کراچی، س ن

۶۔ شیخوپوری محمد اسلم، مولانا، خزینہ، مکتبہ حلیمیہ سائٹ کراچی، س ن

۷۔ شیخوپوری محمد اسلم، مولانا، درس اخلاق، مکتبہ حلیمیہ سائٹ کراچی، س ن

۸۔ صادق آبادی، محمد ابراہیم، مفتی، شخصی مراسلہ، شہادت پر اہل خانہ کے نام

۹۔ عثمان شیخوپوری، صاحبزادہ شیخوپوری، دستی مسودہ بحوالہ بالا

۱۰۔ الجزائری، ابوبکر جابر، ایسر التفاسیر لکلام العلی الکبیر، ۳ جلد، مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ، الطبعۃ الرابعۃ ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۲ء

۱۱۔ عثمان شیخوپوری، صاحبزادہ شیخوپوری، دستی مسودہ بحوالہ بالا

۱۲۔ الزحیلی، وہبہ، الدکتور، التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج، دار الفکر بیروت، اعادۃ ۱۴۱۸ھ ۱۹۹۸ء

۱۳۔ رشید رضا، محمد، تفسیر القرآن الکریم الشہیر بتفسیر المنار، دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۰ھ ۱۹۹۹ء

۱۴۔ عثمان شیخوپوری، صاحبزادہ شیخوپوری، دستی مسودہ بحوالہ بالا

۱۵۔ شیخوپوری محمد اسلم، مولانا، تسہیل البیان فی تفسیر القرآن کراچی، مکتبہ حلیمیہ سائٹ، طبع اول ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۲ء

۱۶۔ ایضاً بحوالہ بالا ۱/۳

۱۷۔ ایضاً۔

۱۸۔ ایضاً۔

۱۹۔ القرآن ۱۴:۱۲

۲۰۔ تسہیل البیان فی تفسیر القرآن، ج۱/ ۲۵۵۔ تفصیل کے لیے دیکھیے عہد عتیق، کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ، بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور، سن طباعت ۲۰۰۱ء، کتاب پیدائش، باب: ۳۷، سطر: ۱۲۔۱۳/ص ۳۰۔

۲۱۔ ایضاً، محولہ بالا، ج۱/ ۲۵۵/ ۲۵۶

۲۲۔ القرآن ۱۲:۱۸

۲۳۔ تسہیل البیان فی تفسیر القرآن کراچی، ج۱/ ۲۵۸۔ تفصیل کے لیے دیکھیے عہد عتیق محولہ بالا، سطر: ۳۱ ۳۳/ص ۳۰۔

۲۴۔ ایضاً، محولہ بالا

۲۵۔ القرآن ۱۲:۱۸

۲۶۔ تسہیل البیان فی تفسیر القرآن محولہ بالا، ج۱/ ۲۵۸

۲۷۔ تفصیل کے لیے دیکھیے عہد عتیق محولہ بالا، سطر: ۳۴/ص ۳۰۔

۲۸۔ ایضاً، محولہ بالا

۲۹۔ القرآن ۱۲:۶۵

۳۰۔ تسہیل البیان فی تفسیر القرآن محولہ بالا، ج۱/ ۳۱۰

۳۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے عہد عتیق محولہ بالا، باب ۴۴، سطر: ۲۰/ص ۳۵۔

۳۲۔ القرآن ۱۲:۶۲

۳۳۔ راغب اصفہانی، ابوالقاسم حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، المکتبۃ المرتضویۃ، ایران، ۱۳۷۳ھ، ص ۵۰۸

۳۴۔ تسہیل البیان فی تفسیر القرآن محولہ بالا، ج۱/ ۳۰۶

۳۵۔ القرآن ۱۲:۳۰

۳۶۔ القرآن ۳۳:۳۰،۳۲

۳۷۔ القرآن ۱۲:۳۰،۵۰

۳۸۔ تسہیل البیان فی تفسیر القرآن محولہ بالا، ج۱/ ۴۲۵ ۴۲۶

۳۹۔ ایضاً، محولہ بالا، ۱/ ۱۴

۴۰۔ ایضاً، ۱/ ۴۳ ۴۴

۴۱۔ ایضاً، ج۱/ ۴۳۵ ۴۳۶

۴۲۔ ایضاً، ج۱/ ۴۳۰

۴۳۔ ایضاً، ج۱/ ۴۴۳

۴۴۔ ایضاً، ج۱/ ۴۳۹

۴۵۔ ایضاً، ج۱/ ۴۶۰

۴۶۔ ایضاً، ج۱/ ۴۶۶

۴۷۔ ایضاً، ج۱/ ۴۷۲

۴۸۔ ایضاً، ۱/ ۱۴

۴۹۔ شیخ الہند محمود الحسن، مولانا، ترجمہ تفسیر عثمانی، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی، طبع اول ۱۹۹۳ء

۵۰۔ تسہیل البیان فی تفسیر القرآن، ۱/۱۴

۵۱۔ ایضاً۔

۵۲۔ ایضاً، ج۲/۴۹۸

۵۳۔ ایضاً۔

۵۴۔ القرآن ۱۴:۵۴

۵۵۔ القرآن ۱۴:۵۵

۵۶۔ تسہیل البیان فی تفسیر القرآن مجلد اول، ۱/۱۴

۵۷۔ ایضاً۔

۵۸۔ ایضاً، ۱/۱۵

۵۹۔ ایضاً، ج۲/۴۳۰

۶۰۔ ایضاً، ج۲/۲۳۱۔ نیز القرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء، الجزء
التاسع، ص ۱۱۸

۶۱۔ تسہیل البیان فی تفسیر القرآن مجلد اول، ۱/۱۵

۶۲۔ القرآن ۱۴:۱۹

۶۳۔ تسہیل البیان فی تفسیر القرآن مجلد اول، ج۲/۲۶۲

۶۴۔ القرآن ۱۴:۳۱

۶۵۔ تسہیل البیان فی تفسیر القرآن مجلد اول، ج۲/۲۶۳

۶۶۔ ایضاً، ۱/۱۵، ۱۶

۶۷۔ ایضاً۔

۶۸۔ ایضاً۔

۶۹۔ ایضاً۔

۷۰۔ القرآن ۱۴:۵

۷۱۔ تسہیل البیان فی تفسیر القرآن مجلد اول، ج۲/۴۲۸، ۴۲۹

۷۲۔ ایضاً۔

۷۳۔ القرآن ۱۴:۸

۷۴۔ تسہیل البیان فی تفسیر القرآن مجلد اول، ج۲/۴۵۴

۷۵۔ القرآن ۱۴:۹

۷۶۔ القرآن ۱۴:۳۰

۷۷۔ تسہیل البیان فی تفسیر القرآن مجلد اول، ج۲/۴۷۹

۷۸۔ الرازی، فخر الدین الامام، التفسیر الکبیر، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء

۷۹۔ ابن کثیر، عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم المعروف بہ تفسیر ابن کثیر، دار الکتاب العربی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

۸۰۔ آلوسی، ابو الفضل شہاب الدین محمود السید، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دار الفکر بیروت لبنان، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء

۸۱۔ مفتی محمد شفیع، مولانا، معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی، طبع جدید ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

۸۲۔ دریا آبادی، عبد الماجد، مولانا، تفسیر ماجدی، مجلس نشریات قرآن ناظم آباد کراچی، اشاعت ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

۸۳۔ تھانوی، محمد اشرف علی، مولانا، تفسیر بیان القرآن، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، اشاعت ۱۴۲۳ھ

۸۴۔ تسہیل البیان فی تفسیر القرآن، محولہ بالا، ۱/۱۸

۸۵۔ ایضاً۔

۸۶۔ ایضاً، ۱/۳۰

۸۷۔ القرآن ۲:۳۴، ۵۴

۸۸۔ ایضاً، ۱/۴۷

۸۹۔ القرآن ۲:۱۴۳

۹۰۔ تسہیل البیان فی تفسیر القرآن، محولہ بالا، ۱/۱۴۸

۹۱۔ القرآن ۲:۲۳۱، ۲۳۲

۹۲۔ تسہیل البیان فی تفسیر القرآن، ایضاً، ۱/۲۸۰

جماعت احمدیہ کے تراجم قرآنِ مجید اور تعلیمِ قرآن پر کیے گئے کام کا علمی و تحقیقی جائزہ

☆ محمد عمران / ☆☆ زیر نگرانی: ڈاکٹر عبدالروف ظفر
☆ پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا، پاکستان
☆☆ چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا، پاکستان

Abstract

In this article, the work done by Ahmadis on Trajam-e-Quran and Taleem-e-Quran is analyzed. Ahmadis were divided in to two groups after the death Hakeem Noor-ud-din Bhairvee in 1914.One group was named Ahmadi Rabwa and other one was named Ahmadi Lahori.Both groups had written the Trajam-e-Quran and Taleem-e-Quran according to their own religious point of view.

The translation by Hakeem Noor-ud-din Bhairvee is considered as an authenticand renowned. Many other Ahmadiyya scholars have also written a number of translations to explain their specific trends. Some of them are: Molvi Meer Muhammad Saeed, Molvi Ghulam Hassan Niazi and Muhammad Ali Lahori.The translation of Muhammad Ali is prominent one in this aspect. In this article many tafaseer of Ahmadis are also analyzed. These groups have translated in many other languages including Urdu. It is hoped that the Muslim scholars will analyze these believes in the light of true Islamic spirit.

جماعت احمدیہ قادیانی سلسلے کے بانی مرزا غلام احمد (۱۸۳۵ء۔۱۹۰۸ء) تھے۔ مئی ۱۹۰۸ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے پہلے جانشین حکیم نور الدین بھیروی (۱۸۴۱ء۔۱۹۱۴ء) ہوئے۔ جنہوں نے اپنے آپ کو خدا کی طرف سے مقرر کردہ خلیفہ قرار دیا اور اپنی مخالفت کو خدا کی مخالفت قرار دیتے ہوئے کہا کہ "میں نے تمہیں بارہا کہا ہے اور قرآن مجید سے دکھایا ہے کہ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ آدم کو خلیفہ بنایا کس نے؟ بار اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انی جاعل فی الارض خلیفة. اس خلافتِ آدم پر فرشتوں نے اعتراض کیا۔ مگر انہوں نے اعتراض کر کے کیا پھل پایا؟ تم قرآن مجید میں پڑھ لو آخر انہیں آدم کیلئے سجدہ کرنا پڑا۔ پس اگر کوئی مجھ پر اعتراض کرے اور وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو تو میں اسے کہدوں گا کہ آدم کی خلافت کے سامنے سربسجود ہو جاؤ تو بہتر ہے اور اگر وہ اباء و استکبار کو اپنا شعار بنا کر ابلیس بنتا ہے تو پھر یاد رکھے کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا؟ میں پھر کہتا ہوں کہ اگر کوئی فرشتہ بن کر بھی میری خلافت پر اعتراض کرتا ہے تو سعادت مند فطرت اسے اسجدوالآدم کی طرف لے آئے گی۔"(۱) ان کے انتقال کے بعد جانشینی پر شدید اختلاف برپا ہوا۔ جس کی وجہ سے جماعت دو حصوں میں تقسیم ہوئی۔ جماعت احمدیہ ربوہ کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود احمد (۱۸۸۹ء۔۱۹۶۵ء) تھے اور جماعت احمدیہ لاہور کے سربراہ محمد علی (۱۸۷۴ء۔۱۹۵۱ء) تھے۔ سیاسی اختلافات کے علاوہ ان دونوں جماعتوں میں پہلی بار عقائد کے لحاظ سے بھی درج ذیل اختلافات سامنے آئے:

جماعتِ احمدیہ ربوہ کے عقائد

۱۔ مرزا غلام احمد رسول اور نبی ہیں۔ ۲۔ قرآنی آیت میں "اسمہٗ احمد" کا مصداق مرزا غلام احمد ہے۔

۳۔ مرزا غلام احمد پر ایمان نہ لانے والا کافر ہے۔

۴۔ مرزا غلام احمد نے جس مصلح موعود کی پیشین گوئی کی تھی اس سے مراد مرزا بشیر الدین محمود احمد ہے۔

۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔

۶۔ جماعتِ احمدیہ کا خلیفہ خدا کی طرف سے بنایا جاتا ہے لہٰذا نہ تو اس کے حکم کی خلاف ورزی کی جا سکتی ہے اور نہ ہی خلیفہ کو معزول کیا جا سکتا ہے۔

انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے عقائد

۱۔ مرزا غلام احمد مجدد تھے۔ ۲۔ قرآنی آیت میں "اسمہٗ احمد" کا مصداق آنحضرت ﷺ ہیں نہ کہ مرزا غلام احمد۔ ۳۔ مرزا غلام احمد پر ایمان نہ لانے والا کافر نہیں۔ ۴۔ مرزا غلام احمد نے جس مصلح موعود کی پیشین گوئی کی تھی اس سے مراد مرزا بشیر الدین محمود احمد نہیں بلکہ یہ ایک بدکار شخص تھا۔ ۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باپ کا نام یوسف تھا۔ ۶۔ ۱۹۱۴ء میں جب جماعت کے اندر اختلاف ہوئے تو لاہوری گروپ نے خلیفہ کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ مرزا غلام احمد کے بعد خلیفہ بنانا جائز نہیں اس کے بعد لاہوری گروپ نے امیر کی نئی اصطلاح شروع کر دی اور جماعت کا امیر یا صدر خدا کی طرف سے مقرر نہیں ہوتا بلکہ کونسل کے ذریعہ سے منتخب کیا جاتا ہے اور اس کو اصولوں کی خلاف ورزی کرنے پر معزول بھی کیا جا سکتا ہے اور اس کا حکم خدائی حکم تصور نہیں کیا جاتا۔

بانی جماعت احمدیہ نے اپنے باطل عقائد و نظریات کو آگے پھیلانے کے لیے تحریک قرآنی کی ابتدا بھی رکھی تا کہ قرآن مجید کے ذریعے اپنے بے ہودہ نظریات کو آگے پھیلایا جائے اس کے لیے انہوں نے حکیم نورالدین بھیروی اور محمد علی لاہوری کو یہ ذمہ داری سونپی۔ حکیم نورالدین روزانہ مرزا غلام احمد کے حکم پر درس دیا کرتے تھے اور جماعت احمدیہ میں ان کے دروس قرآن ریڑھ کی حیثیت رکھتے ہیں اور محمد علی لاہوری کے ذمے مرزا غلام احمد نے یہ کام لگایا کہ وہ قرآن کا ترجمہ انگریزی زبان میں کریں۔ چنانچہ آپ اس کام میں مصروف رہے محمد علی لاہوری جماعت احمدیہ میں اشاعت قرآن کے لحاظ سے سرفہرست مانے جاتے ہیں۔ حکیم نورالدین کے زمانہ خلافت میں جب میر ناصر نواب نے اردو ترجمہ قرآن کی بنیاد ڈالنی چاہی تو حکیم نورالدین نے انہیں روک دیا اور اس کام کو محمد علی لاہوری کے سپرد کیا۔ اب جہاں محمد علی لاہوری قرآن کا انگریزی ترجمہ کیا کرتے تھے تو وہاں وہ اردو ترجمہ قرآن بھی کیا کرتے تھے۔ مرزا غلام احمد کی اس تحریک کا یہ نتیجہ نکلا کہ جماعت احمدیہ کے جتنے بھی خلفاء آتے ہیں وہ درس قرآن کو بہت زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ اور اسی طرح اب اس تحریک میں بھی شدت آگئی ہے اور جماعت احمدیہ کی طرف سے قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم کثرت سے کیے گئے ہیں اسی طرح موجودہ دور میں جماعت کی کوشش ہوتی ہے کہ جماعت کا ہر شخص قرآنی مفہوم کو سمجھ کر آگے خود بیان کر سکے۔ اسی طرح جماعت احمدیہ لاہور نے مختلف زبانوں میں قرآنی تراجم کے ساتھ تفسیر قرآن کو بھی مختلف زبانوں میں لکھا ہے۔ لہذا اب جماعت احمدیہ کی طرف سے جو قرآن پر کام کیا گیا ہے یا کیا جا رہا ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ا۔ تفسیر (مرزا غلام احمد قادیانی)

جماعت احمدیہ نے مرزا غلام احمد کے مختلف تفسیری اقوال کو اکٹھا کر کے ان کی نسبت سے ایک تفسیر مرتب کی۔ اس میں بہت سی قرآنی آیات کی تفسیر کو مرزا غلام احمد کے اقوال نہ ملنے کی وجہ سے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس تفسیر میں اقوال کا بہت زیادہ تکرار پایا جاتا ہے۔ مرزا صاحب کی اس تفسیر کو پڑھنا انتہائی خشک مشغلہ ہے کیونکہ نہ تو اقوال میں ربط ہے اور نہ کوئی علمی رنگ پایا جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد نے اپنی زندگی میں سورہ فاتحہ کی تین تفاسیر لکھیں تھیں "کرامات الصادقین، اعجاز المسیح" یہ دونوں عربی زبان میں ہیں اور براہین احمدیہ میں سورہ فاتحہ کی اردو میں تفسیر کی ہے۔ اب ان تینوں تفاسیر کو مرزا غلام احمد کی طرف منسوب تفسیر میں جمع کر دیا ہے۔ ابتداء میں ادارۃ المصنفین ربوہ نے اس تفسیر کو آٹھ جلدوں میں شائع کیا۔ لیکن بعد میں ناظر نشر و اشاعت قادیان نے ان آٹھ جلدوں کو تین جلدوں میں شائع کیا ہے۔

تفسیری منہج

ا۔ قرآنی عربی متن لکھنے کے بعد اسکا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔
۲۔ تفسیر آیات میں کوئی ربط نہیں پایا جاتا۔
۳۔ بانی جماعت کے حالات کے مطابق انکی وضاحت کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔
۴۔ قادیانی نظریات اور عقائد کو مدلل انداز میں بیان کیا گیا ہے اور اس کے لیے آیات میں تحریفات بھی کی گئی ہے۔
۵۔ مخالفین کی باتوں کا بھی رد کیا گیا ہے۔

۶۔ آخر میں بانی جماعت کی اتباع ہی میں تمام لوگوں کی کامیابی سمجھی گئی ہے۔

قرآنی آیت "هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ" (۲) کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "الہام میں خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا اور مجھے اس قرآنی پیش گوئی "هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ" کا مصداق ٹھہرایا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے خاص تھا اور آنے والے مسیح موعود کی تمام صفات مجھ میں قائم کیں"۔ (۳)

مزید لکھا ہے کہ "مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ "هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ"۔ (۵) اس آیت کے متعلق تفسیر ابن عباس میں ہے کہ "هو الذی ارسل رسوله محمد علیه الصلاة و السلام بالهدی بالتوحید ویقال بالقرآن و دین الحق بشهادة أن لا اله الا الله و أن محمداً عبده و رسوله لیظهره لیعلیه علی الدین کله علی الأدیان کلها فلا تقوم الساعة حتی لا یبقی الا مسلم أو مسالم۔" (۵)

۲۔ حقائق الفرقان۔ حکیم نور الدین بھیروی

قادیانی مذہب میں جو مقام و مرتبہ مرزا غلام احمد کو حاصل ہے وہی مقام و مرتبہ حکیم نور الدین بھیروی کو حاصل ہے۔ بلکہ بعض اہل نظر کے مطابق حکیم نور الدین قادیانی سلسلہ میں دماغ کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس تحریک کا احیاء ان ہی کے سر ہے۔

اس تفسیر میں حکیم نور الدین بھیروی کے مختلف اقوال کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ اس میں بھی ربط مضامین کا بہت زیادہ فقدان پایا جاتا ہے۔ یہ تفسیر چار جلدوں میں ہے۔ اور ہر جلد کے آخر میں مضامین، اسماء اور مقامات کو حروف تہجی کی ترتیب سے بیان کیا گیا ہے سب سے اہم بات یہ ہے کہ تفسیر میں لغوی وضاحت کی گئی ہے ہر جلد کے آخر میں ان الفاظ کو بھی حروف تہجی کے اعتبار سے بیان کر دیا ہے تاکہ تلاش کرنے میں آسانی ہو۔ اور جلد اول کے شروع میں تفسیر قرآن کی بحث بھی کی گئی ہے اور مرزا غلام احمد کے بیان کردہ اصول تفسیر قرآن کی خصوصیات اور قرآن کے موضوعات کو بیان کیا گیا ہے۔

"حقائق الفرقان" کا منہج

اس تفسیر میں سورت کا خلاصہ بیان کرنے کے بعد بعض آیات کا تو ترجمہ کیا ہے اور بعض کا ترجمہ کیے بغیر ہی تشریح دی ہے اور تشریح میں زیادہ تر رائے اور مشاہدات کا بیان ہے۔

سورہ بقرہ کی آیت "و اذ قتلتم نفسا" (۶) کی تشریح میں مفسرین جو مشہور واقعہ پیش کرتے ہیں حکیم نور الدین اس قتل کی عجیب تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "ایک یہودی عورت نے ایک مسلم عورت کو مار دیا۔ قریب المرگ حالت میں بتا گئی میرا قاتل کون ہے پس حکم ہوا اس کو مار دو"۔ (۷)

حکیم نور الدین نے یہاں دو باتوں کا انکار کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ قتل مرد ہوا تھا عورت نہیں۔ دوسرا یہ کہ خدا کے حکم سے گائے کے گوشت کو اس لاش کے ساتھ لگایا گیا تو اس نے اپنا قاتل خود ہی بتا دیا۔ چنانچہ علامہ تفسیر ابن کثیر میں اس واقعہ کو مکمل بیان کیا ہے کہ:

حدثنا الحسن بن محمد بن الصباح ،حدثنا يزيد بن هارون أنبأنا هشام بن حسان ،عن محمد بن سيرين ،عن عبدة السلماني ،قال: كان رجل من بني اسرائيل عقيماً لا يولد له ،وكان له مال كثير ،وكان ابن اخيه وارثه ،فقتله تحتمله ليلا فوضعه على باب رجل منهم ،ثم أصبح يدعيه عليهم حتى تسلحوا ،وركب بعضهم الى بعض ،فقال ذوو الرأي منهم والنهي: علام يقتل بعضكم بعضاً وهذا رسول الله فيكم؟ فأتوا موسى عليه السلام ،فذكروا ذلك له ،فقال: إن الله يأمركم ان تذبحوا بقرة قالوا أتتخذنا هزواً قال اعوذ بالله ان اكون من الجاهلين قال: فلو لم يعترضوا البقر لأجزأت عنهم أدنى بقرة ،ولكنهم شددوا فشدد عليهم ،حتى انتهوا الى البقرة التي امروا يذبحها فوجدوها عند رجل ليس له بقرة غيرها ،فقال: والله لا انقصها من ملء جلدها ذهبا ،فأخذوها بملء جلدها ذهبا فذبحوها ،فضربوه ببعضها فقام فقالوا: من قتلك؟ فقال: هذا لابن اخيه ،ثم مال ميتاً ،فلم يعط من ماله شيئا ،فلم يورث قاتل بعد. (۸)

۳۔ تفسیر اوضح القرآن مسمّیٰ بہ تفسیر احمدی۔ مولوی میر محمد سعید (م ۱۹۱۵ء)

قادیانی جماعت میں سب سے پہلے مولوی میر محمد سعید کو تفسیر لکھنے کا اعزاز حاصل ہے۔ ان کی تفسیر کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول ترجمۂ قرآن پر مشتمل ہے اور ساتھ کہیں کہیں بعض الفاظ کی تشریح بھی موجود ہے اور حصہ دوم میں آیات کے جملوں کی تشریح اس انداز میں کی گئی ہے کہ ہر سورۃ میں لفظ ''ت'' (تفسیری حوالہ نمبر) کے بعد مضمون نمبر لکھ کر قرآنی آیت کی تشریح کرتے ہیں۔ یہ تفسیر ۱۹۱۵ء کو مکتبہ مرتضائی آگرہ سے شائع ہوئی۔ حصہ اول کے ۲۶۳ صفحات ہیں اور حصہ دوم کے ۱۹۶ صفحات ہیں۔ اوضح القرآن مسمّیٰ بہ تفسیر احمدی میں پورے قرآن کے ۲۰۰۶ جملوں کی تفسیر کی گئی ہے۔ یہ تفسیر اب بالکل نایاب ہے پاکستان میں صرف خلافت لائبریری ربوہ میں موجود ہے انتہائی ناسازگار حالت میں۔

اوضح القرآن مسمّیٰ بہ تفسیر احمدی کا منہج

مولوی میر محمد سعید نے اس تفسیر میں قرآنی آیات کے اہم جملوں کی وضاحت اس انداز میں کی ہے کہ سب سے پہلے تمہید میں سورت کا تعارف کراتے ہیں پھر لفظ ''ت'' لکھ کر مضمون نمبر اور آگے آیت قرآنی کا حصہ لکھ کر اپنے انداز میں چند لائنوں کی تشریح کرتے ہیں جس میں لغات، اشعار اور مرزا غلام احمد قادیانی جماعت کے خلیفہ اول حکیم نور الدین بھیروی کا کثرت سے حوالہ دیتے ہیں۔ مولوی میر محمد سعید اپنی تفسیر میں حنفی المسلک کو ترجیح دیتے ہیں اور شیعہ حضرات کا کثرت سے رد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

مولوی میر محمد سعید مرزا غلام احمد کو قرآنی آیت "من بعدی اسمہ احمد" (۹) کا مصداق قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی کریم ﷺ بھی آئے اور مسیح موعود بھی آئے۔''احمد'' آپ بھی تھے اس لحاظ سے کہ آپ اللہ کی بڑی تعریف کرنے والے تھے مگر آپ ''محمد'' بھی تھے اور مسیح موعود بھی چار احمد اور ہ کر اسم احمد سے مشرف ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''احمد'' سے خطاب کیا ہے بذریعہ وحی و الہام اور آپ کا علم عند اللہ ''احمد'' ہے''۔(۱۰)

۴۔ حسن بیان۔ مولانا غلام حسن نیازی (م ۱۹۴۳ء)

ابتداء میں نیازی صاحب لاہوری گروپ میں شامل ہو گئے تھے اور ان کی یہ تفسیر بھی لاہوری گروپ کے عقائد کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی لیکن آخر عمر میں محمد علی سے اختلاف کرتے ہوئے دوبارہ جماعت احمدیہ ربوہ میں شامل ہو گئے تھے اور وفات کے بعد آپ کی تدفین بھی قادیان میں ہوئی تھی۔ ایک جلد میں مختصر انداز میں لکھی گئی پورے قرآن کی تفسیر ہے۔ اس تفسیر کی وجہ تالیف کے متعلق مولوی غلام حسن لکھتے ہیں کہ ''خواجہ کمال الدین (۱۸۷۰ء۔ ۱۹۳۲ء) کی فرمائش پر میں نے ابتداء قرآن مجید کا ترجمہ لکھا تھا۔ بعد میں میری خواہش تھی کہ اس کی تفسیر بھی خواجہ صاحب کی نگرانی میں کر دوں لیکن خواجہ صاحب کی مصروفیات کی بناء پر یہ حسرت بھی پوری نہ ہو سکی۔ لیکن خواجہ صاحب کی وفات کے بعد اللہ نے یہ بات میرے دل میں ڈالی کہ میں جدید انکشافات زمانہ کو مدنظر رکھ کر ایک مختصر تفسیر اللہ تعالیٰ کی اعانت سے لکھوں جس سے علماء اور غیر علماء اپنی اپنی حیثیت کے مطابق استفادہ کر سکیں۔ اور جس میں خواجہ مرحوم کے بلند خیالات کا کچھ رنگ پایا جائے۔ چنانچہ ان مقاصد کو مدنظر رکھ کر میں نے یہ تفسیر لکھی۔ جس کا نام اردو زبان میں ترجمہ و مختصر مطالب قرآن موسوم بہ ''حسن بیان'' رکھا۔''(۱۱)

تفسیر ''حسن بیان'' کے شروع میں تمہید اس کے بعد ایک مختصر سی مطالب کی فہرست دی گئی ہے۔ ان مطالب کی مدد سے تفسیر ''حسن بیان'' میں آسانی کے ساتھ حوالوں کو تلاش کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس تفسیر کے کل صفحات ۶۵۴ ہیں۔

''حسن بیان'' میں تفسیری منہج

۱۔ آسان انداز میں بامحاورہ ترجمہ کیا گیا ہے۔

۲۔ مختصر انداز میں ہر سورت کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

۳۔ اگر کہیں اختلاف ہو تو اس کو بیان کر کے نیازی صاحب اپنی رائے دے دیتے ہیں۔

۴۔ آیت کی وضاحت میں ترجمے کے اندر حوالہ دے کر نیچے اس کی تشریح کی گئی ہے۔

۵۔ کہیں کہیں مشکل الفاظ کی تشریح بھی کر دی ہے۔

حَتّٰی إِذَا أَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ. (۱۲)

''(اور چل پڑے) حتیٰ کہ جب پہنچے وہ چیونٹیوں کی وادی میں تو کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹیوں گھس جاؤ اپنے بلوں میں۔''

حسن بیان میں ترجمہ

''یہاں تک کہ جب وادی نمل (نملہ قوم کا علاقہ ہے) میں پہنچے تو قوم نملہ کی ایک عورت نے کہا اے قوم

نکلا اپنے گھروں میں گھس جاؤ۔''(۱۴)

۵۔تفسیر انوار القرآن۔ڈاکٹر بشارت احمد(۱۸۷۶ء۔۱۹۴۳ء)

ڈاکٹر بشارت احمد محمد علی لاہوری کے ساتھ جماعت احمدیہ ربوہ سے الگ ہو گئے تھے ان کی یہ تفسیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد پر روشنی ڈالتی ہے۔یہ تفسیر دو حصوں پر مشتمل ہے۔حصہ دوم سورۃ الذاریات سے شروع ہو کر سورۂ حدید تک ہے اور اول حصہ سورۂ نبا سے لے کر سورۃ الناس تک ہے۔اس تفسیر کو انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا۔ڈاکٹر بشارت احمد اس تفسیر کے اندر قرآنی متن لکھ کر اس آیت کا نمبر نہیں دیتے۔

انوار القرآن میں تفسیری منہج

اس تفسیر میں سب سے پہلے سورت کا تعارف اور سورت کے مضامین کو مختصر انداز میں بیان کیا گیا ہے اس کے بعد قرآنی متن کو بیان کرکے،اس کا ترجمہ کیا ہے پھر اس حصہ کی تشریح کی گئی ہے۔

وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ(۱۴)

اس آیت کی تفسیر میں طوفان نوح کے متعلق لکھتے ہیں "یہ بات غلط ہے کہ نوح کا طوفان ساری دنیا پر آیا۔وہ ایک قوم کے لئے عذاب تھا۔''(۱۵)

مولانا ادریس کاندھلوی صاحب اپنی تفسیر میں اس آیت کی وضاحت میں طوفان نوح کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ سلف وخلف میں سے کسی کا یہ قول نہیں کہ طوفان صرف نوح علیہ السلام کی قوم کے حق میں تھا اور یہود کے باطل اقوال کا اعتبار نہیں اور نوح علیہ السلام کی بعثت اگرچہ عام نہ تھی صرف اپنی قوم کے ساتھ مخصوص تھی مگر اس وقت ان کی قوم اور ان کی امت ہی کل اہل زمین اور اہل جہاں کا مصداق تھی اور ان کی امت ہی سارا جہاں اور ساری دنیا تھی۔''(۱۶)

۶۔تفسیر سروری۔سید سرور شاہ گیلانی(متوفی ۱۹۴۷ء)

یہ تفسیر ریو آف ریلیجز اور تعلیم الاسلام رسالہ میں قسط وار چھپتی رہی۔اور بعد میں ان تمام قسطوں کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔

۷۔بیان القرآن۔محمد علی لاہوری

ابتداء میں محمد علی لاہوری کے درس قرآن کے نوٹ روزانہ اخبارات میں چھپا کرتے تھے اور سورۂ فاتحہ تا سورۂ النساء کا ترجمہ اور تفسیری نوٹ "نکات القرآن" کے نام سے چار حصوں میں شائع بھی ہوئے۔پھر بیان القرآن کی اشاعت ایک ایک پارہ کرکے شروع ہوئی پہلے چھ سات پارے اسی طرح چھپے۔لیکن بعد میں یہ کتاب جلدوں کی صورت میں شائع ہونا شروع ہوئی۔بیان القرآن کی جلد اول ۱۹۲۲ء میں جلد دوم ۱۹۲۳ء میں اور جلد سوم ۱۹۲۴ء میں انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کی۔ابتداء میں سورہ کے حساب سے مضامین کی فہرست دی گئی ہے۔حوالہ جات میں کتابوں کا پورا نام چھوڑ کر اختصار کو اپنایا گیا ہے جیسے "ت" سے تاج العروس "ث" سے ابن کثیر وغیرہ۔یہ تفسیر بھی جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد کی عکاسی کرتی ہے اور لاہوریوں کے ہاں یہ تفسیر بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

تفسیر ''بیان القرآن'' کا منہج

متن قرآنی کے بعد ترجمہ کیا گیا ہے اور نیچے سب سے پہلے سورہ کی فضیلت اور اس کا خلاصہ بیان کرنے کے بعد الفاظ کی لغوی تشریح اور آیت بالا کی وضاحت کی گئی ہے۔اس تفسیر میں تین چیزوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔آیات میں باہمی تعلق جہاں جہاں ضرورت تھی حواشی میں تعلق کو واضح کر دیا۔ ہر سورت کے رکوع میں باہمی تعلق۔ سورتوں میں باہمی تعلق۔ اس کے علاوہ ہر رکوع کا خلاصہ بھی دیا گیا ہے۔

محمد علی نے تمام قادیانیوں کے مقابلے میں اپنی تفسیر کو ایک علمی زینت بناتے ہوئے سلف وصالحین سے خوب استفادہ کیا ہے۔اور اپنی ہر بات کا حوالہ ضرور دیتے ہیں۔لیکن محمد علی لاہوری اپنے مسلک کو ترجیح دیتے ہوئے اکثر جگہوں پر اپنی رائے یا پھر قول مرجوح کو ترجیح دیتے ہیں۔محمد علی نے تفسیر ابن جریر تفسیر ابن کثیر تفسیر کبیر امام رازی تفسیر بحرالمحیط تفسیر بیضاوی تفسیر کشاف تفسیر فتح البیان اور لغات میں سے مفردات راغب اور لسان العرب سے خوب استفادہ کیا ہے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ "(۱۷) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ کے معنی یہ نہیں کہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے اٹھا کر اونچا کیا۔ بلکہ یہ کہ تم نیچے تھے اور پہاڑ تمہارے اوپر اٹھا ہوا تھا۔۔۔۔اس آیت کے یہ معنی کرنا کہ بنی اسرائیل کے سروں پر پہاڑ کو لا کر معلق کر دیا گیا تھا کہ اگر تم ان احکام کو نہ مانو گے تو ابھی پہاڑ تمہارے سروں پر آ پڑیگا۔قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہے"لا اکراہ فی الدین" جب انسان کو حکم ہے کہ دین میں جبر نہ کرے تو خود خدا کا جبر کرنا کیا معنی ،علاوہ ازیں اس جبر کا تو یہی جواب بنی اسرائیل کی طرف سے کافی ہے کہ ہم نے اقرار کوئی نہیں کیا۔ڈرا کر اقرار لیا گیا۔''(۱۸)

محمد علی لاہوری اس تقریر سے خرق عادت واقعہ کا انکار کر رہے ہیں۔تفسیر جلالین میں ہے"الجبل اقتلعناه من اصله علیکم لما ابیتم قبولها"(۱۹) اور اسی طرح تمام مفسرین نے اس کو اسی حالت پر محمول کیا ہے اس صورت کے علاوہ خوف کی صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔

فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ "(۲۰) آیت مبارکہ میں حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی میں رہنے کا ذکر ہے لیکن محمد علی اس کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے''قرآن کریم میں حضرت یونس کے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے متعلق صریح لفظ نہیں ہے۔''(۲۱)

یہاں بھی محمد علی نے تفسیر بالرائے کی ہے اور احادیث صحیحہ کا انکار کیا ہے حدیث میں ہے"عن سعد قال قال رسول اللہ ﷺ دعوة ذی النون اذ دعا ربه وهو فی بطن الحوت لا اله الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین لم یدع بها رجل مسلم فی شیء الا استجاب له."(۲۲)

۸۔تفسیر کبیر۔مرزا بشیر الدین محمود احمد

تفسیر کبیر'' کا تعارف:

مرزا بشیر الدین نے اپنے ابتدائی دور میں قرآن کی اشاعت کے لئے جماعت احمدیہ کے علماء کی ایک کمیٹی بنائی۔جن کے ذمے یہ کام لگایا کہ وہ قرآن کا ترجمہ وتشریح جماعت کے عقائد ونظریات کو مدنظر رکھتے ہوئے منظر عام پر لائیں(اسی دور

میں جماعت احمدیہ میں پہلے کی نسبت بہت زیادہ عقائد و نظریات کے لحاظ سے شدت سامنے آئی)۔ اس کمیٹی جماعت کی تفسیر پہلے پارے پر مشتمل شائع ہوئی تھی لیکن اب وہ نایاب ہے۔ اس پہلے پارے کی تفسیر کا انداز اور طریقہ کار تفسیر کبیر کی طرح ہے۔ یہ بات بھی تحقیق طلب ہے کہ آیا تفسیر کبیر خود مرزا بشیر الدین محمود احمد نے لکھی ہے یا اس کمیٹی کی محنت کا ثمرہ ہے جو مرزا بشیر الدین نے بعد میں اپنے نام کر دیا۔ اور پھر اس کمیٹی کا کام اس کے بعد کبھی شائع نہیں ہوا۔ اور اسی طرح مرزا بشیر الدین کے جو قرآنی دروس ہیں جو خلافت میں مختلف وقتوں میں دیا کرتے تھے وہ بھی اگر کوئی سنے تو اس میں بھی کوئی علمی انداز نظر نہیں آتا تفسیر کبیر دس جلدوں پر مشتمل ہے اور یہ پورے قرآن کی تفسیر نہیں ہے۔

تفسیر کبیر کا منہج

سب سے پہلے سورت کا تعارف کراتے ہیں اور اس سورت کے متعلق واقعات کو بیان کرتے ہیں پھر اس سورت کے مضامین کو بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد قرآن مجید کا متن لکھ کر آگے اس کا ترجمہ کرتے ہیں اور جس آیت کی وضاحت کرنی ہو اس کا نمبر دے کر نیچے اس کی وضاحت کرتے ہیں سب سے پہلے لغوی وضاحت کرتے ہیں۔ پھر اس آیت کے مضامین کو بیان کرتے ہیں۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى (۲۳)

"اور (یاد کرو) جب کہا تھا ہم نے فرشتوں سے کہ سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ کیا سب نے سوائے ابلیس کے۔ اس نے انکار کیا۔"

تفسیر کبیر کا ترجمہ:

"اور (یہ بھی یاد کرو کہ) جب ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم (کی پیدائش کے شکریہ میں) (خدا کو) سجدہ کرو۔ تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کر دیا۔ اس نے انکار کیا۔" (۲۴)

قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ (۲۵)

"وہ کہنے لگے اصل معاملہ یہ ہے کہ تم ایک سحر زدہ شخص ہو۔"

تفسیر کبیر کا ترجمہ:

"اس پر وہ (لوگ جو کافر تھے) بولے تجھ کو صرف کھانا دیا جاتا ہے۔" (۲۶)

۹۔ تفسیر صغیر۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد

تفسیر صغیر کا تعارف:

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے تفسیر صغیر کے اندر قرآن مجید کا تفسیری ترجمہ کیا ہے لیکن جب اس کے تفسیری ترجمہ پر اعتراضات کیے گئے تو اس کے بعد ان تفسیری تراجم کو تفسیری نوٹ کی شکل میں نیچے حاشیہ میں بیان کیا گیا ہے تا کہ ان اعتراضات کو دور کیا جا سکے۔ تفسیر صغیر کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا۔ یہ ایک جلد میں ہے اور اس کے کل صفحات ۸۵۲ ہیں۔ ابتداء میں

مضامین کو حروفِ تہجی کے اعتبار سے انڈیکس کی صورت میں لکھا گیا جو کہ سو صفحات پر مشتمل ہے۔

تفسیر صغیر کا منہج

تفسیر صغیر میں ابتداءً قرآنی آیت کو بیان کر کے ترجمہ کیا گیا ہے اور اس کے بعد مشکل مقامات کی وضاحت حاشیہ میں مختصراً انداز میں کی گئی ہے۔ حاشیہ میں لغات اور عربی محاورات کے ساتھ تفسیر بالرائے مذموم کی صورت میں تفسیر کی گئی ہے۔ اور بعض آیات کی تفسیر میں متعدد اقوال تھے مفسرین نے ان اقوال میں سے بعض کو راجح بعض کو مرجوح اور بعض کو بالکل نا قابل توجہ قرار دیا ہے۔ اس تفسیر میں مرجوح اور ساقط الاعتبار قسم کے اقوال کو چن چن کر ترجیح کیا گیا ہے اور اسی طرح حضرات انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت سے معجزات کا بھی مختلف تاویلات کے ذریعے انکار کیا گیا ہے۔

فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ . (۲۷)

''پھر جب دیکھا ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دنگ رہ گئیں اور کاٹ بیٹھیں اپنے ہاتھ۔''

تفسیر صغیر کا ترجمہ:

پس جب انہوں نے اسے دیکھا تو اسے (بہت) بڑے شان کا انسان پایا اور (اسے دیکھ کر حیرت سے) اپنے ہاتھ کاٹے (حاشیہ میں لکھتے ہیں یعنی انگلیاں دانتوں میں دبا لیں)۔ (۲۸) مرزا محمود نے قطعن ایدیہن کے معنی میں انحراف کر کے باطل تاویل کی ہے چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے۔

(و قطعن ایدیھن) بالسکاکین التی کانت معھن وھن یحسبن انھن تقطعن الاترج و لم یجدن الالم لشغل قلوبھن بیوسف قال مجاھد فما احسن الا بالدم قال قتادۃ ابنّ ایدیھن حتی القینھا و الاصح انہ کان قطعا بلا ابانۃ و قال وھب ماتت جماعۃ منھن. (۲۹) یَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ . (۳۰)

''(اور حکم دیا تھا کہ) اے پہاڑو تسبیح و مناجات میں ساتھ دو اس کا (اور یہی حکم دیا تھا) پرندوں کو بھی''

تفسیر صغیر کا ترجمہ:

''(اور کہا تھا کہ) اے پہاڑوں کے رہنے والو! تم بھی اور اے پرندو! تم بھی اس کے ساتھ خدا کی تسبیح کرو'' (۳۱)

۱۰۔ دستور الارتقاء تفسیر سورۃ الاسراء: مولوی عبداللطیف بہاولپوری (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۷۷ء)

سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر ہے۔ عبداللطیف بہاولپوری نے اس کو ہائی سکول کی مدت ملازمت کے دوران لکھا۔ بہاولپوری اس میں کھل کر آیات مبارکہ کا مصداق مرزا غلام احمد اور جماعت کو قرار نہیں دیتے لیکن یہ بات ثابت کرنے کی ضرور کوشش کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد مہدی موعود ہے اور مرزا غلام احمد ہی مشکل حالات سے مسلمانوں کو نجات دے سکتا ہے۔

اس کے علاوہ بہاولپوری نے قرآن کی مراد لینے میں بھی بہت زیادہ تحریف کی ہے۔ چنانچہ سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت "سبحان الذی اسری بعبدہ لیل من المسجد الحرام" (۳۲) کی تشریح کرتے ہوئے لکھا کہ "قرآن مجید کا قاعدہ ہے کہ

جہاں کہیں اس میں اسراء باللیل کا ذکر آتا ہے وہاں اس سے مراد ہجرت ہوتی ہے۔ پس اس اصول کے مطابق یہاں "اسریٰ بعبدہ" کے ضمن میں آنحضرت ﷺ کی ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس میں یہ پیشگوئی ہے کہ یہی ہجرت آپ ﷺ کے آئندہ دور عروج و اقبال کیلئے شاندار معراج ہوگی۔" (۳۳)

۱۱۔ تفسیر سورہ کہف۔ مولوی عبداللطیف بہاولپوری

اس کا عربی نام ہے "اقامۃ الزحف لاظہار انباء سورۃ الکہف" اس سورت میں بہاولپوری نے کہف اور رقیم سے قادیان و ربوہ مراد لے کر ساری سورت کو آنحضرت ﷺ کی طرح مرزا غلام احمد پر چسپاں کرتے ہوئے اور جماعت کے خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین کو بھی اس کا مصداق ٹھہرایا ہے۔

بہاولپوری اپنے عقائد کو ثابت کرنے کے لیے احادیث مبارکہ سے بھی غلط استدلال کرتا ہے۔ چنانچہ سورہ کہف کی تشریح میں درج ذیل حدیث لکھ کر یہ استدلال کیا ہے کہ "عن ابی سعید الخدریؓ عن النبی ﷺ قال یقول اللہ تعالیٰ یا ادم فیقول لبیک وسعدیک و الخیر بیدیک قال فیقول اخرج بعث النار قال وما بعث النار قال من کل الف تسعمائۃ وتسعۃ وتسعین فعندہ یشیب الصغیر وتضع کل ذات حمل حملھا وترالناس سکاری وماھم بسکاری ولکن عذاب اللہ شدید" بہاولپوری نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ "اس میں قیامت کا واقعہ نہیں۔ بلکہ یہاں آدم سے مراد آخری زمانہ کا آدم حضرت امام مہدی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے وحی میں بھی آدم فرمایا" (۳۴)

۱۲۔ البشریٰ للیائسین تفسیر سورہ یٰس۔ مولوی عبداللطیف بہاولپوری

اس کا دوسرا نام ہے "مشاھدات عین الیقین بانباء سورہ یٰس" اس میں بھی بہاولپوری نے ہر آیت کا مصداق مرزا غلام احمد اور اس کے خلفاء کو قرار دیتا ہے۔ یہ تفسیر جماعت کے خلیفہ ثالث کے دور میں لکھی گئی۔

تَنزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ (۳۵)

"(یہ قرآن حکیم) نازل کردہ ہے غالب اور مہربان ہستی کا"

عبداللطیف کی طرف سے ترجمہ:

"تیرا نزول (دوبارہ بھی) خدائے عزیز و رحیم کی طرف سے ہے۔" (۳۶)

۱۳۔ تفسیر سورۃ القیامۃ والدھر: مولوی عبداللطیف بہاولپوری

اس کا عربی نام ہے "تشحید الثقلین علیٰ تنشیط تفسیر السورتین" یہ تفسیر ۱۹۷۹ء میں ضیاء الاسلام ربوہ نے شائع کی تھی۔ بہاولپوری نے ان دو سورتوں کو بیان کرتے ہوئے ان کو بانی جماعت احمدیہ اور اس کے پیروکاروں پر چسپاں کر کے تحریف قرآنی کی ہے۔

هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا۔ (۳۷)

"کیا گزرا ہے انسان پر ایک ایسا وقت زمانے کا نہ تھا وہ کوئی قابل ذکر چیز۔ بے شک ہم نے پیدا کیا ہے انسان کو ایک مخلوط نطفہ سے تاکہ امتحان لیں اس کا اسی لیے بنایا ہے ہم نے اسے سننے والا"

عبداللطیف کی طرف سے ترجمہ:

"کیا اس انسان (کامل) پر وہ گھڑی آ گئی ہے کہ اسے بے حقیقت قرار دیا جاتا ہے اور اس کے کاموں کو کوئی یاد نہیں کرتا (گھبراؤ نہیں) ہم نے اس انسان کو بھی پیدا کر دیا ہے (جو ان بہتان تراشوں کا خوب مقابلہ کریگا) ایسے نطفہ سے جس میں مختلف (خاندانوں کی) ملاوٹ ہے ہم اس کی آزمائش کریں گے۔ پھر ہم اس کو سمیع بصیر بنائینگے۔" (۳۸)

THE HOLY QURAN۔14

مرزا بشیر الدین نے محمد علی سے اختلافات کے بعد انگریزی میں ترجمہ قرآن کے لئے ایک ٹیم بنائی جس میں ابوالہاشم (م ۱۹۴۴ء) چیف ایڈیٹر مولوی شیر علی (۱۹۴۷ء) مرزا بشیر احمد (م ۱۹۶۳ء)، ملک غلام فرید (م ۱۹۷۷ء) اور سر ظفر اللہ خان (م ۱۹۸۵ء) تھے۔ چنانچہ اس ٹیم نے پانچ والیم پر مشتمل انگریزی زبان میں قرآن کی تفسیر جماعت کیلئے تیار کی۔ جس میں مولوی شیر علی کا بہت اہم کردار تھا۔

THE HOLY QURN کا تعارف

مرزا بشیر الدین کی طرف سے بنائی ہوئی ٹیم نے ۱۹۶۳ء میں اس کو مکمل کیا۔ اس تفسیر کے پانچ جلدیں ہیں اور اس کے کل صفحات ۲۹۷۶ ہیں۔ اس کا پورا نام THE HOLY QURAN WITH ENGLISH TRANSLATION AND COMMENTARY ہے۔ اس تفسیر میں تشریح کے اندر عربی کی اصلی عبارت کو عربی میں ہی لکھ دیا ہے۔ اور اس تفسیر کو پڑھنے کے بعد ایسا لگتا ہے کہ مرزا بشیر الدین کی تفسیر کبیر کا انگریزی میں ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ.(۳۹)

(And kill yourselves.)

HOLY QURAN Tran:

(And slay your own people.)(40)

وآخرین منهم لما یلحقوا بهم. (۴۱) کی تفسیر میں لکھا ہے۔

The reference in the verse and in a well-known saying of the Holy Prophet is to the Second Advant of the Holy Prophet in the person of the promised Messiah in the Latter Days.(42)

THE HOLY QURAN SHORT COMMENTARY.15" ملک غلام فرید۔

انگریزی زبان میں قرآن مجید کی مختصر انداز میں تفسیر کی گئی ہے۔اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا۔اس کے کل صفحات ۱۴۰۴ ہیں۔آخر میں عربیک الفاظ کا انڈیکس بھی دیا گیا ہے۔یہ تفسیر جماعت احمدیہ کی طرف سے شائع کی گئی پانچ والیم کا خلاصہ ہے۔اور مرزا بشیر الدین محمود احمد کے تفسیری اقوال کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔اس تفسیر میں ۳۳۷۲ مقامات کی تفسیر کی گئی ہے۔اس کا مکمل نام ہے۔

The Holy Quran Arabic Text with English Translation & Short Commentary

سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ کی تشریح میں لفظ "خاتم النبیین" کے متعلق لکھتے ہیں کہ اگر آیت کا مفہوم یہ لیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا تو یہ بات آیت بالا کے مفہوم کے خلاف ہے۔اس آیت سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی امت میں سے تو کوئی نبی آسکتا ہے لیکن کسی اور امت میں سے کوئی نبی نہیں آسکتا۔اسی طرح حضرت عائشہؓ سے جید صحابہؓ مسائل پوچھنے آتے تھے فرماتی ہیں قولوانہ خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ۔تم آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین تو کہو لیکن یہ نہ کہو کہ ان کے بعد نبی نہیں آئے گا۔مزید اس بحث کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

> Moreover the Quran clearly speaks of the advant of Prophets after the Holy Prophet.The Holy Prophet himself was clear in his mind as to the continuity of Prophethood after him.(43)

ملک غلام فرید نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے غلط انداز میں استدلال کیا ہے اور پوری عبارت کو بیان نہیں کیا اصل عبارت یوں ہے:

> اصلها في حديث عيسىٰ انه يقتل الخنزير و يكسر الصليب ويزيد في الحلال اي يريد في حلال نفسه بان يتزوج و يولد له و كان له يتزوج قبل رفعه الى السماء فزاد في الهبوط فحينئذ يتومن كل احد من اهل الكتاب يتيقن انه بشر و عن عائشة قولوا انه خاتم الانبياء و لا تقولو الا نبي بعده.

آپ کا مقصد لا نبی بعدہ کی نفی سے فقط یہ ہے کہ اس لفظ کو نزول عیسیٰ کی نفی کے معنی میں استعمال کر کے مت کہو۔باقی آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کی حضرت عائشہؓ خود قائل نہیں ہیں۔چنانچہ آپؓ سے مسند احمد میں مرفوعاً روایت ہے: "لا یبقی بعدی من النبوت الا المبشرات و ہی الرؤیا الصالحۃ"(۴۴)

۱۶۔تفسیر البیان۔ابوالعطاء جالندھری (م ۱۹۷۷ء)

ابوالعطاء جالندھری نے خود ایک ماہنامہ رسالہ "الفرقان" نکالا تھا جس میں خود ہی چند آیات کی تفسیر لکھا کرتے تھے، ۱۹۷۷ء تک ابوالعطاء جالندھری کی حیات تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

۱۷۔ تفسیر سورۃ اعلیٰ۔ شیخ عبدالرحمٰن مصری (۱۸۹۰ء۔۱۹۷۹ء)

لاہوری عقائد کی وضاحت کرتی ہے۔ عبدالرحمٰن مصری نے سورۃ اعلیٰ کی تفسیر کرتے ہوئے حضور ﷺ کا بلند ترین مقام اور قیامت تک آنے والی ضرورتوں کو پورا کرنے والے تمام قرآنی علوم حضور ﷺ کی فطرت میں رکھے گئے ہیں کو ثابت کیا ہے اور ساتھ مرزا غلام احمد کو مسیح موعود و مہدی موعود کے القاب دے کر ان کے ذریعے سے حضور ﷺ کی فضیلت کو بیان کیا ہے اور جماعت احمدیہ ربوہ والوں کی بھی خوب تردید کی ہے اور آخر میں مرزا غلام احمد کے زمانے کے کچھ واقعات کو بیان کر کے مرزا غلام احمد کو بہت بڑا مجدد ثابت کیا ہے۔ اس تفسیر کے بتیس صفحات ہیں اور یہ تفسیر انجمن جماعت احمدیہ لاہور نے شائع کی۔

۱۸۔ تفسیر سورہ فاتحہ۔ مولوی صدر الدین (۱۸۸۰ء۔۱۹۸۱ء)

جماعت لاہور سے ان کا تعلق تھا۔ محمد علی کے بعد تا آخر عمر جماعت کے امیر بھی رہے۔ سورہ فاتحہ میں صدر الدین نے لفظ ''عالمین'' کی وضاحت کی ہے اور آخر میں مرزا غلام احمد کو بطور مجدد کے ثابت کیا ہے۔ کل صفحات ۵۲ ہیں۔

۱۹۔ قرآن مجید ترجمہ مع تفسیر۔ پیر صلاح الدین (۱۹۹۳ء)

اس تفسیر میں سورتوں اور آیات کے ربط کا خصوصی خیال رکھا گیا ہے۔ یہ تفسیر چار جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد کی ابتداء میں تمہید بیان کی گئی ہے جس میں قرآنی اصطلاحات اور جماعت احمدیہ کے جنت و دوزخ اور حروف مقطعات کے بارے میں نظریہ کو بیان کیا ہے۔ صرفی و نحوی انداز میں تفسیر کی گئی ہے۔ انداز بھی بہت مختصر ہے۔

وكان الانسان قتورا(۴۵)

''اور انسان تو ہے ہی بڑا تنگ دل''

پیر صلاح الدین کا ترجمہ:

''بات یہ ہے کہ کافر بہت ہی بخیل ہے۔''(۴۶) یہاں صرف کافر کو خاص کرنا غلط ہے۔

''حتی مطلع الفجر''(۴۷) کی تفسیر میں آنحضرت ﷺ کی دوسری بعثت ثانیہ کو ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''ابجد کے اعتبار سے اس کے ۱۲۸۲ عدد بنتے ہیں گویا ۱۲۸۲ برس کے بعد ایک نیا دن نمودار ہوگا یعنی آنحضرت ﷺ ایک نئی شان میں ظاہر ہوں گے۔''(۴۸)

۲۰۔ معارف القرآن۔ نصیر احمد فاروقی (م ۱۹۹۶ء)

جماعت لاہور سے ان کا تعلق تھا۔ سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی تفسیر ہے۔ سورہ بقرہ کی مکمل تفسیر نہیں ہے چند آیات کی تفسیر کی گئی ہے۔ نصیر احمد فاروقی نے یہ تفسیر کسی کے کہنے پر ریڈیو سٹیشن پر نشر کے لیے دروس کے لحاظ سے لکھی تھی جو کہ ''پیغام صلح'' میں قسط وار آتی رہی ہے۔ اب اس کو اکٹھا کر کے کتابی شکل میں لایا جا رہا ہے۔

۲۱۔ قرآن مجید۔ مرزا طاہر احمد (۱۹۲۸ء۔۲۰۰۳ء)

یہ تفسیر ایک جلد میں ہے۔ اس میں ترجمہ قرآن کے ساتھ مختصر انداز میں تشریح کی گئی ہے۔ اس کے کل صفحات ۱۲۳۱

ہیں۔اس کے آخر میں مضامین، اسماء، مقامات اور کتابیات کا انڈیکس حروف تہجی کے اعتبار سے دیا گیا ہے۔

وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ(۴۹)

''اور قتل کرتے ہیں نبیوں کو ناحق''

مرزا طاہر احمد کا ترجمہ:

''اور نبیوں کی ناحق سخت مخالفت کرتے ہیں۔''**(۵۰)**

أُولَـٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ(۵۱)

''یہی لوگ جہنمی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے''

مرزا طاہر احمد کا ترجمہ:

''یہی آگ والے لوگ ہیں وہ اس میں لمبا عرصہ رہنے والے ہیں۔''**(۵۲)**

۲۲۔تفسیر مخزن معارف۔پیر معین الدین (۱۹۲۵ء۔۲۰۰۶ء)

یہ تفسیر ایک جلد میں ہے جس میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی تفسیر کی گئی ہے۔اس کے کل ۵۱۱ صفحات ہیں۔سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں ''بسم اللہ'' کے مستقل آیت قرآنی ہونے پر دلائل بھی دیے گئے ہیں۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا''(۵۳) کی تشریح میں حضرت آدم علیہ السلام سے زائد مرزا غلام احمد کے معجزات کو ثابت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''اور چونکہ اس قصہ کے پیرایہ میں آئندہ ایک آدم کے آنے کی پیشگوئی بھی کی گئی اس میں یہ اشارہ بھی ہو گیا کہ آدم موعود پر بھی یہ فضل ہوگا۔یعنی اسے بھی عربی زبان کا علم دیا جائے گا۔چنانچہ جس طرح پہلے ہزار کے آدم پر یہ فضل ہوا آخری ہزار کے آدم حضرت مہدی مسعود المسیح موعود علیہ السلام کو بھی خدا تعالیٰ نے ایک ہی رات میں عربی زبان کی چالیس لغات کا معجزانہ رنگ میں علم عطا کیا۔''**(۵۴)**

۲۳۔منائل العرفان۔کمیلہ خانم

یہ تفسیر تین جلدوں میں ہے۔اس تفسیر میں جماعت احمدیہ کے خلیفہ رابع مرزا طاہر احمد کے ترجمۃ القرآن کلاسز سے استفادہ کیا گیا ہے۔اور متن مع اردو ترجمہ میر محمد اسحاق (م ۱۹۴۴ء) کے ترجمہ قرآن سے لیا گیا ہے۔یہ تفاسیر کمیلہ خانم نے ۲۰۰۷ء میں مکمل کی تھی۔دراصل یہ تفسیر جماعت احمدیہ کے خلیفہ رابع مرزا طاہر احمد کی M.T.A ترجمۃ القرآن کلاسز سے استفادہ کر کے لکھی گئی اس لیے بقول کمیلہ خانم کے اس میں مرزا غلام احمد اور جماعت کے خلفاء کے اقوال کو ترجیح دی گئی ہے۔اس کے بعد کمیلہ خانم نے دوسری تفاسیر کو ثانوی حیثیت سے استفادہ کیا ہے۔

کمیلہ خانم مرزا غلام احمد کے مسیح اور مہدی کے دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کیلئے حدیث کے مفہوم کو غلط بیان کرتے ہوئے لکھا ہے ''ولا المھدی الا عیسیٰ بن مریم۔یعنی عیسیٰ کے سوا کوئی مہدی یعنی ہدایت دینے والا نہیں گویا ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔''**(۵۵)**

حالانکہ حدیث مبارکہ میں امام مہدی کے متعلق آیا ہے کہ ''ابن مسعود رفعه لو لم يبق من الدنيا الا يوم واحد

لطول اللہ ذالک الیوم حتی یبعث اللہ فیہ رجلا منی او من اھل البیتی یو اطع اسمہ اسمی و اسم ابیہ اسم ابی یملأ الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و جورا"(۵۶) ایک اور روایت میں امام مہدی کی یہ صفات بیان کی گئی ہیں "عن ابی سعید الخدری قال خشینا ان یکون بعد نبینا حدث فسألنا نبی اللہ ﷺ قال ان فی امتی المہدی یخرج یعیش خمسا او تسعا زید الشاک قال قلنا وما ذالک قال سنین قال فیجی الیہ الرجل فیقول یا مہدی اعطنی اعطنی قال فیحثی لہ فی ثوبہ ما استطاع ان یحملہ ۔"(۵۷)

۲۴۔تبشیر الرحمٰن جمیسیر ترجمۃ القرآن۔عبدالرحمٰن مبشر

پہلے پارے کا ترجمہ اور معمولی تبدیلی کے ساتھ مولانا حافظ روشن علی کا ہے۔(مکتبہ بشارت رحمانیہ، قادیان۔ص ۸۸)

۲۵۔تبشیر الرحمٰن جمیسیر ترجمۃ القرآن۔عبدالرحمٰن مبشر

پارہ ۳۰ کا ترجمہ ہے اور ہر لفظ کا الگ الگ ترجمہ کیا گیا ہے۔(قادیان: مکتبہ بشارات رحمانیہ، ۱۹۳۶ء، ص ۸۰)

۲۶۔ترجمہ قرآن مجید بطرز جدید۔عبدالرحمٰن مبشر

سورۂ نساء تک ہر لفظ کا الگ الگ ترجمہ کیا گیا ہے۔(ڈیرہ غازی خان: رحمانیہ منزل، ۱۹۶۷ء، ص ۳۲۸)

۲۷۔درس قرآن۔مولانا نورالدین

حکیم نورالدین کے دروس کو اکٹھا کیا گیا ہے۔اب یہ "حقائق الفرقان" کی صورت میں موجود ہے۔(قادیان: کتاب گھر، ۱۹۳۲ء، ص ۱۶۷)

۲۸۔تفسیر القرآن۔مولانا نورالدین

اس کے دو حصے ہیں جو سہ ماہی رسالہ "تفسیر میگزین" میں ۱۹۰۸ء میں چھپنا شروع ہوئے۔

۲۹۔حمائل شریف مترجم۔حافظ روشن علی (م ۱۹۲۹ء) و علامہ میر محمد اسحاق

اردو زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ ہے۔(ربوہ: مکتبہ اشاعت القرآن، ۱۹۶۱ء، ص ۷۸۲)

۳۰۔فوائد التفسیر مع ترجمۂ قرآن مجید

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنے دور کے اندر جماعت احمدیہ کے علماء کی ایک ٹیم قرآن پر کام کرنے کے لیے بنائی تھی اس نے یہ تفسیر لکھی۔صرف پہلے پارے کا ترجمہ و تفسیر ہے باقی کا علم نہیں کہ اس ٹیم نے کیا کام کیا ہے۔(قادیان: احمدیہ بک ڈپو، ۱۹۱۵ء)

۳۱۔قرآن مجید پنجابی ترجمے نال۔محمد یعقوب امجد ایم اے

اس میں تفسیر صغیر کا ترجمہ پنجابی زبان میں کیا گیا ہے۔(اسلام انٹرنیشنل پبلی کیشنز، اسلام آباد)

۳۲۔قرآن مجید۔قاضی محمد نذیر لائلپوری

پارہ اول کا ترجمہ کیا گیا ہے۔(ربوہ: نظارت اصلاح و ارشاد، ص ۳۰)

۳۳۔ مشعل نور، آسان ترجمۂ قرآن۔ میر غلام احمد کشفی (م ۱۹۸۶ء)

یہ تین جلدوں میں قرآن مجید کا ترجمہ ہے۔ (راولپنڈی: کشمیر پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۶۶ء)

۳۴۔ معارف القرآن۔ نصیر احمد فاروقی (م ۱۹۹۶ء)

جماعت لاہور سے ان کا تعلق تھا۔ سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی تفسیر ہے۔ سورۂ بقرہ کی مکمل تفسیر نہیں ہے چند آیات کی تفسیر کی گئی ہے۔ نصیر احمد فاروقی نے یہ تفسیر کسی کے کہنے پر ریڈیو سٹیشن پر نشر کے لیے دروس کے لحاظ سے لکھی تھی جو کہ "پیغام صلح" میں قسط وار آتی رہی ہے۔ اب اس کو اکٹھا کر کے کتابی شکل میں لایا جارہا ہے۔

35. Translation of the Holy Quran by Maulvi Sher Ali.

Rabwah: Nusrat Fahan Project.

جماعت احمدیہ ربوہ میں مولوی شیر علی صاحب نے سب سے پہلا قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ لکھا۔ اور جماعت میں ایک مفسر قرآن کی حیثیت سے مولوی شیر علی جانے جاتے ہیں۔ اور آپ اس ٹیم میں بھی شامل تھے جس کے ذمہ قرآنی خدمات کا کام سونپا گیا تھا۔ اور اس ٹیم کے آپ ہی انچارج تھے۔

36.The Holy Quran by Moulvi Muhammad Ali.Arabic text And English Translation.

محمد علی لاہوری کے انگلش ترجمے کو نے اس لئے غنیمت سمجھا کہ اس سے پہلے ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب (م ۱۹۳۹ء) کا ترجمہ قرآن موجود تھا جس کی تفسیر مرزائیت سے خالی نہیں تھی۔ (ڈاکٹر صاحب بعد میں مرزائیت سے تائب ہو گئے تھے) اور ترجمے کے ساتھ عربی عبارت بھی نہیں تھی۔ دوسرا ترجمہ مرزا ابوالفضل کا تھا جو کہ عربی متن کے ساتھ تھا۔ لیکن میں ان دونوں تراجم کی اطلاع نہ ملنے کی وجہ سے انہیں شہرت نہ مل پائی۔ اور تیسرا ترجمہ محمد علی لاہوری کا تھا لوگوں نے پادریوں کے مقابلے میں اسے غنیمت سمجھ کر قبول کیا۔

37. Commentary of the Holy Quran. by Ch. Muhammad Zafarullah

Ahmdia Movement London: islam International Publication.

۳۸۔ پیر صلاح الدین کا انگریزی ترجمہ قرآن

پیر صلاح الدین صاحب نے بھی ایک جلد میں قرآن کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا تھا جو کہ بغیر متن کے لکھا گیا تھا۔ لیکن جماعت احمدیہ نے بغیر متن قرآن ہونے کی وجہ سے اس کو رد کر دیا تھا۔

۳۹۔ احکام القرآن۔ نور الدین منیر ایم اے

جماعت کے خلیفہ رابع کے کہنے پر نور الدین نے قرآن مجید کے احکامات لکھے۔ لیکن اس کو مکمل نہ کر پائے۔ اس میں قرآنی متن کے بغیر نمبر وار قرآنی احکامات کو بیان کیا گیا ہے۔ (شریف اینڈ سنز کراچی، ۲۰۰۷ء)

۴۰۔ 700 احکام خداوندی۔ حنیف احمد محمود

بانی جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد نے کہا تھا کہ قرآن مجید میں 700 احکام خداوندی پائے جاتے ہیں۔ حنیف احمد محمود نے انہیں احکامات کو بیان کیا ہے۔ اس کے اندر قرآنی آیات میں پائے جانے والے احکامات کو آیات لکھنے کے بعد بیان کیا گیا ہے۔

(لجنہ اماء اللہ، اسلام آباد، طبع اول ۲۰۰۵ء)

اس کے علاوہ جماعت احمدیہ کی طرف سے قرآن مجید پر مختلف زبانوں میں تراجم بھی کیے گئے ہیں اور یہ تراجم جماعت احمدیہ کی ویب سائٹ www.alislam.org پر موجود ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ا۔ ۳۳ زبانوں میں سورۃ فاتحہ کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

۲۔ ایک سو ایک مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے مخصوص حصہ کا ترجمہ موجود ہے مثلاً سورۃ فاتحہ، آیۃ الکرسی، سورۃ اخلاص اور سورۃ الناس وغیرہ۔

۳۔ ۷۴ زبانوں میں پورے قرآن مجید کا ترجمہ کیا گیا ہے ان زبانوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1	Dutch	1953
2	Kiswahili	1953
3	German	1954
4	English (Hz. Maulawi Sher Ali)	1955
	English (5 volume commentary)	First part was published in 1947
	English (Malik Ghulam Farid) One volume short commentary	1969
5	Urdu (Tafseer e Sagheer)	1957
	Urdu (Translation by KM IV)	2000
6	Danish	1967
7	Esperanto	1970
8	Indonesian	1970
9	Yoruba	1976

10	Gurmukhi	1983
11	Luganda	1984
12	French	1985
13	Italian	1986
14	Fijian	1987
15	Hindi	1987
16	Russian	1987
17	Japanese	1988
18	Kikuyu	1988
19	Korean	1988
20	Portuguese	1988
21	Spanish	1988
22	Swedish	1988
23	Greek	1989
24	Malay	1989
25	Oriya	1989
26	Persian	1989
27	Punjabi	1989
28	Tamil	1989
29	Vietnamese	1989
30	Albanian	1990
31	Assamese	1990
32	Bangali	1990
33	Chinese	1990

34	Czech	1990
35	Gujrati	1990
36	Igbo	1990
37	Mende	1990
38	Pashtu	1990
39	Polish	1990
40	Saraeiki	1990
41	Turkish	1990
	Turkish (complete revised Edition With introduction to chapters and introductory notes and index etc.)	2011
42	Tuvaluan	1990
43	Bulgarian	1991
44	Malayalam	1991
45	Manipuri	1991
46	Sindhi	1991
47	Tagalog	1991
48	Telugu	1991
49	Hausa	1992
50	Marathi	1992
51	Norwegian	1996
52	Kashmiri	1998
53	Sundanese	1998
54	Thai Vol:1(Part 1 to 10)	1999

	Thai Vol:2(Part 11 To 20)	2006
	Thai Vol.3 (Part 21-30)	June 2008
55	Nepali	2001
56	Jula	2002
57	Kikamba	2002
58	Catalan	2003
59	Kanada	2004
60	Creole	2004
61	Uzbec	2005
62	More	2006
63	Fula	2007
64	Mandinka	2007
65	Wolof	2007
66	Bosnian	2008
67	Malagasy	May 2008
68	Kyrgis	July 2008
69	Ashanti	October 2008
70	Maure (NZ) (Part 1- 15)	July 2008
71	Javanese (Part 1-10)	2000
72	Mayanmar (Vol :1 Part 1 To 10)	2003
73	Kiriol (Portuguese)	2010

یہ بھی یاد رہے کہ اب بھی جماعت احمدیہ کی طرف سے قرآنیات پر مختلف زبانوں میں کام ہو رہا ہے۔ اور یہ کام جماعت احمدیہ ربوہ کی طرف سے کیا گیا ہے۔ جبکہ جماعت احمدیہ لاہور نے مختلف زبانوں میں قرآنی تراجم کے ساتھ قرآن کی تفاسیر بھی کی ہے یہ بھی ان کی ویب سائٹ www.aaiil.org پر موجود ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1. English
2. German
3. Dutch
4. French
5. Italian
6. Chinese
7. Russian
8. Hindi
9. Tamal
10. Spanish
11. Indonesian
21. Javanese

۴۔ اس کے علاوہ جماعت احمدیہ ربوہ میں مربیوں کے کورس کے اختتام پر قرآن مجید کی مختلف سورتوں پر ان سے مقالہ جات بھی لکھوائے جاتے ہیں۔

۵۔ جماعت احمدیہ ربوہ کی ویب سائٹ پر درس وتدریس قرآن کا طریقہ سبق کی ترتیب پر موجود ہے۔

یہ سارا کام جماعت احمدیہ کا قرآنیات پر تھا۔ اس کے علاوہ جماعت احمدیہ نے قرآن مجید کو سمجھنے میں بھی کچھ کام کیا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ لغات القرآن۔ محمد عبداللہ الجویری (ضیاء الاسلام، قادیان، ۱۹۰۶ء)۔

مصنف نے امام ابو القاسم راغب اصفہانی کی کتاب مفردات القرآن کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کی ترتیب حروف تہجی کے لحاظ مرتب کی ہے۔ صاحب کتاب کا انداز یہ ہے کتاب الالف باب الالف حرف الباء اس انداز سے حروف کو بیان کیا ہے۔

۲۔ مفتاح القرآن۔ محمد فخر الدین ملتانی (م ۱۹۳۸ء)۔

محمد فخر الدین ملتانی جماعت کے خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد کے کردار سے تنگ آ کر لاہوری گروپ میں شامل ہو گئے تھے۔ محمد فخر الدین ملتانی اور آپ کے بیٹے نے محمود احمد کے برے کردار پر مدلل کتابیں بھی لکھی ہیں۔

اس کتاب میں قرآن مجید کے ستر ہزار حوالہ جات کو یکجا کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہر لفظ کے حوالہ میں سورۃ کا

نام، آیت نمبر، پارہ نمبر اور رکوع سورت دیا گیا ہے۔ تاکہ دنیا کی کسی بھی قرآن میں حوالہ تلاش کرنے میں دقت نہ ہو۔ اس میں بابوں اور فصلوں کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ باب سے مراد ابتدائی لفظ اور فصل سے مراد متصل لفظ ہے، مثال کے طور پر "حفیظ" میں "ح" باب الحاء اور "ف" فصل الفاء ہے۔ اس کتاب میں تلاش کرنے سے وہ تمام آیات مع مکمل حوالہ جات مل جائیں گے جن میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ اگر ایک لفظ قرآن میں بار بار استعمال ہوا ہے تو ایک ہی جگہ ان تمام جگہوں کے حوالے دے دیئے گئے ہیں۔

ابتداء میں حروف تہجی کے اعتبار سے سورتوں کی ترتیب دی گئی ہے لیکن ساتھ سورت نمبر بھی دے دیا گیا ہے۔ قرآن مجید کا یہ انڈیکس کافی مقبول ہوا ہے اور اس کے مختلف زبانوں میں تراجم بھی کئے گئے ہیں۔

۳۔ کلید قرآن ولغات القرآن مع خلاصہ صرف ونحو۔ محمد فخر الدین ملتانی

اس کتاب کی ابتداء میں صرف ونحو کو مختصر انداز میں بیان کیا گیا ہے بعد میں قرآن مجید کی لغات کو حروف تہجی کے اعتبار سے بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہر لفظ کے بارے میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ یہ لفظ قرآن میں کس کس جگہ استعمال ہوا ہے۔

۴۔ مقطعات قرآنی۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل پانی پتی (م ۱۹۴۷ء) احمدیہ دار الاشاعت، ۱۹۳۳ء

سلف وصالحین کا مقطعات قرآنی کے عقیدہ سے ہٹ کر (یعنی اس کا معنی اللہ اور آنحضرت ﷺ ہی جانتے ہیں اور امام شافعی کے نزدیک راسخ فی العلم بھی اس کا معنی جانتے ہیں) جماعت احمدیہ کے نظریات کو واضح کیا گیا ہے (یعنی ان مقطعات قرآنی کے معانی واضح ہیں اور ہر شخص پر واضح ہیں) اور مقطعات قرآنی کے مختلف فوائد کو بھی بیان کیا گیا ہے اس کے ساتھ ساتھ مقطعات پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات بھی دیے گئے ہیں۔

۵۔ قاعدہ یسرنا القرآن۔ صاحبزادہ پیر منظور محمد (۱۸۶۶ء۔ ۱۹۵۰ء) سن اشاعت، ۱۹۰۲ء۔

جماعت احمدیہ میں تعلیم قرآن کے لئے اس قاعدہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس قاعدہ میں کل چالیس اسباق موجود ہیں۔ پیر منظور محمد بڑے خطاط تھے، انہوں نے اس قاعدہ میں قرآن کے رسم الخط کو نئے انداز میں پیش کیا ہے اور اپنی خطاطی کے اصول قاعدے کے آخری صفحہ پر درج کئے ہیں۔ اس قاعدہ کے اندر مشقیں قرآنی آیات اور جملوں کے ساتھ ساتھ روزمرہ میں بولے جانے والے الفاظ کے ذریعے سے بھی مشق کرائی گئی ہے۔

۶۔ اسباق القرآن۔ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ (م ۱۹۶۷ء)۔

اس کتاب کے تین حصے ہیں۔ اس میں قرآن مجید کے معانی کو اسباق کے انداز میں سکھلایا گیا ہے، ساتھ گرامر کو بھی قرآن کی رو سے سمجھایا گیا ہے تاکہ قرآن کو گرامر کی رو سے سمجھا جا سکے۔

7. Dictionary of the Holy Quran by Malik Gulam Fareed(1977)

انگریزی زبان میں قرآنی الفاظ کے لغات پر مشتمل ہے۔

۸۔کلید ترجمہ قرآن مجید۔حکیم محمد عبداللطیف شاہد گجراتی (م ۱۹۷۷ء)۔

قرآن مجید کے تقریباً دس ہزار الفاظ کے معانی بیان کیے گئے ہیں۔ ہر سورت کی ترتیب کے ساتھ اس سورت کے الفاظ کے ترجمے کو بیان کیا گیا ہے۔

۹۔تسہیل القرآن۔مولانا ابوالعطا مولوی مرزا خدا بخش۔

یہ انجمن جماعت احمدیہ لاہور کے تھے۔اس قاعدہ کے دو حصے ہیں۔حصہ اول میں چوبیس اسباق ہیں حصہ اول میں حروف کی پہچان کرائی گئی ہے۔حصہ دوم میں چھیالیس اسباق ہیں۔آخر میں قرآن مجید کی چند سورتوں کے ساتھ مشق بھی کرائی گئی ہے۔بقول مصنف کے اگر کوئی شخص اس قاعدہ کو قواعد کے ساتھ ٹھیک طرح سے سمجھ لے تو وہ شخص بغیر استاذ کے قرآن مجید کو ٹھیک طرح سے پڑھ سکتا ہے۔اگرچہ جماعت احمدیہ کی دونوں جماعتوں میں (ربوہ، لاہوری) صاحبزادہ پیر منظور محمد کی بہت زیادہ اہمیت ہے لیکن بعد میں جماعت احمدیہ کے اکثر لوگوں نے صاحبزادہ پیر منظور محمد کے قاعدہ کو مدنظر رکھ کر قاعدے لکھے ہیں۔

۱۰۔تلاوت قرآن کریم بعض عام غلطیوں کی اصلاح۔بشارت الرحمن ایم۔اے(م ۱۹۹۴ء)۔

اس میں قرآنی الفاظ کے پڑھنے میں جو غلطی ہوتی ہے اس کی اصلاح کا طریقہ سمجھایا گیا ہے۔مثال کے طور پر "اَلْحَمْدُ" سے "اَلْحَمْدُ" پڑھنا غلط ہے۔ایسی غلطیوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

11. The dictionary of the Holy Quran by Abdul Mannan Omar

عربی اور انگریزی میں قرآن مجید کے مشکل الفاظ کے معانی بیان کیے گئے ہیں۔

۱۲۔قرآن کریم کے مشکل الفاظ کے معانی۔مولوی بشیر احمد قمر (۱۹۳۳ء۔۲۰۰۸ء)۔

ترتیب کے ساتھ قرآن مجید کی ہر سورت کے مشکل الفاظ کے معانی بیان کیے گئے ہیں اور شروع میں قاری کو قرآن مجید کے متعلق مختلف ہدایات بھی دی گئی ہیں۔یہ کتاب دو زبانوں (اردو انگریزی) میں لکھی گئی ہے۔

۱۳۔قاعدہ ترتیل القرآن۔حافظ برہان محمد خان (ابولوذع)۔

آسان الفاظ میں عربی لہجہ کو مدنظر رکھ کر یہ قاعدہ لکھا گیا ہے اور ساتھ ساتھ قرآنی آیات اور قرآنی الفاظ سے مشقیں بھی کرائی گئی ہیں۔یہ قاعدہ چونتیس اسباق پر مشتمل ہے۔

۱۴۔فن تجوید۔حافظ محمد صدیق

ابتداء میں فن تجوید کی مکمل تاریخ کو بیان کیا گیا ہے۔اس کے بعد فن تجوید کے اصولوں کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۵۔التجوید۔جمیل الرحمن رفیق

اس کے اندر تجوید کے اصولوں کو مختصر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

۱۶۔ تعلیم القرآن۔ سید تنویر مجتبیٰ

اس کے اندر عربی گرامر کو ابتداء میں بیان کیا گیا ہے، پھر اس کے بعد اس عربی گرامر کو قرآنی مشقوں سے واضح کیا گیا ہے۔

الغرض مرزا غلام احمد کی تحریک قرآنی کے بعد جماعت احمدیہ کی طرف سے تیزی کے ساتھ قرآنیات پر کام کیا گیا ہے تاکہ قرآنی تعلیمات کو سہارا بناتے ہوئے قادیانی باطل عقائد و نظریات کو تیزی کے ساتھ عوام الناس میں پھیلایا جا سکے۔

لہٰذا اہل علم کے لیے یہ ضروری ہے کہ جہاں وہ امت مسلمہ کو قادیانی کے باطل عقائد و نظریات سے آگاہی پر زندگی صرف کر رہے ہیں وہاں اس بات سے بھی آگاہ کریں کہ قادیانیوں کی طرف سے قرآنیات پر کس انداز میں کام کیا گیا ہے اور کس انداز میں ہو رہا ہے تاکہ پوری دنیا کو قادیانیوں کے اس فتنہ سے۔

حوالہ جات

۱۔ بدر، ۲۰ جولائی ۱۹۱۲ء، تحریر احمدیہ پبلشنگ، ج ۱۲، شمارہ نمبر ۱، ص: ۶

۲۔ صف (۶۱) ۹

۳۔ قادیانی، غلام احمد، مرزا، تفسیر (ادارۃ المصنفین، ربوہ) ۳۵۸/۲

۴۔ تفسیر، ۳۵۸/۲

۵۔ فیروزآبادی، محمد بن یعقوب، تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس (دار الکتب العلمیہ، لبنان) ۴۷۸/۱

۶۔ بقرہ (۲) ۷۲

۷۔ بھیروی، نور الدین، حکیم، حقائق الفرقان (ضیاء الاسلام پریس، ربوہ) ۱۷۲/۱

۸۔ ابن کثیر، عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر دمشقی، حافظ علامہ، تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر (دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۸ء) ۲۶۴/۱

۹۔ صف (۶۱) ۶

۱۰۔ میر محمد سعید، مولوی، واضح القرآن مسمیٰ بہ تفسیر احمدی (مطبع مرتضائی پریس آگرہ ۱۹۰۵ء) حصہ دوم/۱۶۸

۱۱۔ نیازی، غلام حسن، حسن بیان، تمہید (از ایگل کواپریٹو پریس)

۱۲۔ النمل (۲۷) ۱۸

۱۳۔ حسن بیان، ص: ۳۸۸

۱۴۔ ذاریات (۵۱) ۴۹

۱۵۔ بشارت احمد، ڈاکٹر، انوار القرآن (انجمن اشاعت اسلام لاہور) حصہ دوم، ص: ۳۳

۱۶۔ کاندھلوی، ادریس، مولانا، معارف القرآن (مکتبہ المعارف دار العلوم حسینیہ، سندھ ۱۴۲۲ھ) ۴/۲۲

۱۷۔ بقرہ (۲) ۶۳

۱۸۔ لاہوری، محمد علی، بیان القرآن (احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور) ص:۴۷

۱۹۔ سیوطی، جلال الدین، علامہ، تفسیر جلالین (دار الحدیث، قاہرہ، ط:۱) ص:۱۲

۲۰۔ الضحیٰ (۴۷) ۱۴۴

۲۱۔ بیان القرآن، ص:۱۱۶۱

۲۲۔ تبریزی، محمد بن عبداللہ، مشکوۃ المصابیح (المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۵ء) کتاب اسماء اللہ تعالیٰ، فصل ثانی، ص:۴۰۰

۲۳۔ طٰہٰ (۲۰) ۱۱۶

۲۴۔ بشیر الدین محمود احمد، مرزا، تفسیر کبیر (نظارت نشر و اشاعت، قادیان) ۵/۴۷

۲۵۔ شعراء (۲۶) ۱۵۳

۲۶۔ تفسیر کبیر، ۷/۲۳۰

۲۷۔ یوسف (۱۲) ۳۱

۲۸۔ بشیر الدین محمود احمد، مرزا، تفسیر صغیر (اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ ۱۹۹۰ء) ص:۴۰۳

۲۹۔ مظہری، محمد ثناء اللہ، تفسیر مظہری (مکتبہ رشیدیہ پاکستان ۱۴۱۲ھ) ۵/۴۷

۳۰۔ سورۃ سبا (۳۴) ۱۰

۳۱۔ تفسیر صغیر، ص:۵۶۱

۳۲۔ بنی اسرائیل (۱۷) ۱

۳۳۔ بہاولپوری، عبد اللطیف، تفسیر سورۃ بنی اسرائیل (ضیاء الاسلام پریس، ربوہ) ص:۱۹۔۲۰

۳۴۔ ایضاً، تفسیر سورۃ کہف، ص:۷۵

۳۵۔ یٰس (۳۶) ۲

۳۶۔ بہاولپوری، تفسیر سورۃ یٰس (ضیاء الاسلام پریس، ربوہ) ص:۱۰

۳۷۔ دہر (۷۶) ۲۱

۳۸۔ بہاولپوری، تفسیر سورۃ قیامہ والدہر (ضیاء الاسلام پریس، ربوہ) ص:۳۶

۳۹۔ بقرہ (۲) ۵۲

40-THE HOLY QURAN Fiue Volume,Islam International Publication Limited 1954,P:1/116-

۴۱۔ سورۃ جمعہ (۶۲) ۳

42.THE HOLY QURAN,P:5/2627.

43-THE HOLY QURAN SHORT COMMENTARY,P858.

۴۴۔ احمد بن حنبل، امام، المسند (موسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۹۹۹ء) ۴/۱۲۶

۴۵۔ بنی اسرائیل (۱۷) ۱۰۰

۴۶۔ صلاح الدین، ملک، قرآن مجید ترجمہ مع تفسیر (قرآن پبلیکیشنز، اسلام آباد) ۴/۱۳۷۶

۴۷۔ القدر (۹۷) ۵

۴۸۔ قرآن مجید ترجمہ مع تفسیر، ص ۴۷۹،۴۸۰

۴۹۔ آل عمران (۳) ۴۱

۵۰۔ قرآن مجید، ص:۸۴

۵۱۔ یونس (۱۰) ۴۷

۵۲۔ قرآن مجید، ص:۳۳۸

۵۳۔ بقرہ (۲) ۳۱

۵۴۔ مخزن معارف، ص:۴۱۵

۵۵۔ مناہل العرفان، ۱/ ۵۱۵

۵۶۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق السجستانی، السنن (دار السلام للنشر والتوزیع، ریاض، ۱۴۲۰ھ) کتاب المہدی، ح ۴۳۱

۵۷۔ الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، السنن (دار السلام، ریاض، ۱۹۹۹ء) باب ماجاء فی المہدی، ح ۲۲۳۰